اسلامی علوم میں تحقیق

اصول، ترجیحات اور معیار

www.KitaboSunnat.com

ترتیب و تہذیب

ڈاکٹر محمد امین

مکتبہ البرہان، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

مقدمہ

پہلا باب: اسلامی تحقیق کے اصول

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ ۵

دوسرا باب: اسلامی تحقیق کی ترجیحات

* سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ۴۹
* ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ۶۷
* سید سعادت اللہ حسینی ۹۹
* ڈاکٹر محمد امین
  - اسلام میں تحقیق کا سکوپ
  - تعلیم (تدریس، تربیت، تحقیق) ۱۲۲
  - مسلم عروج وزوال ۱۶۱
  - مغربی فکر وتہذیب ۱۸۶
  - علماء ودینی قیادت کا فکری جمود ۱۹۰

تیسرا باب: معیار

فصل اوّل: اسلامی علوم میں جامعاتی تحقیق کی زبوں حالی

* ڈاکٹر محمد الغزالی ۱۹۳
* ڈاکٹر محمد امین ۲۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

* ایس ایم محمد ادریس (ملائیشیا) ۲۲۵
* سید خالد جامعی ۲۳۱
فصل دوم: جامعاتی تحقیق کی عمومی زبوں حالی
* ڈاکٹر طفیل ہاشمی ۲۳۸
* ڈاکٹر معین الدین عقیل ۲۴۰
* پروفیسر ملک محمد حسین ۲۴۸
* ڈاکٹر پرویز ہود بھائی ۲۵۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

اسلامی تحقیق کے اصول

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد رفیع الدین[1]

اسلامی تحقیق کے اصول

اسلامی تحقیق کے معنی

اس وقت ملک میں اسلامی تحقیق کے کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔ جن میں بعض حکومت کی سرپرستی میں ہیں اور بعض پرائیویٹ، لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ہمارے ملک میں اسلامی تحقیق کا مفہوم واضح نہیں۔ اسلام جیسا کہ اسے حضور سرور کائنات ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں، ان مقدس تعلیمات کا نام ہے جو قرآن اور حدیث میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اسلامی تحقیق کی تعریف اس طرح سے کرنی چاہئے کہ اسلامی تحقیق وہ تحقیق ہے، جس کا موضوع ہماری ان مقدس کتابوں کے مشتملات ہوں اور جس کا مقصد یہ ہو کہ ان مشتملات کو لوگوں کے لیے زیادہ قابل فہم بنایا جائے۔

اس تعریف کی روشنی میں ہم بآسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ اسلامی تحقیق میں کونسی چیزیں شامل ہیں اور کونسی شامل نہیں۔ مثلاً اس میں وہ سب تحریریں شامل ہوں گی جو مسلمان علماء (ا) ان مقدس کتابوں کے متعلق یا (ب) ان کتابوں کے متعلق جو ان مقدس کتابوں کے متعلق لکھی گئی ہوں، ماضی میں لکھ چکے ہیں یا آئندہ لکھیں گے۔ پھر چونکہ یہودی یا عیسائی مستشرقین نعمت ایمان سے بے نصیب ہونے کی وجہ سے ہماری مقدس کتابوں کو مقدس کتابوں کی حیثیت سے نہیں سمجھ سکتے اور ان سے توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ ان کو مقدس کتابوں کے مقدس مشتملات کی حیثیت سے دوسروں کے اذہان کے قریب لانے کی کوشش

---

[1] نامور فلسفی، مصنف، دانشور، ماہر تعلیم اور بانی صدر آل پاکستان ایجوکیشنل کانگرس، لاہور۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ مقالہ ''اسلامی تحقیق کا مفہوم، مدعا اور طریق کار'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔ ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم نے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں یا ایسا کرنے کی نیت ہی رکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اسلامی تحقیق سے وہ وہ تمام تحریں خارج سمجھی جائیں گی جو یہودی اور عیسائی مستشرقین ہماری کتابوں کے متعلق یا ان کتابوں کے متعلق جو ہماری مقدس کتابوں کے متعلق لکھی گئی ہوں، ماضی میں لکھ گئے ہیں یا آئندہ لکھیں گے۔

میکانکی اور اصلی اسلامی تحقیقات

اسلامی تحقیق کی دو قسمیں ہیں یا تو یہ میکانکی ہوتی ہے یا اصلی، مثلاً مقدس کتابوں یا مقدس کتابوں پر لکھی ہوئی کتابوں میں سے کسی کتاب کی کوئی لغات یا کوئی اشاریہ تیار کرنا یا اس کے مشتملات کا ترجمہ کرنا یا ان کو نئی ترتیب دینا یا ان کا اختصار لکھنا یا کسی ایسے تاریخی قسم کے یا کسی اور نوعیت کے مواد کا جو ان کے مضمون سے تعلق رکھتا ہو اس غرض سے جمع کرنا کہ اس کے حوالے آسانی سے میسر آ جائیں۔ میکانکی اسلامی تحقیق ہے جبکہ مقدس کتابوں کے مضمون کی علمی تشریح یا تفسیر یا توسیع کرنا اصلی اسلامی تحقیق ہے۔ اصلی اسلامی تحقیق میکانکی اسلامی تحقیق سے بدرجہا زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق اسلام اور اس کی روح سے ہوتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو درحقیقت اسلامی تحقیق سے ایسی ہی تحقیق مراد ہے۔ اس قسم کی اسلامی تحقیق کے لیے تعلیمات اسلام کی گہری بصیرت کی ضرورت ہے اور اسلام کی ایسی بصیرت صرف اس عالم دین کا حصہ ہو سکتی ہے جو اسلام پر ایسا خالص اور پختہ ایمان رکھتا ہو کہ وہ خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شدید محبت کی صورت اختیار کرے اور جو اسلام کے مذہبی اور اخلاقی ضبط اور نظم کو دل و جان سے قبول کر چکا ہو اور اس پر متواتر عمل پیرا ہو۔ پھر یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوئی عالم دین مقدس کتابوں کے بار بار کے مطالعہ سے ان کی روح میں نہ گھس جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی اطاعت سے انسان اور کائنات کا وہی نظریہ پیدا نہ کر لے جو خدا نے آپ کی معرفت ہم تک پہنچایا ہے۔ چونکہ اس قسم کی اسلامی تحقیق صرف خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اسلام کی شدید محبت کے سرچشمہ سے ہی پھوٹ سکتی ہے لہٰذا وہ دوسروں میں بھی اسلام کی محبت پیدا کرتی ہے۔ اس قسم کی اسلامی تحقیق کی مثال شاہ ولی اللہ، غزالیؒ، رومیؒ، محی الدین ابن العربیؒ، ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور اقبالؒ ایسے حکمائے دین کی کتابیں ہیں۔

اصلی اسلامی تحقیق کے وظائف

چونکہ اصلی اسلامی تحقیق ہمیشہ اسلام کی عقلی اور علمی بنیادوں کے خلاف زمانہ کے عقلی اور علمی چیلنج کا جواب ہوتی ہے لہٰذا وہ دو اہم وظائف ادا کرتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ ان فلسفیانہ افکار کا بالواسطہ یا بلاواسطہ ابطال کرتی ہے جو اس خاص زمانہ میں رواج پا کر مسلمان کے یقین و ایمان پر ایک مخالفانہ اثر پیدا کر رہے ہوں اور دوسرا یہ کہ وہ اسلام کی صداقت کو ثابت کرتی ہے اور تمام صحیح تصورات کو جو اس زمانہ میں دستیاب ہو سکتے ہوں کام میں لا کر اسلامی افکار و اعتقادات کی مدافعت کرتی ہے۔ یہ دو وظائف ادا کرنا اس کے لیے اس طرح سے ممکن ہوتا ہے کہ اسلام کا محقق اسلامی کی شدید محبت اور اس کی صحیح تشریح اور تعبیر کرنے کی شدید خواہش کی وجہ سے ایک ایسا صحیح وجدن حاصل کر لیتا ہے اور اشیاء اور حقائق کے بارہ میں ایک ایسا صحیح نقطہ نظر پیدا کر لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صحیح افکار کو غلط افکار سے بآسانی ممیز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

میکانکی اسلامی تحقیق کے وظائف

میکانکی اسلامی تحقیق کیلئے اسلام کی کسی بصیرت کی ضرورت نہیں ہوتی اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ وہ اسلام کی محبت کا نتیجہ ہو لہٰذا وہ اسلام کی محبت کو منعکس کرتی ہے اور نہ اسے دوسروں میں پیدا کر سکتی ہے۔ میکانکی اسلامی تحقیق کی اہمیت فقط یہ ہے کہ وہ اسلام کے عام طالب علم کے لیے اسلام کی مقدس کتابوں کا مطالعہ آسان کرتی ہے اور ان مقدس کتابوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مضمون کو اصلی اسلامی تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے عالم دین کی آسانی دسترس میں لا کر اس کی تحقیقی ضرورتوں کی خدمت اور اعانت کرتی ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ اصلی اسلامی تحقیق سے شغف رکھنے والا عالم دین ایک ایسا ماہر تعمیرات ہے جو ایک خوبصورت عمارت کا نقشہ تیار کر کے اسے تعمیر کی ساری منزلوں سے گزارتا ہے اور میکانکی اسلامی تحقیق پر کام کرنے والا پڑھا لکھا آدمی وہ جفاکش مزدور ہے جو تعمیر میں کام آنے والی اینٹوں کو ڈھو کر اس ماہرِ تعمیرات کے قریب لے آتا ہے۔

مستشرقی تحقیق

ہوسکتا ہے کہ بعض وقت اسلام کی مقدس کتابوں پر خالص میکانکی تحقیق کا باعث یہ ہو کہ تحقیق کرنے والے کو اسلام سے محبت ہے لیکن اس کے کامیاب تتبع کے لیے اسلام کی صداقت پر ایمان ویقین کی موجودگی ایک شرط کے طور پر قطعاً ضروری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں یہودی اور عیسائی مستشرقین بھی اسے بڑی کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس دور میں اس کے اصلی موجد مغرب کے یہودی اور عیسائی مستشرقین ہی ہیں لیکن ایسی حالت میں اسے اسلامی تحقیق کا نام دینا ہرگز درست نہیں۔ کیوں کہ اس حالت میں یہ ایک وسیع تر تحقیق کا حصہ ہے جسے مستشرقی تحقیق کہا جاتا ہے اور جسے مغرب میں علماء کے ایسے گروہ نے ایجاد کیا تھا جو اپنے آپ کو ''مستشرقین'' کا نام دیتا تھا کیونکہ وہ مشرقی ادب اور السنہ سے دلچسپی رکھتا تھا اور انہیں جاننا چاہتا تھا۔ مستشرقی تحقیق سراسر ایک میکانکی عمل ہوتا ہے اور اس کا دائرہ کار یہ ہوتا ہے کہ ماضی میں عربی، فارسی، سنسکرت، چینی انڈونیشی اور ترکی ایسی مشرقی زبانوں میں تاریخ، مذہب، فلسفہ، لغت، سائنس اور ادب وغیرہ کے موضوعات پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان کا ترجمہ یا حاشیہ یا اختصار یا اشاریہ تیار کیا جائے یا ان کی تشریح یا توسیع یا تنقید بہم پہنچائی جائے۔

شروع میں اس تحقیق کے اغراض ومقاصد کلیۃً مشنری یا تبلیغی تھے۔ اس کے بعد جب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یورپی طاقتیں مشرق میں اپنی نوآبادیاں بنانے لگیں تو اس کے اغراض و مقاصد تبلیغی ہونے کے علاوہ انتظامی اور سیاسی بھی ہو گئے۔ مستشرقی مطالعات سے اہل مغرب کا ایک مقصد بلاریب یہ ہے کہ وہ اپنے ذوق دریافت کو مطمئن کریں اور ایک ایسی تہذیب کے مخفی آثار کو بے نقاب کر کے اپنی تفریح کا سامان بہم پہنچائیں جو ان کے خیال میں ہمیشہ کے لیے مٹ چکی ہے اور اپنی جگہ پر اس تہذیب کو چھوڑ گئی ہے جو اس کے کئی درجہ بلند تر اور برتر ہے اور جس کے وہ خود علمبردار ہیں۔ ان کا مقصد ویسا ہی ہے جیسا کہ ٹیکسلا کی کھدائی سے ہمارا ہے کہ ہم اس کے ذریعہ سے ماضی کے متعلق لوگوں کی معلومات کی خواہشات کی تشفی کے لیے یا ان کی تفریح کا ایک شغل پیدا کرنے کیلئے ایک ایسی پرانی تہذیب کے دفن کئے ہوئے نشانات کو بے حجاب کرتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے مٹ چکی ہے۔ اب جبکہ مغرب کی تمام یونیورسٹیاں اپنے ہاں مستشرقی مطالعات کی کرسیاں قائم کر کے مستشرقی تحقیق کی سرپرستی کر رہی ہیں مستشرقی تحقیق مغرب اور مشرق دونوں میں ایک باعزت اور زر آفریں پیشہ بن گئی ہیں۔ وقت کے گزرنے سے مستشرقین نے مستشرقی تحقیق کا ایک خاص فن ایجاد کر لیا ہے جو ہمارے السنہ شرقیہ کے طالب مغرب کی یونیورسٹیوں میں ان سے سیکھتے ہیں۔ اب مشرق کی بہت سی یونیورسٹیوں میں بھی مشرقی علوم کی کرسیاں قائم ہو چکی ہیں اور یہ کرسیاں بالعموم ان لوگوں نے سنبھال رکھی ہیں۔ جن کو مغربی مستشرقین نے مستشرقی تحقیق کے فن کی تربیت دی ہے۔ لیکن جہاں تک اسلامی تحقیق کا تعلق ہے یہ فن اس کے میکانکی حصہ کیلئے کسی قدر سودمند ہو تو ہو ورنہ محض بیکار ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تعصب

عربی اور فارسی کی کتابوں پر جو بالعموم مسلمانوں نے لکھی ہیں، مستشرقین کی تحقیق کا سبب نہ اسلام کی محبت ہے اور نہ مسلمان علماء اور فضلا کی قدردانی بلکہ صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ ان مستشرقین کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بالعموم ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شدید قسم کا تعصب موجود ہوتا ہے لہٰذا جب بھی وہ اپنے میکانکی کام سے ذرا ہٹ کر مسلمانوں کے معتقدات اور نظریات کی توجیہہ کرنے لگتے ہیں تو ان سے یہ توقع کرنا ہی عبث ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے متعلق کوئی موافقانہ رائے قائم کریں گے۔ یہی سب ہے کہ ان کی تحقیق کا ایک حصہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اعتراضات سے معمور ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے کام کے اس حصہ کو نظر ثانی کے بعد ان کی غیر منصفانہ تنقید سے پاک کریں۔ لیکن جس حد تک مستشرقین کے کام کی اس قسم کی نظر ثانی مسلمانوں کی ایسی تصنیفات کے متعلق ہوگی جو اسلام کے علاوہ اور موضوعات پر ہیں ہم اسے میکانکی قسم کی اسلامی تحقیق بھی نہیں کہہ سکیں گے۔ بلکہ ہم اسے فقط ایسی مستشرقی تحقیق کا نام دے سکیں گے جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے انجام پائی ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایسی کتابوں پر جو اسلام کے علاوہ اور موضوعات پر ہوں۔ مسلمانوں کی ساری تحقیق کو ہم مستشرقی تحقیق ہی کا نام دے سکتے ہیں۔

ایک غلط نام

بدقسمتی سے اس دوسری قسم کی تحقیق کو بھی غلط طور پر اسلامی تحقیق کا نام دیا جاتا ہے اور وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی عربی اور فارسی کتابوں پر تحقیق ہے۔ لیکن درحقیقت عہد قدیم کے مسلمانوں نے اسلام کے علاوہ اور موضوعات پر جو کتابیں لکھی ہیں ان کو اسلامی کتابیں کہنے کا جواز اتنا ہی ہے جتنا اس بات کا جواز کہ ہم ایک مسلمان کے ہاتھ کے بنے ہوئے میز کو اسلامی میز کہہ دیں یہ کتابیں اسلامی کتابیں ہیں اور ان پر تحقیق اسلام کی تحقیق ہے تو پھر اس زمانہ کے مسلمانوں نے اسلام کے علاوہ اور موضوعات پر جو کتابیں لکھیں ہیں، کیا وجہ ہے کہ ہم ان کو اسلامی کتابیں نہ کہیں اور ان پر تحقیق کو بھی اسلامی تحقیق کا نام نہ دیں؟ لیکن نہ ہم ان کتابوں کو اسلامی کتابیں کہتے ہیں اور نہ ان پر تحقیق کو اسلامی تحقیق کا نام دیتے ہیں تو پھر ہم کو اس بات پر اصرار کیوں ہے کہ گزشتہ مسلمانوں کی لکھی ہوئی اس قسم کی کتابوں کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی کہہ کر پکاریں۔

آسمانی یا الہامی علم کے برخلاف ذہنی علم غلط بھی ہوسکتا ہے اور صحیح بھی۔ غیر واضح بھی ہو سکتا ہے اور واضح بھی۔ منظم بھی ہوسکتا ہے اور غیر منظم بھی، لیکن ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ یہودی یا عیسائی یا اسلامی ہو۔ علم ایک نا قابل تقسیم وحدت ہے۔ وہ ایک ہی منبع سے صادر ہونے ولا ایک ہی نور ہے جو کبھی ایک فرد پر اور کبھی دوسرے فرد پر، کبھی ایک قوم پر اور کبھی دوسری قوم پر اپنی خوشی سے چمکتا ہے۔ ذہنی علم مذہبوں اور قوموں سے بالا ہے یہی وجہ ہے جو لوگ اس علم کی تحصیل یا تحقیق میں منہمک ہوتے ہیں۔ وہ مذہب یا قومیت سے قطع نظر کر کے ایک دوسرے سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

مستشرقی تحقیق کا ایک خاصہ

چونکہ مستشرقی تحقیق فقط ایک عمل ہوتا ہے اور اس کے پاس کوئی نئی چیز کسی کو دینے کے لیے نہیں ہوتی۔ اس کا ایک خاصہ یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت زور دیتی ہے مثلاً ایک مستشرق اپنی پوری زندگی یہ ثابت کرنے پر صرف کر دے گا کہ ایک مصنف یا اس کی کسی کتاب کا صحیح نام یہ ہے اور وہ نہیں یا فلاح شخص جس مقام پر پیدا ہوا تھا وہ فلاں گاؤں سے اتنے میل شمال کو تھا اور جنوب کو نہیں یا جس تاریخ کو پیدا ہوا تھا وہ پانچ دن پہلے تھی اور پیچھے نہیں۔ اگر چہ وہ شخص خود ایک عالم کے طور پر کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو اور بالکل اس قابل ہو کر فراموش کر دیا جائے۔ لیکن وہ اس لئے اہم سمجھا جاتا ہے کہ کسی پرانی کتاب میں اس کا نام آ گیا ہے۔

مسلمان مستشرق کا اصلی کام

اگر مستشرقی تحقیق کا مقصد یہ ہوتا کہ مشرق کے گزشتہ علماء اور فضلاء کے علمی کارناموں کو اجاگر کیا جائے (اور اس میں شک نہیں کہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ مشرق علوم وفنون

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں کرۂ عرض کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ حصہ تھا) اور اس کا تعلق دور حاضر کی علمی ترقیوں کے ساتھ واضح کیا جائے تو پھر بھی یہ اسلامی تحقیق کا کام نہ ہوتا۔ اگرچہ یہ عمومی طور پر علم کی بہت بڑی خدمت ہوتی کیوں کہ اس سے نوع انسانی کی علمی جدوجہد کے ماضی کو اس کے حال کے ساتھ جوڑ کر اس کے تسلسل کو آشکار کرنے میں مدد ملتی ہے لیکن اس وقت مستشرقی تحقیق کا کام نہ مغرب میں ان خطوط پر ہو رہا ہے اور نہ مشرق میں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے لیے نہ صرف عہد قدیم کی علمی دنیا سے بلکہ عصر حاضر کی علمی دنیا سے بھی پوری طرح باخبر ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ وہ اصلی کام ہے جو مستشرقین کو بالخصوص مسلمان مستشرقین کو انجام دینا چاہئے۔

آخر جہاں تک ہم مسلمانوں کا تعلق ہے، ہمارا مقصد علم کی جستجو ہونا چاہئے نہ کہ مشرقی علم کی جستجو۔ علم نہ مشرقی ہوسکتا ہے، نہ مغربی۔ کم از کم ہمارے بزرگوں نے علم کی کوئی ایسی تقسیم نہ کی تھی اور نوع انسانی کے جن بیش بہا علمی کارناموں کا سہرا آج ان کے سر باندھا جا رہا ہے اس کی وجہ یہی ہے۔ اگر درخشندہ علمی ستاروں کا وہ طویل وعریض جمگھٹا جو مسلمان علماء اور فضلاء پر مشتمل تھا اور اب غائب ہو چکا ہے، یکا یک پھر زندہ ہو جائے تو وہ سب بلا توقف اس بات کی کوشش کریں گے کہ مغرب کے سارے علوم کو سیکھ کر ان کے ماہر بن جائیں۔ اگر مستشرقی تحقیق سے مدد فی الواقع علم کی جستجو ہے تو یہ بات اس مدعا سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ ایسی تحقیق یا ایسے مطالعہ کے لیے لفظ مستشرقی کا اور مسلمان علماء کے لیے لفظ مستشرقین کا استعمال بالکل ترک کر دیا جائے۔ ان الفاظ کا استعمال ہم نے درحقیقت اہل مغرب کی کورانہ تقلید میں شروع کیا تھا جو مستقل طور پر مغرب میں رہتے ہیں اور اپنا ایک مستقل مشرق رکھتے ہیں۔ ہم مشرق میں بھی رہتے ہیں اور مغرب میں بھی اور تمام زبانیں ہماری ہیں۔ دنیا بھر میں مشکل سے کوئی ایسی زبان ہوگی جو کم از کم چند مسلمانوں کی مادری زبان نہ ہو۔ تمام صحیح علم جو مشرق یا مغرب میں آج تک پھیلا ہوا ہے، ہمارا ہے کیونکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے خدا کی کائنات کا علم ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم ''مستشرقی تحقیق'' کے نام کو ''علوم قدیمہ ووسطیٰ کی تحقیق'' کے نام سے بدل دیں اور اس کے دائرہ کار کو وسعت دے کر اس میں ان کتابوں پر تحقیق کو بھی شامل کر لیں جو قدیم زمانہ میں نہ صرف عربی، فارسی، سنسکرت، چینی اور ترکی ایسی زبانوں میں لکھی گئی تھیں، جن کو مشرقی زبانیں کہا جاتا ہے بلکہ لاطینی اور یونانی ایسی قدیم یورپی زبانوں میں بھی لکھی ہوئی موجود ہیں۔

مستشرقی تحقیق اسلامی تحقیق نہیں ہے

بہرحال مستشرقی تحقیق اور اسلامی تحقیق میں کوئی قدر مشترک نہیں اور مستشرقی تحقیق کو اسلامی تحقیق سے قطعی طور پر الگ رہنا چاہیے۔ جیسا کہ مغرب میں دستور ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کو اپنی یونیورسٹیوں کے السنہ شرقیہ کے شعبوں کے اندر محدود کر دیں۔ اسلامی تحقیق کا کوئی ادارہ اپنے نام اور کام کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے اس سے کوئی سروکار نہیں رکھ سکتا۔

میکانکی اسلامی تحقیق اور اصلی اسلامی تحقیق بعض اوقات ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتی ہیں

بعض اوقات اصلی اسلامی تحقیق اور میکانکی اسلامی تحقیق ایک دوسرے پر منطبق ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے اصلی تحقیق کی کسی پیداوار کے اندر مقدس کتابوں کے مشتملات کی ترتیب نو یا ترکیب جدید کی صورت میں میکانکی تحقیق کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں یا میکانکی تحقیق پر ان مشتملات کی تشریح یا تفسیر کا بھی ایک رنگ چڑھ جاتا ہے۔ تاہم اسلامی تحقیق کی کسی پیداوار کی قدر و قیمت کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ اس میں اصلی اسلامی تحقیق کا عنصر کس قدر موجود ہے۔ اگر اس میں درستی اور علم کے اعتبار سے بلند معیار رکھنے والی اصلی اسلامی تحقیق کا عنصر زیادہ ہوگا تو اس کی قدر و قیمت بھی زیادہ ہوگی۔ یہی سبب ہے کہ اقبالؒ، ابن تیمیہؒ، شاہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ولی اللہؒ، غزالیؒ، رومیؒ اور محی الدین ابن عربیؒ کی اسلامی تحقیق دوسرے سینکڑوں علماء متقدین و متاخرین کی تحقیق سے بدرجہا زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہے۔ ان میں سے ہر عالم دین نے اپنے زمانہ میں اسلام کی وہ جدید علمی اور عقلی تشریف بہم پہنچائی ہے جس کی اس زمانہ میں لوگوں کو ضرورت تھی۔ اقبال نے اسلام کی جو تشریح کی ہے، اس کی شدید ضرورت کا زمانہ ابھی موجود ہے۔

وحی اور عقل

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے کہ عقلی اور علمی نقطہ نظر سے اسلام کی کوئی تشریح کی جائے اور بار بار کی جائے۔ کیا یہ بات صحیح نہیں کہ قرآن اور حدیث دونوں مل کر انسانی افراد کے اعتقاد و عمل کی رہنمائی کرنے کے لیے پوری طرح کافی ہیں۔ کیا قرآن اور حدیث نے پہلے ہی ضروری حد تک اپنے مطالب کی وضاحت نہیں کر دی؟ کیا ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم خدا کی وحی کے فرامین اور خدا کے رسول کے ارشادات میں ایک پیچ اپنی طرف سے بھی لگائیں اور ان میں اپنی انسانی سمجھ بوجھ اور انسانی عقل و فراست کی بنا پر بھی کچھ باتوں کا اضافہ کریں تا کہ وہ زیادہ قابل فہم اور زیادہ مفید بن جائیں بالخصوص اس حقیقت کے پیش نظر کہ ہم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انسان کی ہدایت کے ایک ذریعہ کے طور پر انسانی عقل خدا کی وحی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ خدا کی وحی کے مقابلہ میں عقل انسانی کا ہرگز کوئی مقام نہیں کہ وہ انسان کو یہ بتا سکے کہ انسان اور کائنات کی حقیقت کیا ہے اور اس حقیقت کی روشنی میں انسانی فرد اور جماعت کو اپنی عملی زندگی کی تشکیل کس طرح سے کرنی چاہیے۔ اس کے باوجود خدا کی وحی اور انسانی عقل کے درمیان ایک ایسا قدرتی رشتہ ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا اور جس کی بنا پر ذیل کے حقائق بالکل درست اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا ہیں۔

اوّل: یہ کہ ہم خدا کی وحی کو اس وقت تک قبول نہیں کر سکتے جب تک کہ ہماری عقل اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجدان یا یقین کی طرف رہنمائی نہ کرے کہ وہ درحقیقت خدا کی وحی ہے اور حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے انسان کو عقل سے کام لینے کی بار بار ہدایت کی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم ہر مدعی نبوت کو نبی نہیں مانتے اور جھوٹے اور سچے نبی میں اپنی عقل کو کام میں لا کر فرق کرتے ہیں؟

دوم: یہ کہ خدا کی وحی ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے جو آخر کار ضبط تحریر میں آجاتے ہیں اور ایک خارجی وجود رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی پڑھنے والا یا سننے والا ان الفاظ پر ایمان لائے اور ان کے مطابق عمل کرے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کے ذہن کے اندر کسی مطلب یا معنی یا مدعا میں تبدیل ہوں۔ جب تک کہ وہ ایک خارجی حقیقت سے ایک داخلی احساس میں تبدیل کرنے والے اس عمل میں سے نہیں گزرتے اور یہ یاد رہے کہ تبدیلی کا یہ عمل سراسر ذہنی اور انسانی ہے۔ خدائی یا آسمانی نہیں۔ دوسرے لفظوں میں جب تک کہ وہ ایک علمی اور عقلی توجیہہ کا لباس نہیں پہن لیتے اس وقت تک نہ تو وہ ایمان پیدا کر سکتے ہیں اور نہ عمل۔ یہی سبب ہے کہ ایک ہی وحی کا اتباع کرنے والے لوگوں کے اعتقادات اور اعمال مختلف ہیں اور اسلام جو ایک ہی ہے مذہبی فرقوں اور مذہبی تحریکوں میں اس قدر بٹا ہوا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم قرآن حکیم کے مطالب کو سمجھتے اور سمجھاتے اور سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ ہمارے اس فعل کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن کے الفاظ کو اس علمی اور عقلی توجیہہ کا لباس پہنانا چاہتے ہیں جو ہمارے خیال کے مطابق ان کی اپنی صحیح توجیہہ ہے۔

سوم: یہ کہ خدا کی وحی ہمیں انسان اور کائنات کی حقیقت کے متعلق ایک صحیح نظریہ عطا فرماتی ہے اور فلسفہ کی صورت میں انسان کی عقل بھی انسان اور کائنات کا صحیح نظریہ بہم پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ عقل انسان کا یہ وظیفہ جو اس نے خود بخود اپنے لئے تجویز کر لیا ہے بیک وقت خدا کی وحی کا وظیفہ بھی ہے۔ لہٰذا عقل انسانی خدا کی وحی کے بیانات قبول کر لینے کے بعد بھی ان کو زیر غور لانے کی طرف مائل رہتی ہے۔ یہ چاہتی ہے کہ جن سوالات کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قطعی جواب خدا کی وحی پہلے ہی دے چکی ہے یہ ان سوالات کا کوئی ایسا جواب بھی ڈھونڈ نکالے جو اس کے اپنے لئے بھی مکمل طور پر تسلی بخش ہو۔ مثلاً ایک سوال یہ ہے کہ کیا خدا فی الواقع موجود ہے؟ ایک آدمی اس سوال کے اس جواب پر جو خدا کی وحی نے دیا ہے مکمل یقین اور ایمان رکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک انسان کی حیثیت سے یعنی ایک صاحبِ عقل وفہم وجود کی حیثیت سے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سوال کا وہ جواب بھی اپنے پاس موجود رکھے جو اس کی عقل اس کیلئے مہیا کرتی ہے۔ لیکن جب وہ ایسا کرے گا تو وہ مجبور ہوگا کہ دونوں کے جوابات کے اندر مطابقت پیدا کرے اور اسے قائم رکھے۔ ورنہ وہ دونوں سے پوری طرح مطمئن نہ ہو سکے گا۔

علمی ترقی کے ہر نئے دور میں اسلام کی نئی عقلی توجیہہ کی ضرورت

نوع انسانی کا ذہنی علم ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور نئے حکیمانہ افکار کے اس مجموعہ کے اندر جو کسی دور میں رونما ہوتا ہے حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر دور میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اصلی اسلامی تحقیق کی طرف رجوع کر کے حق کو باطل سے الگ کیا جائے اور غلط اور مخالف اسلامی حکیمانہ تصورات کی تردید کی جائے اور صحیح اور موافق اسلام حکیمانہ تصورات کو کام میں لا کر اسلام کی تائید مزید اور حمایت اور مدافعت کی جائے۔ ہر دور میں اصلی اسلامی تحقیق کے ماہرین کے لیے یہ اہم کام موجود ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے نئے علمی افکار کے دانہ کو کاہ سے الگ کریں، دانہ کو کام میں لائیں اور کاہ کو پھینک دیں کہ ہوائیں اس کو اڑا کر لے جائیں۔

دور حاضر میں اسلام کو حکیمانہ افکار کا چیلنج

تاہم علمی ترقی کے کسی دور میں بھی اسلام کو حکیمانہ افکار کی طرف سے ایسا زوردار اور خطرناک چیلنج کبھی نہیں دیا گیا جیسا کہ اب دور حاضر کے حکیمانہ افکار نے دیا ہے۔ اس وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فلسفی، ماہر تاریخ، ماہر اقتصادیات اور ماہر نفسیات سب مل کر اسلام کی جڑوں پر حملہ کر رہے ہیں، میکانکی ارتقاء تحلیل نفسی، حکمیاتی سوشلزم، تاریخی مادیت، منطقی اثباتیت، کرداریت اور موجودیت کے نظریات جن کی مقبولیت اس زمانہ میں ہر روز بڑھتی جا رہی ہے اور جو نوع انسانی کے اعمال و افعال کو نہایت تیزی سے متاثر کر رہے ہیں، ہمارے مذہب کی بنیادوں کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ اگر ہم ان نظریات کے علمی چیلنج کا موثر جواب نہ دیں اور ان کی یقین افروز تردید نہ کریں تو ہم مسلمان کی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکتے اور ان نظریات کا جواب دیتے ہوئے ہمیں اس بات کو بھی یاد رکھنا ہوگا کہ اگر ہمارا جواب دور حاضر کے علمی معیاروں پر پورا نہ اتر سکے اور اپنے استدلال کے حقائق اور تکنیک اور طریقہ سے دنیا بھر میں چوٹی کے علماء اور حکماء کو مطمئن نہ کر سکے تو وہ ہرگز کوئی جواب نہ ہوگا۔ اس قسم کا جواب علماء کرام نے ابھی تک پیدا نہیں کیا۔ کہاں ہیں وہ بزرگان دین جن کو خدا نے مسلمانوں کی قیادت کے بلند مقام پر فائز کیا ہے اور جن کے نور ایمان اور زور قلم نے قرآن کی تفسیروں اور اسلامی کتابوں کے قابل قدر ذخیروں کا ڈھیر لگا دیا ہے؟ وہ کیوں اس خطرہ کو محفوظ نہیں کرتے؟ افسوس کہ وہی علماء دین جو کل تک اسلام اور کفر کی جنگ میں ہر محاذ پر اسلام کی مدافعت کے لیے پیش پیش رہتے تھے آج سو گئے ہیں اور اسلام کو جو نیا خطرہ درپیش ہے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو اس کے مقابلے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کرنا تو درکنار اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ گویا اس کی موجودگی سے ہی ناآشنا ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ غیر مسلم مفکرین بھی جو ہمارے مخالف ہیں۔ اس خطرہ سے ہماری غفلت اور اس کے مقابلہ میں ہماری عافیت کوشی اور سہل انگاری پر ہمیں طعنہ دے رہے ہیں۔ پروفیسر ڈبلیو ڈی سمتھ نے اپنی کتاب ماڈرن اسلام ان انڈیا (Modern Islam in India) میں لکھا ہے:

''جہاں دس یا بیس سال پہلے بازاروں کے موڑوں پر مذہبی مناظرے ہوا کرتے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھے اور تعلیم یافتہ مسلمان افکار جدید کے متعلق کتابیں پڑھ پڑھ اپنا سر کھپاتے تھے، آج مسلمان نوجوان ان علمی مشکلات سے بے خبر اور بے پروا ہے جو زندگی کے صحیح راستہ کی حیثیت سے مذہب کو پیش آتی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح سے آزاد خیال مسلمانوں نے ان اعتراضات کا قریباً مکمل جواب دیا جو عیسائیوں نے اسلام پر وارد کئے تھے۔ آج تجدد پسند مسلمان اس جواب کو کافی سمجھتا ہے اور کوئی مسلمان ایسا پیدا نہیں ہوتا جو جواب دینا تو درکنار ان اعتراضات کا فقط ذکر ہی کرے جو اس زمانہ میں فلسفی، مورخ، ماہر نفسیات اور ماہر اجتماعیات نے اسلام پر اور سارے مذہب پر وارد کر رکھے ہیں۔ جس طرح انیسویں صدی کے کٹڑ مسلمان جو عیسائیوں اور آزاد خیال مغربیوں کے اعتراضات کا جواب دینے سے انکار کرتے تھے اور سر سید احمد اور امیر علی کو ان کا جواب دینے کی وجہ سے برا سمجھتے تھے، معاشرتی قدامت پسندی کا سہارا تھے اسی طرح سے وہ مسلمان بھی جو ان جدید اعتراضات کا جواب دینے سے قطع نظر کرتے ہیں، ان جماعتوں کی ہی اعانت کر سکتے ہیں جو معاشرتی اعتبار سے قدامت پسند ہیں۔''

مسلمانوں سے عصر جدید کے انسان کا مطالبہ

اسلام نے دور جدید کے انسان کے ذہن میں بہت سے سوالات پیدا کر دیئے ہیں اور وہ مسلمانوں سے مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ ان کا ایک ایسا جواب مہیا کریں جو مدلل اور حکیمانہ ہو اور اس قابل ہو کہ ایک ذہین اور تعلیم یافتہ آدمی کو قائل کر سکے۔ ان میں سے بعض سوالات یہ ہیں:

۱۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ حقیقت کائنات مادی ہے اور روح مادہ کی ایک خاصیت ہے جو اس وقت رونما ہوتی ہے جب مادہ اپنی ترقی اور ترکیب کی ایک خاص حالت پر پہنچ جاتا ہے؟

۲۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ مذہب فقط معاشی حالات کی پیداوار ہے اور خود اپنی کوئی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قدر و قیمت نہیں رکھتا؟

۳۔ کیا انسان کی زندگی کا معاشی پہلو عمل تاریخ کا محرک نہیں اور کیا مذہب اس عمل تاریخ کی ایک عارضی حالت اور ضمنی یا اتفاقی پیداوار نہیں؟

۴۔ کیا مذہب دبی ہوئی جبلت جنس یار کی ہوئی حبِ تفوق یا اٹکی ہوئی غلبہ اور قوت کی خواہش کا غیر فطری اور بے محل اظہار نہیں؟

۵۔ کیا مذہب ایک ظالم سوسائٹی کا مصنوعی دباؤ نہیں جو اپنی سلامتی کی خاطر فرد کو مجبور کرتی ہے کہ وہ کچھ غیر فطری پابندیوں اور رکاوٹوں کو جنہیں وہ مذہبی اور اخلاقی اصولوں کا نام دیتی ہے اپنے آپ پر عائد کرے؟

۶۔ کیا یہ درست نہیں کہ عمدگی اخلاق ایک نسبتی اصطلاح ہے جس کے معنی مختلف قوموں کے لیے اور مختلف حالات کے اندر مختلف ہوتے ہیں؟

۷۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کسی انسان پر وحی نازل کرے یا کوئی انسان سچ مچ نبی بن جائے؟

۸۔ کیا نبوت (اگر وہ درحقیقت ممکن ہے) ایک ایسا عارضی اہمیت کا واقعہ نہیں جو نوع انسانی کی تا قیامت ترقی کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتا؟

۹۔ کیا انسان کی عقل اسے اپنا نیک و بد سمجھانے کے لیے کافی نہیں کہ کسی بیرونی رہنمائی کی ضرورت ہو؟ جب انسان کو عقل دی گئی ہے تو اس نبوت کی خاص ضرورت کیا ہے؟

۱۰۔ اگر نبوت کوئی ضروری چیز ہے تو یہ ختم کیوں ہو جاتی ہے اور تا قیامت انسان کی رہنمائی کے لیے نئے نئے انبیاء کیوں آتے نہیں رہتے؟ وغیرہ

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان سوالات کا ایسا جواب تلاش کریں جو نہ صرف اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مطابق ہو بلکہ پوری طرح سے مدلل اور معقول اور حکمیاتی (Scientific) ہو اور کم از کم ان تمام جوابات سے زیادہ معقول اور قابل قبول ہو جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مذاہب یا نظریات کے ماننے والے ان ہی سوالات کیلئے پیش کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب امت مسلمہ کے ضمیر نے غیر واضح طور پر ہی سہی لیکن اس بات کو محسوس کر لیا ہے کہ اگر ہم اس قسم کا جواب جو درحقیقت اسلام کی مکمل اور منظم حکمیاتی تشریح سے کم نہیں ہوگا، فی الفور مہیا نہ کریں تو ایک نظریاتی جماعت کی حیثیت سے ہماری زندگی خطرہ میں ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس وقت قوم کے تعلیم یافتہ طبقہ میں اسلامی تحقیق کی ضرورت کا ایک عام احساس پیدا ہو گیا ہے۔

موجودہ دور کی ایک خصوصیت

اس زمانہ میں انسان کے نظریات بدنی اور جبلتی ضروریات کی سطح سے بالاتر ہو کر علمی اور اخلاقی سطح پر آ گئے ہیں لہٰذا نظریات کی حیثیت سے ان کی موجودگی پوری طرح سے نمایاں ہو گئی ہے۔ یہ زمانہ علمی نظریات کا زمانہ ہے۔ اس دور میں اسلام کے سوا باقی تمام نظریات کے قائلین اپنے اپنے نظریات کی علمی اور عقلی توجیہہ اور مدافعت بہم پہنچانے میں مصروف ہیں۔ کیونکہ وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کی سیاسی زندگی بلکہ ہر قسم کی زندگی خطرہ میں رہے گی۔ نظریہ جو دراصل انسان اور کائنات کی حقیقت کے متعلق ایک مشاہدہ یا وجدان یا ایمان کا نام ہے، تنہا وہ قوت ہے جو فرد اور جماعت اور ریاست کے تمام اعمال وافعال پر حکمران ہے۔ اگر یہ ثابت کیا جا سکے کہ وہ نظریۂ حیات جس پر کسی ریاست کی بنیاد رکھی گئی ہے، علمی طور پر صحیح اور عقلی طور پر اعتراضات سے بالا ہے تو اس سے دو اہم نتائج برآمد ہوں گے۔ ایک یہ کہ اس سے ریاست کے ساتھ فرد کی کشش یا محبت بڑھ جائے گی اور ریاست کا اندرونی اتحاد ترقی پائے گا اور اس کی استعداد عمل میں اضافہ ہوگا اور اس کی قوت فروغ پا کر انتہا تک پہنچ جائے گی۔ اس کا دوسرا اہم نتیجہ یہ ہوگا کہ ریاست کی حدود کے باہر ریاست کے حامیوں اور مددگاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جائے گی اور اس طرح سے اس کے سیاسی اثر ونفوذ کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔ جس قدر کوئی نظریہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حیات زیادہ معقول و مدلل ہوگا اور جس قدر زیادہ دلکش اور دلنشیں ہوگا اسی قدر زیادہ امکان اس بات کا ہوگا کہ وہ ترقی پا کر زمین کے کناروں تک پھیل جائے اور وہاں ہمیشہ کے لیے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نظریہ کے ماننے والے اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ وہ اس کی ایک بلند پایہ علمی اور عقلی تشریح پیدا کریں۔ اشتراکیت پہلے ہی ایک سائنسی نظریہ حیات ہونے کی مدعی ہے۔ ہٹلر کا نظریہ نیشنل سوشلزم اس کی کتاب ''میری جدوجہد'' میں ایک فلسفہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ یہ ہیگل کے اس نظریہ کی ایک تشکیل جدید تھی کہ ریاست ایک خدا ہے جو غیر محدود اختیارات رکھتی ہے اور اطاعت مطلقہ کی حق دار ہے۔ مسولینی کا نظریہ فسطائیت بھی اطالوی فلسفی کروچے کے فلسفیانہ نظام سے عقلی تائید اور توثیق حاصل کرتا تھا۔ امریکہ کے لوگ اب جمہوریت کو محض ایک طرز حکومت نہیں سمجھتے بلکہ ایک فلسفہ زندگی سمجھتے ہیں اور بعض امریکی مصنفین نے اسے ایک فلسفہ زندگی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ بھارت کے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی ریاست گاندھی کے فلسفہ ندگی پر مبنی ہے۔

ایک نظریۂ حیات غلط ہو یا صحیح لیکن وہ لوگ جو اس سے محبت رکھتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی نظریہ حیات دنیا میں حق ہے یا حق ثابت کیا جا سکتا ہے تو یہی ہے۔ جب وہ اس کی عقلی اور علمی توجیہ یا مدافعت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقصد درحقیقت یہ ہوتا ہے کہ وہ اس نظام حکمت کو آشکار کریں جو عقلی لحاظ سے دنیا کے تمام فلسفوں میں یکتا اور یگانہ ہے، جو صرف ان کے نظریۂ حیات کے اندر مخفی ہے اور دنیا بھر میں اور کہیں پایا نہیں جاتا۔ ہر نظریہ حیات کا ماننے والا اپنے نظریۂ حیات کے متعلق ایسا ہی خیال رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ حق صرف ایک ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صرف ایک ہی فلسفہ ایسا ہو سکتا ہے جو درحقیقت صحیح اور معقول ہو اور دو یا دو سے زیادہ فلسفے ایسے نہیں ہو سکتے اس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ اپنی اپنی سائنسی توجیہ اور تشریح کرنے کے لیے نظریات کی دوڑ میں صرف ایک نظریۂ حیات

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کامیاب ہوگا اور وہی نظریۂ حیات زندہ رہے گا اور پوری دنیا پر چھا جائے گا اور باقی نظریات مٹ جائیں گے اور زندہ رہنے والے اس نظریہ حیات کے متعلق یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جائے گی کہ یہی انسان اور کائنات کا وہ آخری صحیح فلسفہ ہے جو عقل انسانی کی صبح کے طلوع سے لے کر آج تک تمام فلسفیوں اور سائنس دانوں کا سہانا خواب اور ان کی جستجو کا گوہر مقصود بنا رہا ہے۔ یہ باور کرنے کے لیے ہر دلیل موجود ہے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا نظریہ حیات ہے جو اس قابل ہے کہ انسان اور کائنات کی ایک عقلی، علمی اور سائنسی تشریح کی صورت اختیار کر سکے لیکن اب تک ہم نے کون سا کام کیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ ہمارا یہ عقیدہ فی الحقیقت درست ہے۔ اس معاملہ میں ہماری غفلت کو اس حقیقت نے اور زیادہ سنگین اور خطرناک بنا دیا ہے کہ دوسرے نظریات کو ماننے والے لوگ اس وقت بھی دنیا کے اوپر یہ ثابت کرنے کے لیے بہت سا کام کر چکے ہیں کہ صرف ان کے نظریات ہی معقول اور مدلل ہیں اور دنیا کا تعلیم یافتہ طبقہ یعنی نوع انسانی کا وہ حصہ جو درحقیقت کوئی اہمیت رکھتا ہے اور جس میں تعلیم یافتہ مسلمان بھی شامل ہیں، ہر روز زیادہ سے زیادہ تعداد میں ان کے ہمرنگ زمیں دام میں گرفتار ہوتا جا رہا ہے۔

اسلامی تحقیق کا کام ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے

اقوام عالم ایک باہمی جنگ میں مصروف ہیں جو کبھی پرامن ہوتی ہے اور کبھی تشدد آمیز لیکن یہ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اس جنگ میں نظریات اور تصورات کی قوت ہی فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ جو قوم اس جنگ میں فتح یاب ہو کر بالآخر دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور پھر ہمیشہ وہاں موجود رہے گی، یہ وہ نہیں ہوگی جس کے پاس جوہری آلات زیادہ ہوں گے، بلکہ وہ ہوگی جس کے نظریہ حیات کے تصورات سب سے زیادہ معقول، مدلل، دلکش اور دل نشیں ہوں گے۔ جو قوم نظریاتی محاذ پر اپنی حفاظت نہیں کرتی وہ محض فوجی محاذ پر طاقتور بن کر اپنے آپ کو بچا نہیں سکتی اور جو قوم نظریاتی محاذ پر طاقتور بن جائے اسے کسی فوجی محاذ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں رہتی۔ اپنی زندگی کے اس نازک دور میں جب ہم دوسری قوموں کے نظریات کی طرف سے اپنی بقاء کے لیے ایک خطرناک چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں، ہم ایک نظریاتی قوم کی حیثیت سے صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہیں، جب ہم اسلام کی ایک نہایت ہی معقول اور مدلل سائنسی توجیہہ پیش کریں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمام معقول اور دلکش سائنسی تصورات کا سرچشمہ توحید کا عقیدہ ہے جو اپنی صحیح اور پاکیزہ صورت میں فقط مسلمان قوم ہی کے پاس ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اسلام کی روح ہے اور انسان اور کائنات کے صحیح اور سائنسی نظریہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تحقیق و تجسس کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے سائنسی نظریۂ کائنات کی شکل دیں جس سے انکار کی گنجائش موجود نہ رہے۔ ہمارے اسلامی تحقیق کے تمام اداروں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اسلامی تحقیق ہمارے لئے کوئی غیر ضروری تفریحی مشغلہ نہیں جسے ہم اپنی فرصت یا سہولت کے مطابق اختیار کریں بلکہ یہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر ہم اس کی طرف بروقت اور پوری تن دہی کے ساتھ متوجہ نہ ہوئے تو ہمیں یقینی موت کا منتظر رہنا چاہیے اور پھر ہمارے بعد خدا کوئی اور قوم پیدا کرے گا جو اسلام کا یہ کام کرے گی۔

ہم اپنے آپ کو غلط نظریات کا معتقد بننے سے کیونکر بچا سکتے ہیں؟

اس دور میں یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افکار اور تصورات قوموں کو مفتوح اور مغلوب کرنے والی ایک قوت کی حیثیت سے افواج اور اسلحہ کی تمام قسموں سے زیادہ موثر ہیں چونکہ وہ لاسلکی پر بھی سفر کر سکتے ہیں۔ وہ افواج اور اسلحہ سے بہت زیادہ سریع الحرکت ہیں اور پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں اور صحراؤں کی جغرافیائی رکاوٹیں، بین الاقوامی سیاسی سرحدیں اور فوجی مدافعتی قلعہ بندیاں ان کی یلغار کو روک نہیں سکتیں۔ ہر ریاست ایک منظم نظریاتی جماعت ہوتی ہے۔ جو اپنے پریس، پلیٹ فارم، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے اور اپنی مطبوعات اور دوسرے ملکوں میں قائم کئے ہوئے اطلاعاتی مرکزوں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتب خانوں کی مدد سے اپنے نظریہ کی معقولیت اور دلکشی کو ثابت کرنے والے تصورات کی اشاعت کرتی رہتی ہے تاکہ دوسری قوموں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر مفتوح اور مغلوب کرے۔ وہ نظریاتی جماعت جو دوسری نظریاتی جماعتوں کو اپنے تصورات سے مفتوح اور مغلوب کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ اس بات کا خطرہ مول لیتی ہے کہ زود یا بدیر دوسری نظریاتی جماعتیں اسے مفتوح اور مغلوب کر کے ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ نظریات کی اس جنگ کے میدان کے عین وسط میں موجود ہونے کے باوجود ہم عرصہ دراز سے نہ دوسروں کو اپنے تصورات سے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نہ دوسروں کے تصورات کے بالمقابل اپنی مدافعت اور حفاظت کر رہے ہیں، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس بات کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں کہ ہم دوسری قوموں کے تصورات سے ذہنی طور پر مفتوح اور مغلوب ہو کر مسلمان قوم کی حیثیت سے نیست و نابود ہو جائیں۔ ظاہری طور پر ہم میں سے بیشتر ایسے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی بجائے دوسرے نظریات کی محبت متمکن ہے۔

جس نسبت سے ہم دوسرے تصورات اور نظریات کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی قدر اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ بداخلاقی، فریب کاری، بے حیائی، رشوت ستانی، خود پرستی، جنبہ داری، خاندان پرستی، صوبہ پرستی، چور بازاری، نفع اندوزی اور دوسری بری خصلتیں جو ہمارے معاشرہ میں روز افروزں ترقی پر ہیں اور جن پر ہم میں سے بعض اچھے لوگ اظہار افسوس کرتے رہتے ہیں، سب اس بات کی علامت ہیں کہ اسلام پر ہمارا ایمان مضمحل ہو جاتا جا رہا ہے۔ اسلام پر ہمارے یقین و ایمان کے انحطاط کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اسلام کے متعلق ہمارے افہام پراگندہ اور ہمارے خیالات پریشان ہیں اور ہم یہ جاننے سے قاصر ہیں کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے، کس قسم کی عملی زندگی کا مطالبہ کرنا ہے اور کیوں؟ غلط نظریات اور تصورات کی دھند اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ ہمیں اپنا راستہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاف طور پر نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں کئی خود ساختہ رہبران قوم، جو غیر اسلامی نظریات کے دام میں دوسروں سے کم گرفتار نہیں، اسلام کی نئی تشریح کرنے کے لیے سامنے آ گئے ہیں۔ گویا وہ اپنی غیر معمولی خداداد ذہانت اور قابلیت سے اسلام کو اس کی موجودہ مشکلات سے نجات دے کر مسلمان پر احسان کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اسلام کی کئی متضاد قسم کی توجیہات وجود میں آ گئی ہیں جن سے ہماری پراگندہ خیالی اور بڑھ رہی ہے اور اس اسلام پر ہمارا ایمان اور کمزور ہوتا جا رہا ہے جس پر تاریخ کی ناقابل انکار شہادتوں کے مطابق حضور ﷺ اور صحابہؓ نے عمل کیا تھا۔ اس صورتحال نے بعض مخلص مسلمانوں کو بڑا پریشان کر دیا ہے اور وہ اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام سے بھٹکنے والے مسلمانوں کو خدا، رسول اور قرآن کا واسطہ دے کر اسلام کی طرف واپس لایا جائے۔ لیکن ان کی کوششوں کے باوجود یہ مسلمان اسلام سے روز بروز دور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ کوششیں جو درحقیقت بے یقین مسلمانوں کی مشکلات سے بے خبری پر مبنی ہیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ ہمیں اس بات کو واضح طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ وہ مسلمان جو اسلام پر اپنا یقین کھو بیٹھتا ہے وہ اپنے افکار و تصورات غیر اسلامی نظریات سے عقل، علم، دانش اور سائنس اور فلسفہ کے دلفریب ناموں کے ساتھ مستعار لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک ہم اسلامی تحقیق کے ذریعہ سے ایسا علمی اور عقلی ذخیرہ پیدا نہ کریں جو اس کے غیر مسلم استاد کو اسلام کے حق میں پوری طرح سے متاثر کر سکے ناممکن ہے کہ ہم اس کو اسلام کی طرف واپس بلا سکیں۔

غیر مسلم کو اسلام کا معتقد بنانے کا طریقہ

لیکن ایک غیر مسلم کے سامنے اسلام پیش کرنے کا طریق اس سے بہت مختلف ہے جو ایک مسلمان فرد کے لیے کام میں لایا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک معلم یا مبلغ کی حیثیت سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مخاطب کے معلوم سے آغاز کر کے اس کے نامعلوم کی طرف آئیں اور ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کا معلوم ایک غیر مسلم کے معلوم سے بہت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلف ہے۔ مثلاً ایک مسلمان جانتا ہے کہ قرآن حکیم خدا کی نازل کی ہوئی سچی کتاب ہے۔ ایک غیر مسلم یہ نہیں جانتا۔ وہ صرف قدرت کے ان حقائق اور قوانین کو ہی جانتا ہے جو وہ قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے معلوم کر سکتا ہے اور ہم اس کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے فقط ان ہی حقائق اور قوانین کو بطور دلائل کے پیش کر سکتے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ کا یہ طریق نیا نہیں بلکہ یہ طریق بعینہ وہی ہے جو خود قرآن حکیم نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم منکرین کو بار بار اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خدا پر ایمان لانے کے لیے مظاہر قدرت کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں جہاں ان کو خدا کی ہستی اور صفات کے واضح نشانات نظر آئیں گے اور ایسے حقائق کی بنا پر خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہونے کا مدعی ہے جو قدرت کے مشاہدہ اور مطالعہ سے دریافت کئے جا سکتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم اس بات کی پیش گوئی کرتا ہے کہ خدا مستقبل میں خارجی دنیا اور نفس انسانی سے تعلق رکھنے والے ایسے حقائق کو آشکار کرے گا جن کی روشنی میں منکرین یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ قرآن خدا کی سچی کتاب ہے۔ اب یہ بات مسلم ہے کہ سائنس اور سائنسی طریق تحقیق یعنی مظاہر قدرت کا علم اور اس کے حصول کے طریق کے موجد مسلمان تھے۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمان سائنسدانوں کے ذریعہ سے مشاہدۂ قدرت کی ضرورت کے بارے میں قرآن کی رہنمائی سے مستفید ہو کر ایک عرصہ سے مغرب کے لوگ مظاہر قدرت کا تفصیلی اور تحقیقی مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اب ایسے حقائق کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کر لیا ہے جو مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ان حقائق کو انہوں نے کئی منظم علوم کی صورت میں مرتب کیا ہے جن کے مجموعہ کو سائنس کہا جاتا ہے۔ قدرت کے جو حقائق مادہ، حیوانات اور انسان سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بالترتیب طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات کا نام دیا گیا ہے۔

غیر مسلموں کی کوتاہی

مغرب کے غیر مسلموں نے بے شک مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھنے والے بہت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے حقائق کو بڑی احتیاط اور محنت سے دریافت کر کے مختلف علوم کی صورت میں مرتب کر لیا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ نہیں سمجھ سکے کہ ان حقائق کا حقیقت کائنات کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ حقائق کسی عقلی اور علمی ربط کے بغیر ایک دوسرے سے الگ تھلگ پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب اور مظاہر قدرت کے علم کے متعلق ان کے نقطۂ نظر سے متاثر ہونے والی قوموں کے نصب العینوں یا نظریۂ ہائے حیات یا نظام ہائے حکمت کے اندر بہت زیادہ اختلاف موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حقیقت کو بالعموم درست سمجھا جاتا ہے کہ مظاہر قدرت کے علم سے تعلق رکھنے والے حقائق جن کو عام فہم زبان میں سائنسی حقائق کہا جاتا ہے، عقلی اور علمی نقطہ نظر سے حقیقت کائنات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور ہر نظام حکمت اس کوشش سے عبارت ہوتا ہے کہ حقیقت کائنات کے ساتھ ان کے اس تعلق کو جو نظام حکمت کے موجد کی سمجھ میں آتا ہے واضح کیا جائے اور استدلال کی قوت سے پایہ ثبوت کو پہنچایا جائے۔ دوسرے لفظوں میں ہر نظام حکمت اس کوشش سے صورت پذیر ہوتا ہے کہ سائنسی حقائق کو ان کے علمی اور عقلی ربط وضبط کے ساتھ منظم کیا جائے۔ ایک نصب العین حقیقتِ کائنات اور اس کے اوصاف وخواص کا ایک تصور ہوتا ہے۔ ایک نظریہ حیات ایک مجموعہ تصورات ہوتا ہے جو کسی نصب العین سے ماخوذ ہوتے ہیں خواہ وہ عقلی اور علمی لحاظ سے منظم ہوں یا نہ ہوں لیکن ایک نظام حکمت یا فلسفہ ایسے تصورات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو کسی نصب العین کے ماتحت عقلی اور علمی لحاظ سے مربوط اور منظم کئے گئے ہیں۔

فلسفی کا طریق کار

فلسفی کو سب سے پہلے حقیقتِ کائنات کے متعلق ایک وجدان، ایقان یا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے جو اس کے معلوم حقائق پر اس کے غور وفکر کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس کے خیال میں ان حقائق سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ حقیقتِ کائنات کے اس وجدانی تصور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ معلوم حقائق کے علمی اور عقلی تعلق یا ربط کی وضاحت کرے۔ اس کوشش کے ذریعہ سے وہ دراصل اپنے وجدانی تصورِ حقیقت کی عقلی توجیہ کرتا ہے اور یہی توجیہ اس کا فلسفہ کہلاتی ہے۔ اگر اس کا وجدانی تصورِ حقیقت غلط ہوگا تو اس تصور کی عقلی توجیہ بھی غلط ہوگی اور اس کے افکار و تصورات کی عقلی ترتیب اور منطقی تنظیم کے اندر جا بجا ناہمواریاں اور نادرستیاں ابھر آئیں گی اور رخنے اور جھول پیدا ہو جائیں گے جن کو یا تو وہ نظر انداز کرے گا یا اپنے دلائل کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کرے گا۔ اس قسم کے رخنوں اور جھولوں کا ظہور انسانی اور اجتماعی علوم میں مثلاً نفسیات فرد و جماعت میں اور سیاسیات، اخلاقیات، اقتصادیات، تعلیمات، فن، قانون اور تاریخ کے فلسفوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علوم براہ راست فلسفی کے نظریہ حقیقت پر، جس میں نظریہ انسانی بھی شامل ہے، مبنی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (جیسا کہ حکمائے مغرب خود تسلیم کرتے ہیں) مغرب میں نشوونما پانے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں ایک شدید قسم کا منطقی اور عقلی انتشار پایا جاتا ہے اور جب صورتحال یہ ہو کہ ایک طرف سے انسان کی حقیقت روحانی توجیہ کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری طرف سے انسانی اعمال اور افعال کے مرغب حکماء انسان کی میکانکی اور مادی توجیہ پر مصر ہوں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ مغرب میں پروان چڑھنے والے انسانی اور اجتماعی علوم میں انتشار موجود نہ ہو۔ اس کے برعکس اگر فلسفی کا وجدانی تصورِ حقیقت درست ہو گا تو اس تصور کی عقلی توجیہ کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام علمی حقائق آسانی کے ساتھ ایک دلکش تنظیم اختیار کر لیں گے اور ایک مکمل نظام حکمت کے اندر ایک ایسی مکمل منطقی ترتیب کے ساتھ آراستہ ہو جائیں گے جس میں کوئی رخنہ یا جھول موجود نہیں ہوگا۔

ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا کام

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ صرف حقیقتِ کائنات کا صحیح تصور ہی کسی صحیح فلسفہ کی بنیاد بن سکتا ہے اور ایک فلسفی کے لیے اس کا ہونا یہاں تک ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس کا سارا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کام ناقص، لغو اور بے کار ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلسفی حقیقتِ کائنات کا یہ صحیح تصور کہاں سے لائے اور کیسے حاصل کرے؟ خدا نے فلسفی کی اس شدید ضرورت کا سامان کارخانہ قدرت کے اندر بلا قیمت اور ایک گراں قدر عطیہ کے طور پر خود بخود مرحمت فرما دیا ہے اور وہ نبیؑ کامل صاحبِ قرآن جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا تصورِ حقیقت ہے جسے آپ کا ہر مخلص پیرو آپ کی محبت اور اطاعت کے ذریعہ سے اپنا بنا سکتا ہے۔ ہمارے تمام اسلامی تحقیق کے اداروں کے سامنے کرنے کا اہم کام یہ ہے کہ وہ دنیا کے سامنے یہ ثابت کریں کہ کائنات کے طبیعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی طبقوں سے تعلق رکھنے والے تمام سائنسی حقائق صرف اس وجدانی تصورِ حقیقت کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتے ہیں جو قرآن حکیم پیدا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ غلط نظام ہائے حکمت یا فلسفے جو غیر مسلم کو اسلام کی طرف سے آنے سے روکتے رہتے ہیں اور مسلمان معتقد کے اعتقاد کو خاموشی سے سلب کرتے رہتے ہیں شکست کھا جائیں گے۔ سائنسی حقائق کی حمایت اور تائید ان سے ہٹ کر اسلام کے لیے مہیا ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ فلسفے یقین افروز نہیں رہیں گے اور بے اثر اور بے کار بھی ہو جائیں گے اور ان کی بجائے ایک نیا صاف ستھرا صحیح، معقول اور مدلل فلسفہ جو کلیۃً اسلام کا موید ہوگا بلکہ جو خود اسلام ہی کی ایک حکیمانہ اور سائنسی تشریح اور تفسیر ہوگا، وجود میں آئے گا۔ یہ ہے وہ طریق جس سے ہم دورِ حاضر کے علم کو قرآن کی روشنی میں اغلاط سے پاک کر سکتے ہیں اور دنیا کے سامنے قطعی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ صرف قرآن ہی کا عطا کیا ہوا تصورِ حقیقت صحیح ہے اور یہی ہے وہ طریق جس سے ہم غیر مسلم کو اس کی معلوم اور مسلم صداقتوں یعنی سائنسی حقیقتوں سے استدلال کر کے اس کے نامعلوم حقائق یعنی قرآن حکیم کی صداقت کے یقین کی طرف لا سکتے ہیں اور شک کرنے والے مسلمان کو کفر اور الحاد سے بچا سکتے ہیں اور پھر یہی ہے وہ طریق جس سے ہم اسلام کی وہ حکیمانہ اور سائنسی توجیہ وجود میں لا سکتے ہیں جس کے وجود میں آنے پر اس زمانہ میں ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب اسلام کی سائنسی توجیہ جو بیک وقت انسان اور کائنات کی سائنسی توجیہ بھی ہوگی۔ فی الواقع وجود میں آجائے گی تو وہی ہمارے لئے انسانی اور اجتماعی علوم کی تشکیل جدید کی صحیح اساس بھی ہوگی۔ وہ ہمیں اس قابل بنائے گی کہ ہم مغربی حکماء کی ان کوششوں میں کہ نام نہاد انسانی اور اجتماعی علوم کو سچ مچ کے علوم بنایا جائے، ان کی رہنمائی کر سکیں۔ اس رہنمائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ کوششیں اب تک کامیاب نہیں ہوسکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک ہمارے تحقیقِ اسلامی کے ادارے نفسیاتِ فرد اور نفسیاتِ جماعت اور سیاست، اخلاق، فن تعلیم، اقتصادیات، قانون اور تاریخ کے فلسفوں کو از سرنو اسلام کے تصور حقیقت کی بنا پر اور اسلام کی ایک ہی ممکن سائنسی توجیہ کے اجزا اور عناصر کے طور پر مدون اور مرتب نہ کرلیں، یہ کہنا ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ ان کا کام ابتدائی مرحلوں سے کچھ بھی آگے بڑھ سکا ہے۔ ظاہر ہے یہ کام اس نوعیت کا ہے کہ ایک درجن حکماء کو کئی سالوں تک مصروف رکھ سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے تحقیقِ اسلامی کے اداروں کو جو کام درپیش ہے وہ کتنا وسیع و عریض ہے۔

ایک حیاتیاتی ضرورت

میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ مہیا کرنا مسلمانوں کی ایک حیاتیاتی ضرورت ہے جس کو وہ صرف اپنی زندگی کی قیمت ادا کر کے ہی نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حملہ یا جارحانہ اقدام بہترین مدافعت ہوتا ہے۔ یہ حقیقت جس طرح اس جنگ کی صورت میں درست ہے جو ایک ریاست کو فوجی محاذ پر لڑنی پڑتی ہے اسی طرح سے اس جنگ کی صورت میں بھی درست ہے جو اس کو نظریاتی محاذ پر لڑنی ہوتی ہے۔ اگر ہم بروقت اور اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے، اسلام کی مدافعت کے لیے کے لیے دوسرے نظریات کے خلاف علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہ کھول سکیں تو ممکن ہے کہ پھر اسلام کی مدافعت کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے اور ہم دیکھیں کہ جس نظریۂ حیات کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدافعت کے لیے ہم آخر کار باہر نکل رہے ہیں وہ وہ نہیں جس کی مدافعت کے لیے ہمیں کل تک باہر نکلنے کے لیے کہا جاتا تھا۔ لیکن جب تک ہم اس طریقے پر جس کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے، اسلام کی حکیمانہ اور سائنسی توجیہہ پیدا نہ کریں، ہم اس دور میں علمی اور نظریاتی جہاد کا محاذ نہیں کھول سکتے۔ کام کی فوری ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر ہمیں اپنے بہترین اور سب سے زیادہ زوردار دماغوں کو اس کام پر لگانا چاہیے تاکہ یہ جلد از جلد اپنی تکمیل کے مرحلے طے کرے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر پائی جو میسر آسکتی ہے اس کام پر لگا دیں اور جو لوگ اس کام میں لگ جائیں وہ جب تک کام ختم نہ ہو جائے پوری تندہی کے ساتھ اسی کام میں مصروف رہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں مستشرقی تحقیق اور میکانکی اسلامی تحقیق کے کاموں کو کلیتہً بند کر دینا چاہیے۔ لیکن ہمیں یقیناً مستشرقی تحقیق کے کام کو خواہ ہم آئندہ اس کو کسی بھی نام کے ساتھ جاری رکھنا پسند کریں، یونیورسٹیوں تک محدود کر دینا چاہیے تاکہ اسلامی تحقیق کے واعظ اور فریب کارانہ لقب کے ساتھ جو درحقیقت حیلہ ساز عیسائیت نواز مستشرقی ذہنوں کی پیداوار ہے، وہ ہمارے اسلامی تحقیق کے اداروں میں داخل انداز نہ ہو سکے۔

میکانکی اسلامی تحقیق کا کام

باقی رہا میکانکی اسلامی تحقیق کا کام، اسے کلیتہً اصلی اسلامی تحقیق کے کام کی ضرورتوں کے ماتحت رہنا چاہیے اور فقط ان فضلاء اور حکماء کی درخواست پر ہی انجام دینا چاہیے جو اصلی اسلامی تحقیق کے کام میں لگے ہوئے ہوں تاکہ ان کی ضروریات کو جو ان کے کام کے دوران میں وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں، پورا کر سکے۔ البتہ ہم کو میکانکی اسلامی تحقیق کے کام کی طرف اس وقت بھی رجوع کرنا پڑے گا جب ہم اپنی مقدس کتابوں یعنی قرآن اور حدیث کا یا ان کتابوں کا جو ان مقدس کتابوں کی حکمیاتی یا سائنسی توجیہہ پر مشتمل ہوں گی، اسلام کی عالمگیر اشاعت کے لیے دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے لگیں گے۔ لیکن یہ بات ہماری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتہائی کوتاہ نظری اور ذوقِ صحیح سے تہی دستی کا ثبوت ہوگی کہ ہم ایسے موقعہ پر بلاضرورت میکانکی اسلامی تحقیق پر اپنا سارا وقت صَرف کرتے رہیں جب کہ مقدس کتابوں پر خود ہمارا اپنا یقین ہی ختم ہورہا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک ڈوبتی ہوئی کشتی کے آخری بحرانی لمحوں میں کشتی کو بچانے کی بجائے کشتی پر آنے والی تباہی سے بے پروا ہوکر اس کے مسافروں کی صحیح تعداد اور ان کے کپڑوں کی رنگت اور ساخت کی جزئیات اور تفصیلات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے بڑی کاوش کرتا رہے یہاں تک کہ کشتی ڈوب جائے۔قرآن حکیم کا ایک نہایت ہی عمدہ اشاریہ یا میکانکی اسلامی تحقیق کا کوئی ایسا ہی اور نتیجہ اس مسلمان کے لیے کسی کام کا نہیں جو اسلام پر اپنا یقین کھو چکا ہو۔اگرچہ اسے وجود میں لانے کے لیے سال ہا سال کی محنتِ شاقہ بروئے کار لائی گئی ہو۔

مسلمانوں کی فوری ضرورت

بعض وقت کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی فوری اور شدید ضرورت یہ ہے کہ اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کی جائے۔لیکن جب تک ہم اسلام کو ٹھیک طرح سے اور پوری طرح سے نہ سمجھ لیں ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کیسے کر سکتے ہیں؟ اس وقت ٹھیٹھ اسلام ہی کی مختلف توجیہات کی جارہی ہیں لہٰذا ہمیں پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون سا اسلام ہے جس سے ہم نے ایک نیا قانونی نظام اخذ کرنا ہے؟ جب اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ جو صرف ایک ہی ہوسکتی ہے، وجود میں آجائے گی تو پھر وہ نہ صرف غیر مسلموں کے غلط نظریات اور فلسفوں کی مکمل اور ایمان پرور تردید کرے گی بلکہ اسلام کی ان غلط اور بے بنیاد توجیہات کا بھی مکمل اور یقین افروز ابطال کرے گی جو ان مسلمانوں نے پیش کی ہیں جو اسلام کے جدیدیت زدہ کوتاہ اندیش مسلمان نکتہ چینوں کو مطمئن کرنے کے لیے اسلام کو ایک نئی شکل دینا چاہتے ہیں۔لہٰذا فقط اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر ہم اسلام کے جدید قانونی نظام کی عمارت کھڑی کر سکتے ہیں۔اور اصل بات یہ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ جب اسلام کی ایسی توجیہہ فی الواقع وجود میں آئے گی تو ہم دیکھیں گے کہ احکام اسلامی کی علتوں اور حکمتوں کے کھل جانے کی وجہ سے اسلام کے جدید قانونی نظام کی تشکیل کے بہت سے مشکل مسائل خود بخود حل ہو گئے ہیں اور اس کا سارا کام نہایت آسان ہو گیا ہے۔

بے وقت کی کوشش

مسلمانوں کی زندگی کے اس مرحلہ پر جب اسلام پر ان کا یقین کمزور ہو رہا ہے، اسلام کے قانونی نظام کی تشکیل جدید ایک بے وقت کی کوشش اور ایک بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام کے موجودہ قوانین بہتر نہیں بلکہ بدتر ہو جائیں گے۔ مجتہد کو جو چیز صحیح اجتہاد کے راستہ پر رہنمائی کرتی ہے وہ علوم قدیمہ وجدیدہ کا علم ہی نہیں بلکہ خدا کی محبت اور معرفت کا نور بھی ہے۔ انحطاطِ دین کے اس زمانہ میں یہ نور نایاب نہیں تو صعب الحصول ضرور ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی مسلمان کے دل میں یہ نور پوری طرح سے روشن ہو، نہ صرف یہ ضروری ہے کہ وہ عرصہ دراز تک قرآن اور حدیث کے گہرے مطالعہ میں لگا رہے اور صحابہ اور ائمہ اور صلحا کی پاکیزہ اور مجاہدانہ زندگیوں سے اثر پذیر ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح سے اسلام کے اخلاقی اور مذہبی نظم وضبط کے ماتحت رکھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت اسلام کے معاشرتی قوانین کو بدلنے کی فوری ضرورت ہے لیکن جب تک ہم اسلام کے اخلاقی اور مذہبی قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اس وقت تک ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کی بھی کوئی عزت نہیں کر سکتے اور اس وقت تک ٹھیک طرح سے یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہمیں اسلام کے معاشرتی قوانین کو کس طرح بدلنا چاہیے اور آیا ان کو بدلنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں ہم اسلام کے معاشرتی قوانین کو کم از کم اسلام کے ان اخلاقی اور مذہبی قوانین کی روشنی میں نہیں بدل سکتے جن کی خلاف ورزی ہم دن رات کرتے رہتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سچا اجتہاد

سچا اجتہاد ہمیشہ اسلام کی گہری محبت کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس شریعت کی ایک قدرتی اور بے ساختہ نشوونما کی صورت اختیار کرتا ہے جو حضور ﷺ اور صحابہؓ نے ہمارے لئے چھوڑی ہے۔ اجتہاد کے لیے ہماری موجودہ خواہش اسلام کی محبت کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام کی پوشیدہ نفرت اور غیر اسلامی نظریات کی چھپی ہوئی محبت اور ستائش کا نتیجہ ہے۔ اس کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ اسلام کے احکام کو اس طرح سے بدل دیا جائے کہ وہ ہمارے ان خیالات اور تصورات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائیں جو ہم نے غیر اسلامی نظریات سے مستعار لیے ہیں اور جن کو ہم دل ہی دل میں چاہتے اور بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔ یہ خواہش دراصل اس بات کی ایک کوشش ہے کہ اسلام کو اس ''حکمت'' اور ''دانائی'' سے بہرہ ور کیا جائے جو ہم نے دوسرے نظریات سے سیکھی ہے اور اس طرح سے اسلام کو ایک نئے ''حسن و جمال سے اور ایک نئی شان و شوکت'' سے جس کا نظارہ ہم ان نظریات کی قیادت میں کر چکے ہیں ''مزین'' کیا جائے۔ یہ سچا اجتہاد نہیں کیونکہ یہ وہ اجتہاد نہیں جو شریعت کی قدرتی اور بے ساختہ نشوونما کی صورت اختیار کرتا ہے بلکہ یہ شریعت کی تحریف ہے جو ہم اپنے توہمات کے زیر اثر کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ ایک ایسی کوشش ہے جس سے ہم دوسرے نظریات کو، جنہیں ہم پسند کرتے ہیں، جہاں تک ہمارا بس چلتا ہے، اسلام کا مقام دینا چاہتے ہیں۔ سچا اجتہاد اس وقت ممکن ہوگا جب ہم اسلام سے پھر ایسی ہی محبت کا احساس کرنے لگیں گے جیسی کہ پہلے ہمارے دلوں میں تھی اور ہم اس شریعت کو جس پر حضور ﷺ اور صحابہؓ کا عمل تھا پھر ایسی ہی محبت کی روشنی میں پوری طرح سے سمجھنے لگیں گے۔ جب تک ہمیں اسلام کی محبت کا یہ مقام پھر حاصل نہیں ہو جاتا ہم اسلام کی اس بصیرت سے محروم رہیں گے جس کی مدد سے ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ میں جو تغیر واقع ہوا ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے یا نہیں کہ ہم شریعت کی روشنی میں اس کی اصلاح کے لیے نئے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قوانین وضع کریں اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بصیرت حاصل تھی تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوجاتا ہے کہ عام بے یقینی کے اس دور میں یہ بصیرت ہمیں بھی حاصل ہے!

ہمارے معاشرہ کے موجودہ حالات کس چیز کے مقتضی ہیں؟

جس چیز کو ہم معاشرہ کا ایک ناگزیر ارتقائی تغیر سمجھ رہے ہیں وہ ہمارے خیال میں اجتہاد اور نئے قوانین کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ درحقیقت مغرب کی تقلید میں ہماری عام اخلاقی گراوٹ، غیر اسلامی نظریات سے ہماری محبت اور اسلام کے اخلاقی اور دینی ضبط اور نظم سے ہماری نفرت اور بغاوت کے عوامل ہیں جو ایک دوسرے پر عمل اور ردعمل کر رہے ہیں۔ یہ تمام حالات اسلام پر ہمارے یقین کے انحطاط کی علامات کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ موجودہ صورت میں ہمارا اجتہاد باطل ہوگا اور ان افسوسناک حالات کو بہتر نہیں بلکہ بدتر بنائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجتہاد شریعت کے وقار کو اور اس کے ساتھ پورے اسلام کے وقار کو اور کم کرے گا جس سے ہمارا یقین اور مضمحل ہوجائے گا اور ہم میں سے بعض لوگ، جن کا ایمان پہلے ہی کمزور ہے، ناحق اور ناروا طور پر یہ سمجھنے لگیں گے کہ اسلام ایک وقتی نظریۂ حیات تھا جو حالات کے ساتھ بدل گیا ہے۔ لیکن اسلام کی ساری تاریخ بتا رہی ہے کہ ایسے اجتہاد کو سچے مسلمانوں نے کبھی قبول نہیں کیا اور اس کے باوجود سچا اسلام ہمیشہ زندہ اور باقی رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اقبال نے کہا ہے کہ یقین و ایمان کے انحطاط کے اس دور میں متقدمین کے قدم پر چلنا اس سے بدرجہا بہتر اور محفوظ تر ہے کہ ایسے لوگوں کا اجتہاد قبول کیا جائے جو نور ایمان سے محروم ہو چکے ہوں۔ ان حالات کا صحیح علاج یہ نہیں کہ ہم نئے قوانین وضع کریں جو ہمارے اعمال و افعال کو زیادہ سے زیادہ مصنوعی اور سطحی طور پر بدل سکتے ہیں بلکہ ان کا صحیح علاج یہ ہے کہ ہم اسلام کے جدید نظام تعلیم کو نافذ کریں جس میں خدا کا تصور تمام طبیعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی یا انسانی اور اجتماعی علوم کو منظم کرنے والا محوری اور مرکزی تصور ہو۔ صرف ایسا نظام تعلیم ہی فرد کو ذہنی طور پر پوری طرح سے بدل کر درست کر سکتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ نہ تو کوئی دیانتداری ہے اور نہ انصاف کہ ہم پہلے خود ہی ایک ایسا تعلیمی اور ثقافتی ماحول پیدا کریں جس میں فرد کی ذہنی اور نفسیاتی تربیت صرف اس طرح سے ہو سکے کہ وہ اسلام کے نقطہ نظر سے سوچنے اور کام کرنے کے قابل نہ رہے اور پھر یہ شکایت کریں کہ اس کے اعمال وافکار درست نہیں اور ایسے قوانین وضع کریں جو اس کے نادرست اعمال میں ایک بیرونی مصنوعی دباؤ کی صورت میں رکاوٹ پیدا کریں۔ قوانین صرف وہاں کام کرنے کے لیے وضع کیے جاتے ہیں جہاں تعلیم ناکام رہ گئی ہو۔ ہمارے لئے اس بات کا کوئی جواز موجود نہیں کہ ہم تعلیم کی اصلی دلوں کو بدلنے والی قوت کو آزمائے بغیر قوانین کی مصنوعی قوت سے کام لیں جو ہمارے ظاہری اعمال کو بھی بدل نہیں سکتی۔ تعجب کا مقام ہے کہ ہم معاشرہ کو جدید اسلامی نظام تعلیم کے ذریعہ سے حقیقی معنوں میں اور بنیادی طور پر بدلنے کی بجائے اسے مصنوعی اور سطحی طور پر بدلنے کے لیے موجودہ اسلامی قوانین کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب قوانین پر عمل کرنے کی نیت موجود نہ ہو تو ان کی زد سے بچ کر نہایت آسانی کے ساتھ ان کی خلاف ورزیاں کی جاسکتی ہیں۔

لیکن جدید اسلامی نظام تعلیم جو نہ صرف اسلامی ہونا چاہیے بلکہ علمی اور عقلی لحاظ سے بھی محکم اور غیر متزل بنیادوں پر قائم ہونا چاہیے، اس بات پر موقوف ہے کہ آیا ہم تعلیم کا کوئی معقول اور صحیح فلسفہ جو لازماً اسلامی فلسفہ ہوگا، پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں اور تعلیم کا ایسا فلسفہ انسان اور کائنات کی صحیح علمی اور عقلی توجیہہ، دوسرے لفظوں میں اسلام کی سائنسی اور حکمیاتی توجیہہ کے ایک جزو کے طور پر ہی وجود میں آسکتا ہے، ورنہ وجود میں نہیں آسکتا۔ اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسلام کی یہی سائنسی اور حکمیاتی توجیہہ ہے جو اسلامی نظام قوانین کی ایک ہی ممکن بنیاد بھی ہے۔ غرض ہم جس نقطہ نظر سے بھی دیکھیں ہماری فوری ضرورت یہ نہیں کہ ہم اسلام کے قوانین کو بدل دیں بلکہ یہ ہے کہ ہم اصلی اور صحیح قسم کی اسلامی تحقیق کے ذریعہ سے اسلام کی حکمیاتی اور سائنسی توجیہہ پیدا کر کے اسلام پر اپنے ایمان کو تازہ کریں اور اسلام کی صحیح

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمی اور عقلی واقفیت سے اپنے آپ کو مسلح کریں تا کہ محض عالم انسانی کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے ہم جس نظریاتی جنگ میں مجبوراً شریک ہیں، اس میں فتح پائیں اور شکست کھا کر مٹنے سے محفوظ رہیں۔

میکانکی تحقیق کی ایک نئی قسم

جو لوگ اسلام کی محبت سے بے نصیب ہو کر دل ہی دل میں غیر اسلامی نظریات کی طرف مائل ہو چکے ہیں، ان کی اس خواہش نے کہ اسلامی قوانین کو بدل دینا چاہیے، پاکستان میں ایک نئی قسم کی میکانکی تحقیق کو جنم دیا ہے جسے بہت سے مسلمان غلطی سے اسلامی تحقیق سمجھتے ہیں۔ پہلے اس بات کی خواہش کرنا کہ اسلامی قوانین کو غیر اسلامی نظریات کی سمت میں بدل دیا جائے اور پھر اس خواہش کی تکمیل کے لیے موافق حالات پیدا کرنے کی غرض سے ایسی صحافتی قسم کی کتابیں تیار کرنا جن میں ہمارے علماء متقدین و متاخرین کے موجودہ علمی ذخیروں کو بلکہ قرآن و حدیث کے ترجموں کو بھی ایک نئی ترتیب، نئی زبان اور نئے مفہوم کا جامہ پہنایا گیا ہو جو اس خواہش سے مطابقت رکھتا ہو، ایک ایسا عمل ہے جسے ہم ایک خاص مقصد سے انجام دی ہوئی میکانکی قسم کی کتاب سازی تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسلامی تحقیق کا نام نہیں دے سکتے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ اصلی اور حقیقی اسلام کی علمی، عقلی اور حکمیاتی بنیادوں کو دریافت کیا جائے اور واضح کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ اس اسلام کو بدل دیا جائے اور جس حد تک بھی ممکن ہو اسے غیر اسلامی نظریات اور ان کے تصورات کے قریب تر لایا جائے تا کہ ان نظریات کے چاہنے والوں کو اسلام سے مطمئن کیا جا سکے لیکن اس قسم کی میکانکی تحقیق کا شوق رکھنے والے اس بات کو فراموش کر جاتے ہیں کہ جن نظریات سے توافق کی وہ آرزو رکھتے ہیں وہ خود ناپائیدار ہیں اور اپنا کوئی مستقبل نہیں رکھتے اور صرف ایک ہی نظریۂ حیات یہ صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ تا قیامت زندہ اور قائم رہے اور یہ وہی اسلام ہے جو حضور ﷺ نے ہم میں چھوڑا تھا اور جس پر صحابہؓ نے عمل کیا تھا۔ اس قسم کی میکانکی تحقیق کے مقصد اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طریق کار سے آشکار ہے کہ اسے انجام دینے کے لیے کسی بڑی علمی قابلیت کی ضرورت نہیں۔ چونکہ غیر اسلامی نظریات کے تصورات کی طرف جھکنا اور اسلام کی بجائے ان کی حمایت خود کرنا اور دوسروں کو ان کی حمایت پر آمادہ کرنا ایک لاشعوری عمل ہوتا ہے اور جو لوگ اس عمل کا شکار بنتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ذہانت سے اسلام کی ایک نہایت ہی حیرت انگیز، اچھوتی اور دلکش تشریح دریافت کر لی ہے اور وہ اسے پیش کر کے اسلام کو بچانے اور ہر دلعزیز بنانے کی ایک نہایت ہی بے نظیر خدمت بجا لا رہے ہیں جو دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

علمائے متقدمین کی اسلامی تحقیق ہمارے زمانہ کے چیلنج کا جواب نہیں بن سکتی

بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ اسلام کی سائنسی اور حکمیاتی تشریح جس کی ہمیں اس زمانہ میں ضرورت ہے، امام غزالی، شاہ ولی اللہ اور دوسرے مقتدر ائمہ دین کی اسلامی تحقیق کے اندر پہلے سے ہی موجود ہے اور اب ہمیں اسلام کی مزید کسی علمی تشریح کی ضرورت نہیں، لیکن یہ خیال درست نہیں۔ ان بڑے بڑے ائمہ اور فضلا کی اسلامی تحقیق خواہ ان کے اپنے زمانہ کے علمی چیلنج کے جواب کے طور پر کیسی ہی گرانقدر اور کارآمد کیوں نہ ثابت ہوئی ہو، تاہم وہ جس صورت میں اِس وقت ہمارے سامنے موجود ہے، ہماری اس کوشش میں کہ ہم اسلام کی طرف سے اس زمانے کے علمی چیلنج کا کافی اور شافی جواب مہیا کریں، ہماری ذرا بھی مدد نہیں کر سکتی۔ اِس زمانہ کے حکیمانہ تصورات اور نظریات جو اسلام سے ٹکراتے ہیں اور جن کی تردید پیش کرنا ہمارا فرض ہے مثلاً مارکسزم، ڈارونزم، فرائڈزم، ایڈلرزم، میکڈوگلزم، بی ہیویرزم، لاجیکل پازیٹوزم وغیرہا جو عصر حاضر کی مخصوص علمی فضا کی پیداوار ہیں، اپنی نوعیت اور اپنے طرز استدلال کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں اور ہمارے بڑے بڑے مقتدمین علماء اور فضلا ان سے قطعی طور پر نا آشنا تھے۔ لہٰذا یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی کتابوں میں ان کی تردید مہیا کر چکے ہیں حد درجہ کی سادگی ہے۔ چونکہ ہم ہی ان سے واقف ہوئے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اسلام کی مدافعت کرنے اور اس کے علمی اور عقلی مقام کو بلند رکھنے کے لیے ان کی تردید بہم پہنچانا ہمارا ہی کام ہے۔ ہر دور کا علمی چیلنج مختلف ہوتا ہے اور اس کا جواب ان ہی مسلمانوں کو دینا ہوتا ہے جو اس دور میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے اس چیلنج کا سامنا کر رہے ہوں۔

اس بات کے علاوہ، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے، اسلامی تحقیق کے فاضل کا کام نہ صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے غلط فلسفیانہ تصورات کی تردید کرے اور ان کو غلط ثابت کرے بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے صحیح فلسفیانہ تصورات کی مدد سے جو صحیح ہونے کی وجہ سے لازماً اسلام کی تائید کریں گے، اسلام کو عقلی اور علمی لحاظ سے زیادہ دلکش، زیادہ مضبوط اور زیادہ یقین پرور بنائے۔ جس طرح سے اس دور کے غلط فلسفیانہ تصورات صرف اسی سے مخصوص ہیں۔ اسی طرح سے وہ صحیح فلسفیانہ تصورات بھی جو اس زمانہ میں آشکار ہوئے ہیں اسی کا طرۂ امتیاز ہیں۔ یہ ثانی الذکر تصورات اول الذکر تصورات میں اس طرح سے دبے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں جواہرات۔ جب تک ہم نئے کوڑے کرکٹ کو برباد نہ کریں ہم نئے جواہرات تک نہیں پہنچ سکتے۔ غرض ہمیں اس زمانہ میں اصلی اسلامی تحقیق کے کام کو نہ صرف اس لیے انجام دینا پڑے گا کہ ہم نئے علمی کوڑہ کرکٹ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں بلکہ اس لیے بھی کہ ہم نئے علمی جواہرات کو، جو اس میں دبے پڑے ہیں، اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں۔

غلط فلسفیانہ تصورات کی تردیدوں کے نقائص

پھر شاید یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں بھی کئی علماء اسلام عصر حاضر کے غلط فلسفیانہ نظریات کی تردید مہیا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن ان تمام تردیدوں کا مشترک نقص یہ ہے کہ وہ ان نظریات کے ایسے مطالعہ پر مبنی نہیں جو مخالفت کے جذبہ سے الگ ہو کر منصفانہ اور ہمدردانہ طور پر کیا گیا ہو لہٰذا وہ ان کی صحیح اور مکمل واقفیت پر قائم نہیں۔ اس کے علاوہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت سے سوالات پیدا کرتی ہیں جن کا جواب نہیں دیتیں اور حقیقتِ انسان و کائنات کے بہت سے مسلمہ اور درست حقائق کو اپنے پیش کیے ہوئے قرآنی نظریاتِ کائنات کے ساتھ متعلق نہیں کرتیں اور ایک بگڑی ہوئی صورت میں بدستور غیر اسلامی نظریات کے ساتھ متعلق رہنے دیتی ہیں، لہٰذا وہ تشنہ، نامکمل اور ناتمام رہ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا علمی اور عقلی معیار دورِ حاضر کے مسلمہ علمی اور عقلی معیاروں کے مطابق نہیں اور وہ فلسفیانہ استدلال اور حکیمانہ تشریح اور تفسیر کے رائج الوقت طریق اور تکنیک کی پیروی نہیں کرتیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان نظریات کے غیر مسلم ماننے والوں اور مسلمان ہمدردوں کو قائل نہیں کر سکتیں لہٰذا بالکل بے اثر اور بے کار ہیں۔ ان کا مقصد زیادہ تر یہ ہے کہ ان مسلمانوں کو خوش کیا جائے جو زمانہ کے علمی چیلنج سے بے خبر ہونے کی وجہ سے صحیح قسم کی اسلامی تحقیق کو کام میں لا کر اس چیلنج کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور حکمتِ اسلامی کے اس علم سے مطمئن ہیں جو اس وقت تک میسر ہے اور غیر مسلموں کے سامنے پوری طرح سے پایۂ ثبوت کو پہنچائے بغیر اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلام ماضی اور مستقبل کے تمام فلسفوں سے زیادہ معقول اور مدلل ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسلام کے ایسے مکمل نظامِ حکمت کے بغیر جو کائنات کے تمام معلوم، مسلّم اور درست حقائق کو تسلیم اور واضح کرتا ہو، کوئی چیز بھی ان حکیمانہ تصورات کا مکمل، مستقل اور یقین پرور جواب نہیں بن سکتی جو اس وقت ہمارے دین کی بنیادوں کے ساتھ ٹکر لے رہے ہیں۔

اسلامی تحقیق کے فن کی تعلیم اور تربیت ضروری ہے

شاید یہ بھی کہا جائے کہ شاہ ولی اللہؒ اور امام غزالیؒ ایسے ائمہ دین، جنہوں نے اسلام پر قیمتی تحقیقی اور تخلیقی کام کیا ہے، نادر شخصیتیں تھیں جن میں اس قسم کے کام کی غیر معمولی خداداد صلاحیتیں تھیں اور ہمارے لئے یہ مشکل ہوگا کہ ہم اسلام پر اعلیٰ معیار کا اصلی تحقیقی کام، جس کی ہمیں اس وقت ضرورت ہے، ایسے عالموں کی خدمات کے ذریعہ سے حاصل کر سکیں جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے بہترین دماغ ہونے کے باوجود قدرت کی عطا کی ہوئی تخلیقی قابلیتوں سے بہرہ ور نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں میری مودبانہ التماس یہ ہے کہ ہر قوم میں ایسے افراد کافی تعداد میں ہوتے ہیں جن کو قدرت نے ہر قسم کی صلاحیتوں سے بہرور کیا ہوتا ہے لیکن ان کی صلاحیتیں بالعموم مخفی رہتی ہیں، خواہ قوم کو ان کی صلاحیتوں کی کیسی ہی شدید ضرورت کیوں نہ ہو۔ لیکن جب تک کوئی صلاحیتوں کا مالک اتفاقاً ایسے حالات میں رہنے کا موقعہ نہ پائے جو ان کے مکمل اظہار اور نشوو ارتقاء کے لیے خاص طور پر سازگار ہوں، اس وقت تک وہ آشکار نہیں ہوتیں۔ سینکڑوں شاہ ولی اللہؒ اور غزالیؒ ایسے ہوں گے جو سازگار حالات نہ پانے کی وجہ سے شاہ ولی اللہ اور غزالی نہیں بن سکے۔ اگر ہم بہت سے ذہین، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اسلام دوست نوجوانوں کو ایسے حالات مہیا کریں جو اسلامی تحقیق کی قابلیتوں کی نشوونما کے لیے موافق ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے چند نہایت عمدگی اور کامیابی کے ساتھ اسلامی تحقیق کا وہ کام انجام نہ دے سکیں جس کے بغیر ہماری بقاء خطرے میں ہے۔

اسلامی تحقیق کے فاضل کی ضروری علمی قابلیتیں

چونکہ اسلامی تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ دورِ حاضر کے غلط فلسفیانہ نظریات اور تصورات نے اسلام کو جو چیلنج دے رکھا ہے اس کا تسلی بخش جواب مہیا کیا جائے لہٰذا جدید فلسفیانہ تصورات کا علم وفہم اور جدید فلسفیانہ طرز استدلال کی واقفیت اور مہارت اسلامی تحقیق کے فاضل کی ضروری قابلیتیں شمار ہوں گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سائنسی علوم مثلاً طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات سے ایک عام واقفیت رکھتا ہو بالخصوص ان علوم کی ان ترقیوں سے جو اس بیسویں صدی میں رونما ہوئی ہیں، یہاں تک آشنا ہو کہ ان کے فلسفیانہ مضمرات اور نتائج کو سمجھ کر کام میں لا سکے۔ سائنس کی واقفیت سے اسے ایک اور فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ وہ سائنسی طریق تحقیق اور طریق بیان کو سمجھنے کی وجہ سے اپنی طرزِ تحریر کو معقولیت اور برجستگی کے سانچوں میں ڈھال سکے گا۔ یہ کہنا ضروری نہیں کہ اسے کم از کم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحریری عربی زبان کی درجہ اوّل کی واقفیت حاصل ہونی چاہیے کیونکہ یہ اس کی بنیادی ضرورت ہے۔اس کے بغیر وہ قرآن، حدیث اور فقہ کی کتابوں کے مطالب اور مضامین تک براہ راست دسترس نہیں پا سکتا۔ایک اور خصوصیت جو اس کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے محبت رکھتا ہو اور اس کی عائد کی ہوئی اخلاقی اور دینی پابندیوں کو بطیبِ خاطر قبول کرتا ہو۔

وہ شخص جو ایک فلسفی کی تربیت، مہارت اور بصیرت سے بے بہرہ ہو اور آج تک کے تمام فلسفیانہ تصورات اور سائنس کے تازہ انکشافات کے فلسفیانہ مضمرات کی پوری واقفیت نہ رکھتا ہو تو خواہ اسے قرآن و حدیث، فقہ اور علماء متقدمین کی تمام کتابیں ازبر ہوں وہ اصلی اسلامی تحقیق کے کام کو مطلقاً انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اس صورت میں وہ جان نہیں سکتا کہ ان تصورات پر اسلام کی تنقید کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسی قابلیتوں کے افراد پوری تعداد میں اور بآسانی میسر نہیں آ سکتے۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے ملک کا اسلامی تحقیق کا کوئی ادارہ کسی ایک فاضل کی رہنمائی میں جو دوسروں سے زیادہ ان قابلیتوں کا مالک ہو، ہر سال چند موزوں تعلیم یافتہ افراد میں خاص تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان قابلیتوں کو پیدا کرے تا کہ اسلامی تحقیق کا کام خاطر خواہ طریق سے جاری رہ سکے۔ان افراد کو معقول تنخواہیں دی جائیں اور تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد ماہرِ تحقیقِ اسلامی کی معتبر سندیں دی جائیں۔

تحقیقِ اسلامی کی تعلیم و تربیت کے ضروری نکات

اسلامی تحقیق کے رہنما فاضل کو چاہیے کہ ہر فاضل پر، جو اس کے زیر تربیت ہے، دورانِ تربیت اچھی طرح سے واضح کر دے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

ا۔قرآن حکیم کی روح سے پوری طرح سے واقفیت پیدا کرے۔اگر وہ قرآن کی روح سے واقف نہیں ہو گا تو اس کے لیے نامکمل ہو گا کہ وہ غلط فلسفیانہ تصورات کو صحیح فلسفیانہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصورات سے ممیز کر سکے۔ اس کے سارے تحقیقی اور تخلیقی کام کی اہمیت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آیا وہ غلط تصورات کو صحیح تصورات سے تمیز کر سکتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اسے اپنے وقت کا بہت سا حصہ قرآن وحدیث اور سیرت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وصحابہ اور امت کے صلحا وصوفیا کی سوانح حیات کے مطالعہ میں صرف کرنا ہوگا۔

۲۔ ان فلسفیانہ نظریات اور تصورات سے پوری پوری واقفیت پیدا کرے جو اسلامی نظریۂ انسان وکائنات سے مغائرت رکھتے ہیں اور جن کو اسے غلط اور بے بنیاد ثابت کرنا ہے۔

اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان نظریات اور تصورات کے اصلی ماخذ کا براہ راست اور ہمدردانہ مطالعہ کرے۔ جب تک ہم کسی کامیاب اور بڑے فلسفی کے افکار کا مطالعہ ہمدردانہ نقطہ نگاہ سے نہ کریں ہم اس کو ٹھیک طرح سے نہیں سمجھ سکتے اور جب تک ہم اسے ٹھیک طرح سے نہ سمجھیں ہم اس کی غلطیوں کو آشکار نہیں کر سکتے۔

۳۔ دور حاضر کے فلسفیانہ نظریات اور جدید سائنسی انکشافات کے فلسفیانہ مضمرات اور نتائج سے مکمل واقفیت پیدا کرے۔

۴۔ اپنی تحقیق کے نتائج کو ضبط تحریر میں لاتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھے کہ دنیا بھر میں چوٹی کے غیر مسلم علماء اور حکماء اس کے مخاطب ہیں۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں وہ زیر تحقیق علمی مسائل پر ایسے خالص سائنسی اور غیر جانبدارانہ نقطہ نظر سے بحث کر سکے گا جو غیر مسلم اور مسلمان دونوں کے لیے یقین افروز ہو۔

۵۔ اس بات کی کوشش کرے کہ جس غلط تصور کو وہ غلط ثابت کر رہا ہے اس کی جگہ صحیح تصور کو رکھے اور یہ صحیح تصور جس قدر سوالات پیدا کر رہا ہو ان سب کا تسلی بخش جواب دے۔ فلسفیانہ مسائل میں ایک منفی نقطۂ نظر یقین پیدا نہیں کر سکتا لیکن جب کسی صحیح تصور کے پیدا کیے ہوئے تمام سوالات کا جواب دیا جائے تو ایک مکمل فلسفۂ کائنات وجود میں آجاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ وہ غلط تصورات جس کی جگہ یہ صحیح تصور لے رہا ہے کسی اور غلط فلسفۂ کائنات کا جزو ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ انسان اور کائنات کا ایک مکمل صحیح فلسفہ پیدا نہ کرے وہ کسی غلط فلسفیانہ تصور کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

مثال کے طور پر جب تک وہ ایک ایسا اسلامی فلسفۂ تاریخ پیدا نہ کرے جو عقلی اور علمی لحاظ سے مکمل طور پر قابل قبول ہو وہ بے خدا اشتراکی فلسفۂ تاریخ کا ابطال نہیں کر سکے گا۔ پھر اس کا یہ اسلامی فلسفۂ تاریخ بہت سے سوالات پیدا کرے گا جو اس کو فلسفہ کے اور مسائل میں کھینچ لائیں گے اور اگر وہ ان سوالات کا بھی جواب دے گا، جیسا کہ اسے ضرور دینا چاہیے، تو پھر اس کا فلسفۂ تاریخ محض ایک فلسفۂ تاریخ ہی نہیں رہے گا بلکہ کائنات کا ایک مکمل فلسفہ بن جائے گا۔ اسی طرح سے جب تک کہ وہ عملِ ارتقاء کے سبب کا کوئی ایسا فلسفہ مہیا نہ کرے جو قرآن کے نظریۂ انسان و کائنات کے ساتھ مطابقت بھی رکھتا ہو اور علمی اور عقلی نقطۂ نظر سے مکمل طور پر تسلی بخش بھی ہو اس وقت تک وہ ڈارون کے بے خدا میکانکی نظریۂ کائنات کی کامیاب تردید نہیں کر سکے گا۔ پھر اس کے قرآنی نظریۂ تاریخ کی طرح اس کا قرآنی نظریۂ ارتقاء بھی بہت سے سوالات پیدا کرے گا جن کا جواب ایک مکمل فلسفۂ کائنات کی صورت اختیار کرے گا۔

۶۔ جب وہ کسی غلط نظریہ کو غلط ثابت کرتے ہوئے بعض تصورات کو درست قرار دے کر ان کی مدد لے تو کسی دوسرے نظریہ کو غلط ثابت کرتے ہوئے ان کو غلط قرار نہ دے۔ اسی طرح سے جب وہ کسی صحیح قرآنی تصور کو درست ثابت کرتے ہوئے بعض تصورات کو غلط قرار دے تو پھر کسی دوسرے صحیح قرآنی تصور کو درست ثابت کرتے ہوئے ان کو صحیح قرار نہ دے۔ اور پھر جب وہ کسی غلط تصور کو غلط ثابت کرتے ہوئے ان کو صحیح قرار نہ دے اور جب وہ کسی غلط تصور کو غلط ثابت کرتے ہوئے بعض تصورات کو غلط قرار دے دے تو کسی اور تصور کو غلط ثابت کرتے ہوئے ان کو درست قرار نہ دے۔ اس کے برعکس اس کے لیے ضروری ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہر تصور کے بارے میں ایک ہی موقف پر قائم رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی تصور کے درست یا نا درست ہونے کے بارے میں وہ ایک ایسا موقف اختیار کرے جس سے وہ ہر حالت میں وابستہ رہ سکتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لے کہ مختلف غلط نظریات اور تصورات کو غلط ثابت کرنے کی جو کوشش وہ کرے گا وہ اسی صورت میں بے خطا اور کامیاب ہوگی جب وہ ان سب کی تردید کے لیے صرف ایک ہی نظریہ کائنات کو، جو ظاہر ہے کہ صحیح اور قرآنی نظریہ کائنات ہی ہوگا، کام میں لائے گا۔ اس صورت میں اس کے اسلامی نظریۂ تاریخ کو مکمل کرنے والا فلسفۂ کائنات اور اس کے نظریہ ارتقاء کو مکمل کرنے والا فلسفۂ کائنات، جن کا ذکر اوپر الگ الگ کیا گیا ہے، دونوں ایک دوسرے سے ذرہ بھر مختلف نہیں ہو سکتے اور دونوں ایک ہی ہوں گے۔

صحیح فلسفۂ کائنات صرف ایک ہے اور وہ اسلام کا فلسفۂ کائنات ہے

اسلام کے ضمن میں جب فلسفہ کا ذکر آتا ہے تو بعض مسلمان یہ کہا کرتے ہیں کہ اسلام کا فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خیال بہت بڑی غلطی ہے۔ حکمت اور فلسفہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ قرآن مجید حکمت کی کتاب ہے اور حکیم خدا کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے۔ فلسفی صداقت کی تلاش کرتا ہے کیونکہ صداقت کے ندر ہی یہ صلاحیت ہے کہ وہ علمی اور عقلی لحاظ سے درست ہو اور درست ثابت کی جا سکے۔ فلسفی صداقت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور اسے صداقت نہیں ملتی لیکن خدا تو بات ہی وہ کہتا ہے جو از سرتا پا صداقت اور حق ہوتی ہے (وقولہٗ الحق) لہٰذا اگر خدا کی بات حکمت نہیں تو اور کس کی بات حکمت ہے؟ پھر فلسفی کائنات کے بھید تلاش کرتا ہے اور اسے کامیابی نہیں ملتی۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنے فکر اور استدلال میں غلطیاں کرتا ہے اور اسے کامیابی نہیں ملتی۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنے فکر اور استدلال میں غلطیاں کرتا ہے لیکن خدا وہ ہے جو کائنات کے بھید کو جانتا ہے وہ دوسرے فلسفیوں کی طرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سِرّ کائنات سے ناآشنا نہیں کہ اس کی بات سچی اور بے خطا حکمت نہ ہو۔ اسی بنا پر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی بات سچی ہے۔ "قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط "[الفرقان ۲۵،۶] قرآن حکیم مجمل حکمت کائنات ہے اور اس کی تفصیل اور تشریح بھی، جو تا قیامت ہوتی رہے گی حکمت کائنات ہے۔ یہی تشریح اور تفسیر کتاب حکمت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سکھایا۔ "وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ "[البقرہ ۲:۱۲۹] اور جسے خدا کے وہ بندے جنہیں خیر کثیر عطا ہو گی تا قیامت سکھاتے رہیں گے۔ "وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ط "[البقرہ ۲:۲۶۹] اور جسے تبلیغ دین کے لیے کام میں لانے کا حکم دیا ہے۔ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" [النحل ۱۶:۱۲۵] ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں صرف ایک فلسفہ صحیح ہے اور باقی سب فلسفے غلط ہیں اور صحیح فلسفہ وہ ہے جو قرآن حکیم پر مبنی ہو اور جو خدا کے عقیدہ سے آغاز کرے اور خدا کے عقیدہ پر ختم ہو لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام کا فلسفہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اسلام ایک فلسفہ نہیں تو وہ دورِ حاضر کے فلسفوں کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور مسلمان ان غلط فلسفوں سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور اس کو ساتھ لے کر اسلام کی تبلیغ اور اشاعت نہیں کر سکتے اور باطل فلسفہ کے پرستاروں کو مشرف باسلام نہیں بنا سکتے۔ لیکن قرآن تو نازل ہی اس لیے ہوا ہے کہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کرتے ہیں ان کا فیصلہ کرے۔ جب ہم ایک معمولی آدمی سے ایسی بات کی توقع کرتے ہیں جو علم اور عقل کے معیاروں پر درست بیٹھتی ہو تو کیا خدا جو بات کرتا ہے اس سے یہ توقع نہیں کر سکتے؟ اگر خدا کی بات ان علمی اور عقلی معیاروں کے مطابق ہے جو انسان کے دل میں رکھے گئے ہیں تو پھر ان معیاروں کے مطابق خدا کی بات کھول کر بیان کرنا اسلام کا فلسفہ ہے جو اس زمانہ کے باطل نظریات کا جواب ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ایمان کا محافظ اور ہمارے ظن وشک کا علاج ہے۔اس میں شک نہیں کہ دینِ اسلام عمل کے کچھ قواعد اور ضوابط پر مشتمل ہے لیکن یہ قواعد وضوابط بے معنی نہیں بلکہ قدرت کے غیر مبدل قوانین پر مبنی ہیں جو فطرت انسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ یہ قواعد اور ضوابط خود بھی غیر مبدل ہیں۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ [الروم ۳۰:۳۰]

اگرچہ ایک ٹیلی ویژن سیٹ کا مالک جو اپنے سیٹ کے استعمال کے طریقے جانتا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن جب تک وہ ان قوانینِ قدرت کو نہیں جانتا جن پر یہ طریقہ مبنی ہے۔وہ ٹیلی ویژن کا عالم یا ماہر نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کہ وہ کسی شک کرنے والے کو یہ نہیں سمجھا سکتا کہ ٹیلی ویژن کیوں اور کس طرح سے کام کرتا ہے۔اسی طرح سے جو شخص ان قوانینِ قدرت کو نہیں جانتا جن پر اسلام کے قواعد اور ضوابط مبنی ہیں وہ اس وقت تک اسلام کی پوری واقفیت سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور مسلم یا غیر مسلم مفکرین کو کامیابی کے ساتھ اسلام کی دعوت نہیں دے سکتا۔ان قوانین قدرت کا علم ہی اسلام کا فلسفہ یا حکمت دین ہے۔

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک
حکمتِ دینی برد فوق و فلک (رومیؒ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

اسلامی تحقیق کی ترجیحات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامی علوم میں دائرہ ہائے تحقیق

نوعیت، مقاصد اور ترجیحات

[مولانا مودودیؒ نے ۲۲ راپریل ۱۹۶۳ء کو جماعت کے علمی و تحقیقی ادارے 'ادارۂ معارف اسلامی' کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر مولانا نے جو تقریر کی اسے ادارۂ معارف اسلامی، کراچی "علمی تحقیقات کیوں اور کس طرح" کے عنوان سے ایک بروشر کی صورت میں طبع کرتا آرہا ہے۔ البرہان میں کچھ عرصہ سے اسلامی علوم میں دائرہ ہائے تحقیق کے زیر عنوان راقم اور بعض دوسرے احباب کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا کا مذکورہ خطاب بھی درحقیقت اسی موضوع پر ہے لہٰذا ہم نے البرہان میں اس کی اشاعت مفید سمجھی۔ ایڈیٹنگ کرتے ہوئے ہم نے مضمون سے جماعتی حوالے سے صَرفِ نظر کیا ہے اور ذیلی عناوین قائم کر دیے ہیں تاکہ قارئین کو مضمون پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔ مدیر]

دنیا میں جتنے علوم وفنون ہیں وہ سب درحقیقت دو حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں: ایک حصہ تو خالص اُن معلومات پر مشتمل ہوتا ہے جو انسان کو دنیا اور اُس کی زندگی اور خود اُس کی اپنی زندگی کے متعلق مختلف زمانوں میں حاصل ہوتی ہیں اور دوسرا حصہ اس چیز کا ہوتا ہے کہ حاصل شدہ معلومات کو ہر گروہ اور ہر قوم اپنے ذہن، اپنے طرزِ فکر اور اپنے نقطۂ نظر کے مطابق مرتب کرتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ روئے زمین پر جو غذا کا سامان پھیلا ہوا ہے تو قریب قریب مشترک ہے بجز اُن فرقوں کے جو جغرافیائی اعتبار سے ہوتے ہیں۔ ورنہ ایک ہی قسم کے مواد انسان کی غذا کے لیے اس زمین پر موجود ہیں لیکن ہر قوم کے لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق اُس مواد کو اپنے اپنے مخصوص طریقوں سے پکاتے ہیں اور اپنے لیے مختلف شکلوں کی غذائیں تیار کرتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ علمی معلومات کا بھی ہے کہ جہاں تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقائق اشیا کا تعلق ہے یعنی جہاں تک جو کچھ دنیا میں موجود ہے اس کے بارے میں معلومات کا تعلق ہے ان میں کوئی فرق نہیں۔ فرق اس صورت میں واقع ہوتا ہے کہ ان معلومات کو جمع اور مرتب کرنے والا ذہن جس طرز پر سوچتا ہے اور جو نظریہ رکھتا ہے اُس کے مطابق ان کو مرتب کر کے کون سا فلسفۂ زندگی بناتا ہے۔ کیسا نظامِ فکر و عمل مرتب کرتا ہے اور اسی وجہ سے تہذیبوں کی شکلیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ تمام دنیا میں جتنی بھی تہذیبیں ہیں وہ ان معلومات ہی پر مبنی ہیں جو اس کائنات کے متعلق انسانوں کو حاصل ہیں۔ لیکن ہر تہذیب نے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اُن معلومات کو مرتب کیا ہے اور ان سے ایک نظامِ فکر و عمل بنایا ہے۔ اور اُسی نظامِ فکر و عمل کا نام ایک خاص تہذیب ہے۔ ہر تہذیب کے امتیازی خطوط اور امتیازی خدوخال اسی چیز کی بدولت پائے جاتے ہیں۔

مسلم عروج کا سبب تحقیق اور علوم کی اسلامی تشکیل تھا

اب اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر کوئی قوم ایسی ہو جو سوچنا اور تحقیق کرنا اور معلومات جمع کرنا اور نئی نئی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا چھوڑ دے تو وہ جمود میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جمود کا نتیجہ آخر کار انحطاط ہوتا ہے اور انحطاط کا نتیجہ آخر کار اس پر کسی دوسری قوم کا غلبہ ہوتا ہے۔ پھر جب کسی دوسری قوم کا غلبہ ہوتا ہے تو لامحالہ وہ محض سیاسی اور معاشی حیثیت ہی سے غالب نہیں ہوتی بلکہ سب سے بڑھ کر اس کا غلبہ فکری حیثیت سے ہوتا ہے یعنی اس کی تہذیب مغلوب قوم کی تہذیب پر غالب آجاتی ہے اب اس کے بعد دوسرا مرحلہ اس مغلوب قوم کا یہ شروع ہوتا ہے کہ یہ دوسروں کی تقلید کرنا شروع کر دیتی ہے۔ دوسروں کا پس خوردہ کھانا شروع کر دیتی ہے۔ تحقیقات دوسرے کرتے ہیں، اُن کو جمع دوسرے لوگ کرتے ہیں، ان کو مرتب کر کے ایک فلسفۂ حیات دوسرے لوگ بناتے ہیں۔ ایک نظامِ فکر و عمل دوسرے لوگ تیار کرتے ہیں اور یہ اُن کے پیچھے پیچھے چلتی ہے اور اُن کی ہر چیز کو قبول کرتی چلی جاتی ہے۔ یہ عمل جتنا جتنا بڑھتا جائے گا اور جتنا جتنا تکمیل تک پہنچتا جائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گا اس مغلوب قوم کی انفرادیت ختم ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ یہ فنا بھی ہوسکتی ہے اور ہوتی رہی ہے۔ ایسی قومیں دنیا میں گزری ہیں جو اس طرح سے مٹیں کہ اب ان کی تہذیب صرف تاریخ کا سرمایہ ہے اور دنیا میں کہیں ان کا وجود نہیں۔

اسلامی تحریک جب دنیا میں اُٹھی تھی اُس وقت مسلمانوں نے دوسری قوموں پر محض سیاسی یا فوجی غلبہ ہی حاصل نہیں کیا تھا بلکہ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مسلمان بھی اُس وقت ایسے تھے جو تحقیقی کا کام کرنے میں سب سے پیش پیش تھے، جنھوں نے نہ صرف یہ کہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی بلکہ ان معلومات کو اپنے نقطۂ نظر، اپنے طرزِ فکر اور اپنے عقیدے کے مطابق مرتب کیا، چنانچہ ایک ایسی غالب تہذیب اس کی بدولت وجود میں آئی جس کے رنگ میں دنیا رنگتی چلی گئی۔

کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مسلمانوں نے فن طب تک کو اس طرح سے مرتب کیا کہ طبی کتابوں کو آپ پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک عقیدہ رکھنے والی کسی قوم کی کتابیں ہیں۔ آغاز خدا کی حمد سے کریں گے، دوائیں اس طرح سے منتخب کریں گے کہ ان کے اندر حرام اجزاء شامل نہ ہوں۔ حلال چیزوں سے نسخے مرتب کریں گے، جگہ جگہ بیچ میں بیان اس طرح سے کریں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ بیماریوں کی شفاء اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اور ان دواؤں کا کارگر ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی بدولت ہے۔ نبض پر ہاتھ رکھیں گے تو بسم اللہ کہہ کر رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے کہ وہ رہنمائی فرمائے۔ یہ ساری چیزیں ہیں، فی الحقیقت فن تھا اور وہی معلومات تھیں جو دنیا کا کوئی طبیب فراہم کرے گا لیکن ان سب کو اپنی ذہنیت کے مطابق، اپنے عقیدے اور اپنی طرزِ فکر کے مطابق انہوں نے ڈھالا۔

میں نے طب کی مثال اس لیے دی کہ طب کے متعلق آدمی یہ سمجھے گا کہ اس کا کسی عقیدے سے کیا تعلق ہے؟ لیکن آپ دیکھیے کہ جب کوئی عقیدہ اور مسلک رکھنے والا گروہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے تو وہ دنیا کی ہر چیز کو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق ڈھال لیتا ہے اور وہی چیز پھر غالب ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کے اس کام کا اثر یہ ہوا ہے کہ صدیوں دنیا یہ سمجھتی رہی کہ اگر تہذیب ہے تو مسلمانوں کی ہے۔ تمدن ہے تو مسلمانوں کا ہے مسلمانوں کے خلاف تعصب رکھتے تھے، دشمنی رکھتے تھے مگر تقلید اُنہی کی کرتے تھے۔ دنیا میں مسلمانوں نے شرک کی جڑ کاٹ دی تھی اور توحید کو اس قوت کے ساتھ پھیلایا اور توحید کی اساس پر ایک نظامِ فکر اس قوت کے ساتھ مرتب کیا کہ مشرکین کے لیے یہ کہنا مشکل ہو گیا کہ شرک ہی حق ہے وہ مشرکین جو کبھی کہا کرتے تھے کہ "اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝" [ص ۳۸:۵] یہ کیسی عجیب بات ہے کہ سارے خداؤں کو ختم کر کے اس شخص نے ایک ہی خدا بنا دیا۔ کہاں تو وہ وقت تھا جب وہ سمجھتے تھے کہ شرک حق ہے اور توحید عجیب بات ہے اور پھر کہاں یہ صورت حال ہو گئی کہ زیادہ مدت نہ گزری کہ مشرکین کے لیے یہ کہنا مشکل ہو گیا کہ کئی خدا ہیں۔ انہوں نے اپنے عقیدوں کی تاویل اس طرح سے کرنی شروع کر دی کہ ہم مانتے تو ایک ہی خدا کو ہیں لیکن یہ دوسری چیزیں جو ہم کر رہے ہیں یہ اُسی خدا تک تقرب و شفاعت کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ مختلف مشرک قوموں کے اندر توحیدی مسلک اور مذاہب پیدا ہو گئے۔ خود آپ کے اس ملک میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح سے مسلمانوں کا مرتب کردہ فلسفہ، اُن کی مرتب کردہ سائنس، اُن کے مرتب کردہ علوم عمرانی یہ ساری چیزیں دنیا کے اوپر چھاتی چلی گئیں۔ مغرب میں نشاۃ ثانیہ کی جو تحریک اُٹھی تھی وہ مسلمانوں ہی کے سکھائے ہوئے علوم کی بدولت اُٹھی تھی جو کچھ اسپین میں مسلمانوں کے علوم و فنون تھے اور جو ان کی درس گاہیں تھیں ان سے استفادہ کر کے جو لوگ تیار ہوئے تھے وہی لوگ مغرب میں اس تحریک کے موجب بنے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ یورپ کے اہل علم عربی زبان میں لکھنا اور بولنا قابل فخر سمجھتے تھے۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جو اُن کے مذہبی پیشواؤں میں شمار ہوتے تھے لیکن وہ اپنے پرائیویٹ خطوط عربی زبان میں لکھتے تھے۔ اُس زمانے کے لوگوں کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شکایت آج تک تحریری شکل میں موجود ہے کہ ہماری قوم کے اہل علم وفکر پر عربی زبان اس طرح مسلط ہوگئی ہے کہ وہ اپنی پرائیویٹ زندگی تک میں عربی زبان کو استعمال کرتے ہیں اور اپنی قومی زبان کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات کا نتیجہ تھا کہ اس وقت علمی تحقیقات کا کام مسلمان کرتے تھے اور دوسری قومیں اُن کا پس خوردہ کھاتی تھیں۔ ان کے مرتب کردہ علوم کو سیکھتی تھیں۔ جس طرز پر مسلمانوں نے ان کو مرتب کیا تھا اُس طرز پر وہ اُن کو پڑھتی تھیں اور حاصل کرتی تھیں اور نتیجہ یہ تھا کہ ان کی ذہنیتیں اسلام کے طریقہ پر ڈھلتی تھیں۔ مغربی ممالک میں جو مسیحی متکلمین کا ایک گروہ گزرا ہے اُس کی کتابیں آپ پڑھیے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے متکلمین کی اور اُن کے علم کلام کی جوں کی توں نقل اُتاری جارہی ہے۔ وہی مسائل ہیں، وہی اصطلاحات ہیں، وہی بحثیں ہیں بجز اس کے کہ انہوں نے مسیحی عقیدے کو اس کے اندر شامل کردیا ہے۔ لیکن آپ مسیحی متکلمین کی تحریروں میں اور مسلمان متکلمین کی تحریروں میں بجز تثلیث اور ابنیت کے عقیدے کے اور کوئی فرق نہیں پائیں گے۔

مسلم زوال کا سبب۔ ترک تحقیق

اس کے بعد ایک دوسرا دور آیا جس میں مسلمانوں نے نئی تحقیقات کا کام قریب قریب ترک کردیا۔ جو کچھ اوائل کے علوم تھے انہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے، انہی کے اُوپر حاشیے چڑھاتے رہے، حاشیے در حاشیے لکھتے چلے گئے۔ لیکن نئی تحقیقات اور علوم وفنون میں آگے بڑھنے کا کام انہوں نے چھوڑ دیا۔ اور دوسری طرف اسی زمانہ میں اہل مغرب نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا اور علمی تحقیقات شروع کیں۔ انہوں نے نئی نئی معلومات جمع کرنی شروع کیں۔ انہوں نے اُن کو مرتب کرکے نئے فلسفے اور نئے نظام ہائے فکر وعمل کی تشکیل شروع کردی اس کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ کہ ایک طرف مسلمان رفتہ رفتہ جمود میں مبتلا ہوتے چلے گئے اور دوسری طرف اس علمی تحریک کی بدولت مغرب کی طاقت روز بروز بڑھنی شروع ہوگئی۔ ظاہر ہے جب وہ نئی نئی معلومات جمع کریں گے اور نئی نئی تحقیقات کریں گے تو نئے نئے ذرائع اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وسائل ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔ اُن کے ذہنوں میں زندگی اور بیداری پیدا ہوگی اور آپ اس کو چھوڑ دیں گے تو آپ کے اندر لامحالہ جمود اور تعطل پیدا ہوگا۔ آپ اپنی تاریخ کو اُٹھا کر دیکھیے اٹھارہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے مسلمانوں اور اہل مغرب کے درمیان اتنا نمایاں فرق ہوگیا کہ مسلمان مغلوب ہونا شروع ہوگئے اور مغربی قومیں اُن پر غالب آنی شروع ہوگئیں۔ دو تین سو برس جمودیں لگے اور اس جمود کا نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ مسلمان مغلوب ہونا شروع ہوگئے اور مغربی قومیں غالب آنے لگیں۔ اٹھارہویں صدی سے مسلمانوں پر مغربی قوموں کی یورشیں اور ان کی فتوحات خود اس باپ پر شاہد ہیں کہ علمی تحقیقات چھوڑ دینے اور جمود اختیار کرنے کے نتائج ہم نے کیا بھگتے اور انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھانے کے کیا فوائد حاصل کیے؟

جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ جمود کا لازمی نتیجہ انحطاط ہے اور انحطاط کا لازمی نتیجہ مغلوبیت ہوتا ہے۔ لیکن اگر علمی تحقیقات کی جائیں اور مسلسل کی جائیں اور نئی نئی معلومات فراہم کی جائیں اور اُن کی بنیاد پر نئے نئے فلسفہ زندگی تیار کیے جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حرکت پیدا ہوتی ہے۔ طاقت پیدا ہوتی ہے اور اُس قوم کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ غلبہ حاصل ہونے کے بعد جمود پر ہی معاملہ ختم نہیں ہوجاتا بلکہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو قوم غالب ہے اور جو تحقیقات کر رہی ہے، علوم وفنون کو جمع کر رہی ہے، معلومات فراہم کر رہی ہے اور اُن کو مرتب کر کے ایک تہذیب بنا رہی ہے وہ لازماً اپنی تہذیب کے ساتھ غالب آتی ہے۔ محض اپنی سیاست اپنے اسلحہ اور اپنی فوج ہی سے غلبہ نہیں پاتی بلکہ اس کی پوری تہذیب مغلوب قوم پر غالب آنی شروع ہوجاتی ہے۔ یہ نقشہ پہلے بھی ہم دیکھ چکے ہیں اور آج بھی دیکھ رہے ہیں۔

اسلام کے غلبہ کے دور میں تمام دنیا یہ محسوس کرتی تھی کہ تہذیب ہے تو مسلمانوں کی ہے۔ تمدن ہے تو مسلمانوں کا ہے اور فکر وعلم ہے تو مسلمانوں کا ہے۔ اب اُس کے برعکس یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورتِ حال پیدا ہوئی کہ خود مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات اُتر گئی کہ کوئی تہذیب ہے تو اہل مغرب کی ہے، کوئی تمدن ہے تو اہل مغرب کا ہے۔ غرض علم وفن جو کچھ بھی ہے اہل مغرب کا ہے، ہمارا کام اُن کا پس خوردہ کھانا ہے۔ ہمارا کام ان کے پیچھے چلنا ہے۔ ہمارا کام ان کی تقلید کرنا ہے۔ یہ عملاً صورت پیدا ہو چکی ہے، چاہے زبان سے انکار کریں، چاہے زبان سے ہم مزاحمت کرنے کی کوشش کریں اور زبان سے ہم اظہار برأت کریں لیکن دیکھیے عملاً کیا ہو رہا ہے؟ عملاً یہی ہو رہا ہے کہ ہمارے اوپر مغرب کے افکار اور فلسفے، اُن کے طرزِ زندگی، اُن کی تہذیب اور تمدن سب کچھ چھاتا چلا جا رہا ہے۔ اس سے میں جو بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی چاہتے ہیں، اپنی بقا چاہتے ہیں اور اپنا ارتقا چاہتے ہیں، تو ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے کہ ہم نئے سرے سے علمی تحقیقات کا کام کریں۔

علمی تحقیقات کی نوعیت

اس سلسلے میں یہ بات بھی وضاحت طلب ہے کہ علمی تحقیقات کس نوعیت کی ہمیں مطلوب ہیں؟ ایک تو وہ ریسرچ ہے جو مغربی محققین ہم کو سکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک بے مقصد، بے رنگ اور محض ریسرچ برائے ریسرچ ہے مثلاً کتابوں کو ایڈٹ کرنا، اُن کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے اُن کی عبارتوں کے فرق کو پرکھنا، اور مصنفین کے سنین وفات و پیدائش کو جمع کرنا اور اسی قبیل کی جو ریسرچ ہے یہ بے مقصد اور بے معنی ریسرچ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ علوم وفنون میں مددگار ہوتی ہے لیکن بجائے خود یہ وہ ریسرچ نہیں ہے جو کسی قوم کو زندگی کی حرارت عطا کرتی اور حیات کی حرکت پیدا کرتی ہے۔ یہ ٹھنڈی اور بے معنی ریسرچ ہے۔ اہل مغرب ایک ریسرچ اور کرتے ہیں وہ محرک قسم کی ریسرچ ہے، وہ اس مقصد کے لیے ہے کہ اُن کے پاس وہ طاقتیں فراہم ہوں جو ان کو دنیا پر غالب کر سکیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک اور قسم کی ریسرچ جواب ہمارے ملک میں شروع ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ریسرچ تو اسلام کی کی جائے، مگر اس غرض کے لیے کہ ایک نیا اسلام تصنیف کیا جائے، جو تمام مغربی افکار و اقدار کے بالکل مطابق ہو۔ یعنی جو کچھ مغرب میں حلال ہے وہ حلال ثابت کیا جائے جو کچھ مغرب کی نگاہ میں حرام ہے اُسے حرام ثابت کیا جائے اور اسلام کو کسی نہ کسی طرح ڈھال کر ایسا دکھایا جائے کہ گویا یہ بھی مغربی تہذیب و تمدن کا ایک دوسرا ایڈیشن ہے یہ ریسرچ بھی ہمارے کسی کام کی نہیں ہے۔

ہم جو ریسرچ چاہتے ہیں اور جس غرض کے لیے چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ٹھیک ٹھیک اسلام کے مطابق علوم و فنون کی تحقیقات کی جائے اور تحقیقات کر کے اسلام کے نظام فکر و عمل کو باقاعدگی کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ اس سلسلے میں چند مقاصد ہمارے پیش نظر ہیں اور اُنہی مقاصد کی تحصیل کے لیے ہم کام کرنا چاہتے ہیں۔

مقاصدِ تحقیق

۱۔ سب سے پہلا کام ہم یہ کرنا چاہتے ہیں کہ مغربی فکر اور مغربی فلسفۂ حیات کا جو طلسم بندھا ہوا ہے اس کو توڑ ڈالا جائے۔ ایک معقول اور مدلل علمی تنقید کے ذریعے یہ بات ثابت کی جائے کہ مغربی علوم و فنون میں جتنے حقائق اور واقعات ہیں وہ دراصل تمام دنیا کا مشترک علمی سرمایہ ہے اور اس کے ساتھ کسی تعصب کا کوئی سوال نہیں ہے لیکن ان معلومات و حقائق کو جمع کر کے جو فلسفۂ حیات اہل مغرب نے بنایا ہے وہ قطعی باطل ہے ان کو مرتب کر کے جو طرزِ فکر اور کائنات کے متعلق جو تصور اور انسان کے بارے میں جو تصور انہوں نے قائم کیا ہے اور جس کے اوپر اپنی پوری تہذیب کی عمارت انہوں نے اٹھائی ہے، وہ ساری کی ساری از اوّل تا آخر باطل ہے جو معاشرتی علوم (Social Sciences) انہوں نے مرتب کیے ہیں، جو معاشرتی فلسفہ (Social Philosophy) انہوں نے گھڑا ہے وہ موجب فتنہ و فساد ہے، وہ انسان کی فلاح کے لیے نہیں بلکہ انسان کی تباہی کے لیے ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود اُن کی اپنی تباہی کے لیے ہے۔ یہ پہلا ضروری کام ہے جس کے ذریعے سے ہم یہ توقع رکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر مغربی فکر و فلسفے کا جو سحر ہے وہ ختم ہو جائے گا جس کے بغیر مسلمانوں کو اس ذہنی مرعوبیت اور ذہنی شکست خوردگی کی حالت سے نہیں نکالا جا سکتا اور جب تک وہ اس ذہنی شکست خوردگی میں مبتلا ہیں اُس وقت تک آپ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ مقلد کی زندگی چھوڑ کر مجتہد کی زندگی اختیار کریں گے۔ اس وقت تک تو ان کا کام آنکھیں بند کر کے اہل مغرب کے پیچھے چلنا ہے۔ اس حالت کو آپ نہیں بدل سکتے جب تک کہ اس سحر کو نہ توڑ دیں اور اس حقیقت کو واضح نہ کر دیں کہ علمی حقائق اور چیز ہیں اور علمی حقائق کو ترتیب دے کر ایک فلسفۂ زندگی اور نظام حیات مرتب کرنا بالکل دوسری چیز ہے۔ حقائق اپنی جگہ بالکل صحیح لیکن فی الحقیقت ان کو مرتب کر کے جو فلسفۂ حیات بنایا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

۲۔ اس کے بعد جو دوسرا کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے تمام علوم و فنون کو نئے اسلوب اور نئے طریقے پر مرتب کیا جائے تا کہ وہ ایک اسلامی تہذیب کی بنیاد بن سکیں۔ اسی طرح اسلام کے مطابق ہمیں ایک فلسفہ درکار ہے، جو انسان کے ذہن کی اس تلاش کو تسکین دے کہ حقیقت کیا ہے؟ مگر یہ تسکین اُس عقیدے کے مطابق دے جو اسلام نے ہمیں دیا ہے، حقیقت کی تلاش اور اس کی تڑپ انسان کی فطرت میں ہے، وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا مگر تلاش حقیقت کے مختلف راستوں میں سے صحیح راستہ ہمارے نزدیک وہ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا۔ اُس راستے کے مطابق تلاشِ حقیقت اور کائنات کی حقیقت اور حیاتِ انسان کی حقیقت نیز اُس کے مآل کو ایک فلسفے کی شکل میں مرتب کرنا تا کہ آدمی کو اُس کے مطابق ڈھالا جائے اور ظاہر ہے یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک فلسفہ اسلام کے نقطۂ نظر کے مطابق مرتب نہ کریں۔ اس کے بغیر یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ آپ کی یونیورسٹیوں میں اور آپ کے کالجوں میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے یا نفسیات کے جو علوم پڑھائے جاتے ہیں یا دوسرے فلسفیانہ علوم کی تعلیم دی جاتی ہے، ان کو تبدیل کیا جا سکے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی جگہ کوئی دوسرا فلسفہ پڑھایا جا سکے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ روس میں مغربی تہذیب سے بالکل مختلف ایک تہذیب اٹھانے کی کوشش کی گئی اور جب روسیوں نے کمیونسٹ طرزِ فکر کو اختیار کیا تو وہ کسی طرح سے بھی اس بات کو گوارا نہیں کر سکے کہ جس کو وہ بورژوا فلسفہ کہتے ہیں وہ اسے اپنی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پڑھائیں کیونکہ بحیثیت کمیونسٹ ان کے اپنے وجود کے لیے یہ ضروری اور ناگزیر تھا کہ وہ ایک کمیونسٹ فلسفہ مرتب کریں اور اُسے اپنی نئی نسلوں کو پڑھائیں کیونکہ جب تک وہ اُس بورژوا فلسفے کو نہ ہٹاتے اور اُس کی جگہ اپنا اشتراکی فلسفہ ذہنوں میں نہ بٹھاتے اُس وقت تک نہ تو طرزِ فکر بدل سکتا تھا اور نہ ایک کمیونسٹ نظام کھڑا ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ہمارے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم ایک اسلامی فلسفہ مرتب کریں اور تمام علوم عمرانی کو نئے سرے سے ترتیب دیں۔ بلاشبہ واقعات اور حقائق وہی رہیں گے جو دنیا کا مشترک علمی سرمایہ ہیں لیکن اُن واقعات اور حقائق پر ایک پورا نظامِ فکر و عمل مرتب کرنا خواہ وہ معیشت کا علم ہو، خواہ قانون اور فلسفۂ قانون کا علم ہو۔ غرض جتنے بھی عمرانی علوم ہیں ان میں سے ہر ایک کو باقاعدہ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک ان کو اسلامی نقطۂ نظر سے مرتب نہ کیا جائے گا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہ نئے علوم نہ پڑھائے جائیں گے اُس وقت تک آپ یہ توقع نہ رکھیں کہ یہاں کبھی اسلامی تہذیب اُٹھ سکتی ہے بلکہ اُس کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

کیونکہ آپ اپنے گھر میں اپنے بچے کو چاہے یہ عقیدہ سکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نبی تھے۔ اور چاہے آپ اس کے ذہن میں یہ بٹھا دیں گے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے یہ کام بھی چھوڑ دیا ہے اور اپنے بچوں کو وہ مشنریوں کے حوالے کر دیتے ہیں تاکہ وہ جو عقیدہ چاہیں اُن کے ذہنوں میں اُتار دیں۔ البتہ بعض لوگ احتیاطاً یہ ساری باتیں اپنے بچوں کے ذہن میں اُتار بھی دیتے ہیں لیکن وہ بچے جب کالجوں میں جاتے ہیں اور جب اُن کے سامنے یہ صورت آتی ہے کہ تمام علوم جو وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھ رہے ہیں اُن کے اندر ''خدا'' کہیں بیچ میں آتا ہی نہیں۔ وہ سائنس پڑھ رہے ہوں یا عمرانی علوم کبھی ان کو یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ اس کائنات کے اندر خدا کا بھی کوئی کام ہے، وہ بھی کچھ کر رہا ہے۔ ان کے سامنے یہ آتا ہی نہیں کہ رسولوں نے بھی کوئی علم الاقتصاد دیا ہے رسولوں نے بھی کوئی فلسفۂ قانون دیا ہے بلکہ اس کے برعکس جو علم وہ پڑھتے ہیں وہ ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ اسلام نے معاذ اللہ بہت سارے غلط کام کر ڈالے ہیں مثلاً اُس نے سود کو حرام کیا گویا نعوذ باللہ ایک بڑا فضول کام کیا کہ اس سے دنیا کا کوئی معاشی نظام نہیں چل سکتا اور کوئی (Financial System) کھڑا نہیں ہوسکتا ہے۔ ان کے سامنے یہ بات آتی ہے کہ اسلام نے چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا قرار دیا گویا معاذ اللہ بڑا وحشیانہ کام کیا۔ پھر اُس نے زنا جیسی پرلطف اور تفریحی چیز پر خواہ مخواہ اتنی سخت سزا تجویز کی کہ کوڑے مار مار کر کسی کی پیٹھ کی کھال اُڑا دی جائے یہ بھی جیسے بہت وحشیانہ کام کیا۔

مغربی تہذیب سے مرعوبیت

ذرا سوچیے! کہ مغرب سے مرعوبیت کا یہ طرزِ فکر جب اُن کے سامنے آئے گا تو کیا آپ توقع رکھتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ اسلامی تہذیب کے سچے دِل سے قائل اور اس کے پیرو ہوسکتے ہیں؟ اور پھر وہی لوگ جو ان کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں، وہی آپ کے ملک کا نظام چلاتے ہیں، وہی آپ کے ملک کے سکرٹیری بنتے ہیں، وہی جنرل بنتے ہیں، وہی آپ کی حکومت کے کارپرداز بنتے ہیں۔ اُن کے دماغ میں یہ بات کیسے اُتر سکتی ہے کہ اسلام چلنے کے قابل ہے اور چلانے کے قابل ہے۔ چنانچہ آپ تعلیم یافتہ لوگوں کے ایک بڑے گروہ سے بات کر کے دیکھ لیں۔ آپ کو تھوڑی ہی دیر میں یہ محسوس ہوجائے گا کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اس زمانے میں چلنے والی چیز نہیں ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ سارے علوم انہوں نے جس انداز سے پڑھے ہیں اس کی وجہ سے اُن کی سمجھ میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کوئی طرزِ زندگی یا نظامِ حیات مغربی نظام زندگی سے بہتر ہوسکتا ہے اور وہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چل بھی سکتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ قابل عمل صورت وہی ہے جو مغربی طرزِ زندگی کی ہے کیونکہ ایک چیز چل رہی ہے۔ کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے جبکہ دوسری چیز معطل ہے اور اُس کا کوئی اثر اُن علوم وفنون پر نہیں ہے جن کو وہ پڑھ رہے ہیں۔

علوم کی اسلامی تشکیلِ نو

پھر تنقید کے کام کے ساتھ ساتھ دوسرا تعمیری کام جو ناگزیر ہے اور جسے کرنے کی شدید ضرورت پیدا ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم کو اسلام کے نقطۂ نظر سے مرتب کیا جائے تاکہ ہماری نئی نسلیں اسلام کے برحق ہونے پر واقعی مطمئن ہوسکیں اور ان کو یہ اطمینان ہو کہ یہ چیز چلنے کے قابل ہے اور اُن کے اندر یہ ارادہ پیدا ہو کہ اس کو چلانا چاہیے۔

نصابی کتب کی اسلامی تناظر میں تدوین

اس کے بعد جو تیسرا کام ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ ایک نصاب مرتب کیا جائے جو اس طرز پر تعلیم کے قابل کتابیں تیار کرے۔ ورنہ ابھی تک جو صورتِ حال ہے وہ یہ کہ نیچے سے اوپر تک جس کو دیکھیے وہ یہ بات کہتا ہے کہ ہم اصلاحی تعلیم اس ملک میں رائج کرنا چاہتے ہیں لیکن اس وقت تک کوئی ایسی کوشش نہیں کی گئی کہ یہ مختلف علوم جو ہماری یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان پر کتابیں بھی اسلام کے نقطۂ نظر سے تیار کی جائیں۔ میں آپ سے ابھی عرض کر چکا ہوں کہ کمیونسٹ اس بات کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ اکنامکس کی ایسی کتابیں پڑھائیں جو بورژوا ماہرین معاشیات نے لکھی ہیں۔ وہ اس کے لیے بھی تیار نہیں ہیں کہ وہ ایسا فلسفۂ قانون پڑھائیں جو سرمایہ داروں کے ماہرین قانون نے مرتب کیا ہے۔ غرض اس طرح وہ نہ صرف یہ کہ سوشل سائنس بورژوا لوگوں کی لکھی ہوئی پڑھانے کے لیے تیار نہیں بلکہ وہ ایک سوویٹ سائنس تیار کر رہے ہیں یعنی معاملہ محض عمرانی علوم تک ہی محدود نہیں بلکہ سائنس کو بھی وہ کہتے ہیں کہ یہ سوویٹ سائنس ہے۔ تمام سائنٹفک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کو انہوں نے اپنے نقطۂ نظر سے مرتب کیا ہے اور وہ اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کمیونسٹوں کی نئی نسل کی پرورش سرمایہ داروں کے مرتب کردہ سائنسی ذخیرہ سے کریں۔

ہمارے ہاں معاملہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کے معنی یہ سمجھے جاتے ہیں کہ تمام اوقات (گھنٹوں) میں تو ہم وہ علوم پڑھائیں جو مغربی مصنفین کی کتابوں میں ملتے ہیں اور صرف ایک پیریڈ میں لوگوں سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ ایک ہستی کا نام خدا بھی ہے جسے تم کو جاننا چاہیے اور ایک ہستی کو اللہ نے رسول بھی بنا کے بھیجا تھا۔ لیکن اُس خدا اور اُس رسول کا کوئی مظاہرہ (Function) اُن کو باقی پیریڈز میں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس تمام علوم وفنون اس طرز پر پڑھائے جا رہے ہیں جس طرز پر انہیں اہل مغرب نے مرتب کیا ہے، یا ہمارے ہاں کے اُن لوگوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو اہل مغرب کی مکھی پر مکھی مارنے کے عادی ہیں۔ اس سے آپ بالکل توقع نہ رکھیں کہ آپ کے ہاں وہ نسل کبھی پروان چڑھ سکے گی جو یہاں اسلام کا احیاء کرے اور احیاء کرنا تو درکنار اسلام کو باقی رکھ سکے۔ یہ راستہ سیدھا اپنی انفرادیت کو ختم کرنے کی طرف جا رہا ہے۔ روز بروز ہماری انفرادیت فنا ہوتی چلی جا رہی ہے اور ہماری حکومت اور ہمارے برسر اقتدار طبقے اور ہمارے ہاں کے بااثر طبقے، خواہ وہ تجار کے ہوں اور خواہ صناعوں کے، اہل مغرب کے سامنے یہ نقشہ پیش کر رہے ہیں کہ ہم میں اور تم میں کسی لحاظ سے بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ جو تمہاری تہذیب وہ ہماری تہذیب۔ جو تمہارا تمدن وہ ہمارا تمدن۔ جو تمہارے اخلاق وہ ہمارے اخلاق۔ جو تمہاری قدریں وہ ہماری قدریں۔ حتی کہ ہم اس بات کو بھی مان گئے ہیں کہ جس جس حرام کو انہوں نے حلال کیا ہے وہ واقعی حلال ہے اور یہ غلطی ہماری تھی کہ اسے حرام قرار دے دیا تھا یا غلط فہمی تھی کہ وہ حرام ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا آپ توقع رکھتے ہیں کہ یہاں اسلام باقی بھی رہ سکے گا کجا آپ یہ توقع کریں کہ وہ نسلیں جو اس طریقے پر پرورش پا رہی ہیں اور یہ ذہنی تربیت پا رہی ہیں، وہ یہاں کبھی اسلام کے احیاء کے لیے بھی کام کر سکیں گی اور اسلامی تہذیب و

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمدن کی علمبردار بھی بن سکیں گی؟

بنگلہ زبان میں اسلامی لٹریچر کی کمی

ایک اور مسئلہ جو اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کا ایک حصہ جس کی آبادی اکثریت میں ہے، اُس کی زبان میں اسلام کے متعلق لٹریچر نہ ہونے کے برابر ہے۔ مغربی پاکستان میں کم از کم اُردو ایک ایسی زبان ہے جس میں اچھا خاصا اسلامی لٹریچر موجود ہے، چاہے وہ سکولوں میں نہ پڑھایا جاتا ہو مگر وہ باہر موجود ہے کہ مدرسوں اور کالجوں سے فارغ ہونے والا یا اپنے فارغ اوقات میں مطالعہ کرنے والا کچھ نہ کچھ دین کی معقول باتیں حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک کے مشرقی حصے میں بنگلہ زبان میں یہ کچھ بھی موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس معاملہ یہ ہے کہ بنگلہ زبان کا لٹریچر اور بنگلہ زبان کے علوم وفنون زیادہ تر ہندوؤں کے لکھے ہوئے ہیں اور وہ بھی ایسے ہندوؤں کے جنہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید تعصب تھا۔ جنہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کا کوئی کارنامہ انسانی تہذیب وتمدن میں نہیں ہے۔ مسلمان اگر رہا ہے تو محض لچے اور لفنگے کی حیثیت سے رہا ہے۔ مسلمان نہ کبھی محبت وطن رہا ہے اور نہ کبھی انسانیت کا خادم۔ آزادی کی تحریک میں بھی اُن کا کوئی حصہ نہیں ہے اور آزادی کے لیے قربانیاں صرف ہندوؤں نے دی ہیں۔

غرض جن لوگوں کا نقطۂ نظر یہ تھا اُن لوگوں نے تاریخیں لکھی ہیں اور مسلمان نوجوان اُن کو پڑھتے ہیں۔ انہوں نے ناول لکھے ہیں اور مسلمان نوجوان ادب کے ناطے انہیں پڑھتے ہیں لیکن اسلام کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر بنگلہ زبان میں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہمارے لیے انتہائی خطرناک صورتِ حال ہے، ہمارے ملک کا آدھا حصہ اور وہ حصہ کہ جس کی آبادی اکثریت میں ہے۔ اگر وہ اس حالت میں مبتلا رہے تو آپ اس حالت میں یہاں اسلام کے احیاء کی کیا توقع رکھ سکتے ہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عربی اور انگریزی میں اسلامی لٹریچر کی تیاری

اسی کے ساتھ ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس ادارے میں جو کچھ مرتب کیا جائے وہ صرف اردو اور بنگلہ میں ہی نہ ہو بلکہ انگریزی اور عربی زبانوں میں بھی ہو۔ یعنی ترجمہ کا کام بھی ہم ساتھ ساتھ کرتے چلے جائیں اور انگریزی اور عربی دونوں میں ان چیزوں کو لائیں، عربی میں لانا اس لیے ضروری ہے کہ دجلہ سے لے کر اوقیانوس تک تمام مسلمان قومیں عربی زبان بولتی ہیں، اُن کی زبان عربی ہے۔ اس وقت اُن کی سولہ سترہ آزاد ریاستیں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بڑی طاقت ہے اور دنیائے اسلام کا دل ہے۔ جب تک قرآن مجید سے مسلمان وابستہ ہیں لامحالہ وہ قرآن مجید کی زبان یعنی عربی وہ اس زبان کی اہمیت محسوس کریں گے اور اس کا اثر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ زبان کفر کی اشاعت کرنے لگے، اگر اُس زبان میں لوگوں کو فسق و فجور ملے۔ اگر اس زبان میں لوگوں کو الحاد ملے تو آپ غور کیجیے کہ اس سے زیادہ خطرناک کیا ہوسکتا ہے؟

مزید براں افسوس کی بات یہ ہے کہ عرب ممالک کے مسلمانوں پر مغربی تہذیب اور تمدن کا غلبہ ہم سے بہت زیادہ ہے۔ ہم ان سے بہت پہلے مغرب سے مغلوب ہوئے تھے لیکن اتنے مغلوب ہم نہیں ہوئے جتنے کہ وہ ان سے متاثر ہوئے، درانحالیکہ وہ ہمارے بعد مغلوب ہوئے۔ جتنی ریاستیں اس وقت عرب ممالک میں ہیں اُن کے کارفرما زیادہ تر مغربی ذہن کے لوگ ہیں، اور ایسا عملی کام وہاں بہت کم ہو رہا ہے جو اسلام کے نقطۂ نظر کے ٹھیک مطابق ہو۔ تاہم وہاں بھی کام ہو رہا ہے اور یہ خیال کرنا کہ وہاں کام نہیں ہو رہا ہے غلط ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہاں جو کام ہو رہا ہے اُس کا مفید حصہ اردو اور بنگلہ میں منتقل کریں تاکہ وہاں کی تحقیقات کو یہاں منتقل کریں۔ اور یہاں جو کچھ ہم کریں اُس کو عربی کے ذریعے وہاں منتقل کریں تاکہ یہ ایک مشترک ذخیرہ بن سکے۔ اور دوسرے مسلمان ملکوں میں بھی ایک صحیح اسلامی ذہن پرورش پا سکے اور وہاں کے کارفرما بھی اس بات پر مطمئن ہوسکیں کہ اسلام کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چلایا جاسکتا ہے اوران کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو کہ وہ اس کو چلائیں اوران کو وہ طریقہ معلوم ہو جس سے اسلام کو چلایا جاسکے۔

اس ضرورت کو ہم بھی پورا کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور عرب ممالک میں بھی بعض حصوں میں یہ کام ہورہا ہے۔ انگریزی میں اس کی متعدد وجوہ سے ضرورت ہے اور آپ خود بھی محسوس کرتے ہوں گے کہ انگریزی میں اس چیز کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اوّل تو خود ہمارے ملک کا بالائی طبقہ انگریزی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں کچھ پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہے اوران میں سے ایک اچھا خاصا گروہ ایسا ہے جو پڑھنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ اور ہمارے اونچے طبقے میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے لیے اردو زبان میں اپنا نام لکھنا بھی مشکل ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے آدمی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے صاحبزادے جو انجینئر ہیں، ان کو کچھ اسلام سے واقفیت پیدا ہو۔ چنانچہ ایک صاحب ان کو اسلام کی تعلیم دینے کے لیے مقرر کیے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ اردو زبان میں کوئی دینی تعلیم حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ اردو زبان میں وہ کچھ پڑھ ہی نہیں سکتے۔ لامحالہ ان کو انگریزی میں تعلیم دینے کی ضرورت پیش آئی حالانکہ وہ اسی ملک میں پیدا ہوئے ہیں، اور اسی ملک میں ان کا پورا خاندان پیدا ہوا ہے لیکن وہ اس ملک کی زبان سے واقف نہیں تھے کہ دین کی تعلیم اردو میں حاصل کرسکیں۔ اس کے بعد کوشش کی گئی کہ کسی طرح وہ کم از کم قرآن مجید تو پڑھنے کے قابل ہوجائیں تو ان کو اس قابل بنانے میں ایک مہینہ لگا کہ وہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور سورۃ الفاتحہ پڑھ سکیں۔ وہ بیچارے کافی دنوں تک یہ کہتے رہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اُلٹا کیسے لکھا ہوا ہے یعنی جو سیدھا ہے اُن کے نزدیک اُلٹا ہے۔ چونکہ ساری عمر اُن کی بائیں سے دائیں لکھنے اور پڑھنے میں گزری ہے اس لیے دائیں سے بائیں جو کچھ لکھا اور پڑھا جاتا تھا اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اُن کے سر میں درد ہونے لگتا تھا کہ بھلا کوئی زبان ایسے بھی لکھی جاتی ہے۔ یہ طبقہ ہمارے ہاں موجود ہے اور یہی طبقہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملک کے معاملات کو چلا رہا ہے۔ اسی کے ہاتھوں میں ملک کی باگیں ہیں۔ اب کہاں یہ لڑائی لڑنے جائیں کہ پہلے اردو سیکھو تو ہم تمہیں دین سکھائیں گے۔ اس لیے ہمیں ان کے لیے اسی زبان میں وہ مواد فراہم کرنا ہے جس میں وہ سیکھ سکتے ہیں.... تاکہ کم از کم اُن کے عقیدے اور ایمان کو تو بچایا جا سکے۔

اس کے علاوہ باہر کے ملکوں میں اگر آپ اسلام کی تعلیم کو پھیلانا چاہیں تو کم از کم ہمارے لیے انگریزی ہی وہ واسطہ ہے کہ جس کے ذریعہ ہم یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ یوں تو تنہا ایک انگریزی ہی بین الاقوامی زبان نہیں ہے، دوسری زبانیں بھی ہیں جن میں اسلام کے متعلق لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے لیکن ہمارے پاس انگریزی کے سوا کسی اور زبان میں نشر و اشاعت کے ذرائع نہیں۔ اور اگر ایک مرتبہ انگریزی زبان میں اسلامی علوم کو ان کی صحیح شکل میں پیش کیا جائے تو اس کے بعد دنیا کی تمام زبانوں میں ترجمے ہونے کا امکان ہے مثلاً ہماری ایک کتاب ہے جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو چکا تھا، اب اُس ترجمہ سے جرمن زبان میں اور جاپانی زبان میں بھی ترجمے ہوئے ہیں اور دوسری زبانوں مثلاً فرنچ میں بھی شروع ہو گیا ہے۔ غرض دوسری زبانوں میں اسلام کی دعوت پہنچانے کا کام اللہ کے دوسرے بندے کریں گے۔ بالفعل ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ انگریزی زبان میں اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جا سکیں۔ یہ دنیا میں اسلام کی ترویج کا ایسا ذریعہ ہے جو پوری طرح استعمال کیے جانے کی شدید ضرورت ہے۔

ہمارے پیش نظر اس کے ساتھ ساتھ دو کام اور بھی ہیں، اگرچہ اہمیت میں کم ہی سمجھے جائیں لیکن فی الواقع ان کی بھی بڑی ضرورت ہے:

ایک کام یہ ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں جو مسلمانوں کی آبادیاں منتشر ہیں، وہاں اُن کی نئی نسلوں کے ارتداد کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے مثلاً ویسٹ انڈیز میں اور دوسرے دور دراز کے جزائر میں۔ خود امریکہ، کینیڈا اور جنوبی امریکہ کے مختلف حصوں میں جو مسلمان آبادیاں منتشر ہیں وہاں وہ اقلیت میں ہیں۔ کفار کی حکومت بھی ہے اور اکثریت بھی ہے۔ ان کی تعلیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا سارا نظام غیر اسلامی ہے۔ مسلمانوں کی تعلیم کا کوئی خاص الگ انتظام نہیں ہے۔ مسلمانوں کی نئی نسلیں روز بروز غیر مسلم اکثریت میں جذب ہوتی چلی جارہی ہیں۔ ان کو اسلام کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں معلوم کہ ہم مسلمانوں کی اولاد ہیں اور اس لیے ہم مسلمان ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان کی ضروریات کے مطابق کچھ مختصر نصاب ایسا تیار کر دیا جائے کہ کم از کم وہاں کی جو نئی نسلیں ہیں وہ مسلمان رہ سکیں اور ان کو اسلام کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو سکیں۔

دوسرا ضروری کام یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی کوششوں کے نتیجے میں جو افراد اسلام قبول کرلیں ان کو اسلام کے متعلق ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔ اس کے بغیر کوئی امکان نہیں ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ایک مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔

اس مقصد کے لیے ایک ایسا مختصر سا نصاب تیار کرنے کی ضرورت ہے جو ضروری فقہی مسائل پر مشتمل ہو تا کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے جائیں وہ اس کی مدد سے مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ وہ جان سکیں کہ طہارت اور نجاست کیا چیز ہیں اور ان میں کیا فرق ہے؟ طہارت کیسے حاصل کی جائے؟ نماز کیسے پڑھی جائے؟ روزے کے احکام کیا ہیں؟ زکوٰۃ کے احکام کیا ہیں؟ اس کے ساتھ ہی اُن کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ خود اسلام کے مبلغ بن سکیں۔ اس کے لیے ان کو ایسا مواد فراہم کر کے دیا جائے جس سے وہ اسلام کو ٹھیک ٹھیک سمجھیں اور اس کی تبلیغ کر سکیں۔ اس چیز کے لیے بھی کچھ چیزیں تیار کرنا ہمارے پیش نظر ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ انگریزی کے ماسوا اگر دوسری زبانوں میں بھی اس کا انتظام ہو سکے تو جیسا کہ ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ یہ کام سواحلی زبانوں میں بھی کریں تا کہ افریقہ میں یہ چیزیں پھیل سکیں۔ جیسے جیسے دوسری زبانوں میں یہ کام کرنے کے امکانات پیدا ہوتے جائیں گے، ان شاء اللہ ان سے فائدہ اُٹھایا جائے گا۔

(البرہان جولائی ۲۰۱۸ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی

عصر حاضر میں اسلامی فکر۔ چند توجہ طلب مسائل

[ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی بھارت کے معروف دانشور اور ماہر معاشیات ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق جماعت اسلامی ہند کے فکری دائرے سے ہے اس لیے اس مقالے میں جو ۲۰۰۲ء میں لکھا گیا تھا، ان کے مخاطب تحریکی دانشور تھے۔ ہم نے اس بحث کو عمومیت کے دائرے میں لانے کے لیے اس میں معمولی ایڈیٹنگ کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا رویہ خاصا متجددانہ ہے لیکن ہم نے اسے باقی رہنے دیا ہے کہ یہ بھی ایک نوع کی علمی روش ہے جو اسلامی تحقیق میں سامنے رہنی چاہیے۔]

دور جدید میں احیاے اسلام کی کوشش، یا زیادہ جامع الفاظ میں اسلامی زندگی کو عقیدہ ومسلک، اجتماعی رویہ، قانون ملکی اور دستور مملکت کی حیثیت سے بہ تمام وکمال برپا کرنے کی کوشش کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تجدید ایمان کا مسئلہ ہے۔

فکری بنیادیں

ایمان کی اہمیت: اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ آج پوری دنیا میں اللہ پر ایمان زائل یا از حد ضعیف ہو چکا ہے اور اس کی ہدایت کی طرف رجوع مفقود یا محض رسمی ہو کر رہ گیا ہے۔ دور جدید کا انسان رسمی طور پر خدا کا اقرار کرنے کے باوجود اپنا نظام زندگی خود وضع کرنے پر مصر ہے اگرچہ ایسا کرنے کے نتائج اچھے نہیں رہے ہیں۔ انسانی ذہن کی نارسائی، کوتاہ بینی اور عدم استقرار نے جدید انسان کو اضطراب وحیرانی میں مبتلا کر رکھا ہے مگر ابھی وہ خدا کی طرف رجوع پر آمادہ نہیں۔

مسلم دانشوروں کو چاہیے کہ وہ صرف مسلمانوں کی اصلاح کو مقصود نہ بنائیں بلکہ تمام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بندگان خدا کو خدا کی ہدایت کی طرف بلائیں اور ایسی فکر کو سامنے لائیں جو انسانیت کو دوبارہ خدا پر سچا ایمان عطا کرنے اور اس کی ہدایت کی طرف واپس لانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

دنیا میں گزشتہ دو سو سال سے جو تہذیب چھائی ہوئی ہے، اس نے ایمان بالغیب کی جڑیں ہلا دی ہیں اور یقین کو صرف اسی علم تک محدود کر دیا ہے جو حواس کی مدد سے حاصل کیا جا سکے۔ اس تہذیب نے انسان کا منتہائے نظر دنیوی ترقی اور مادی اقتدار تک محدود کر دیا ہے۔ زندگی کے روحانی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، اور اخلاق کو ان مادی مقاصد کے تابع بنا دیا ہے۔ یہی مرض اس تضاد کی بھی توجیہ کرتا ہے کہ آج جب دنیا میں دو ارب کے قریب مسلمان ہیں جن کی اکثریت ۵۷ سے زیادہ ملکوں میں رہتی ہے لیکن کسی جگہ بھی اسلامی نظام زندگی قائم نہیں ہے۔ ان مسلمانوں میں ایمان کی کمزوری خدا کے وجود یا محمد ﷺ کی رسالت سے کھلم کھلا انکار کی صورت شاذ و نادر ہی اختیار کرتی ہے مگر ان کی ۹۹ فی صد اکثریت انسانیت کے مذکورہ بالا مشترکہ مرض میں مبتلا ہونے کے سبب اس پختہ یقین، تعلق باللہ اور محمد ﷺ کی قیادت و رہنمائی پر اس کامل اعتماد سے محروم ہے جو اللہ ہی کو زندگی کے تمام امور میں حکمران بنانے کے لیے درکار ہے۔

مسلم دانش وروں کی فکری جہت: مسلمانوں کا جدید تعلیم یافتہ طبقہ پریس اور دوسرے ذرائع سے تہذیب حاضر کی مسلسل تربیت میں رہتا ہے اور معاشی اعتبار سے ان قدروں کا زیادہ واضح شعور رکھتا ہے جو تہذیب حاضر نے انسان کو دی ہیں۔ یہی طبقہ مسلمان قوموں میں سیاسی برتری کا مالک ہے۔ یہ آزاد مسلم ممالک میں حکومت کرتا اور نظام تعلیم، پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کے ذریعے عوام کی تربیت کرتا ہے اور دوسرے ممالک میں مسلمان اقلیتوں کا سیاسی اور ثقافتی رہنما ہے۔ یہ طبقہ ایمان کے غیر معمولی ضعف کا شکار ہے۔ مسلمان دانش وروں میں ایک معتد بہ تعداد خدا کے وجود، رسالت اور آخرت پر یقین سے محروم ہے یا کم از کم ایسے شک و ریب میں مبتلا ہے جو ان کے ایمان کو بے اثر بنا دینے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کافی ہے۔

مسلم دانش وروں کی ایک بڑی تعداد ان بنیادی امور پر ایمان رکھنے کے باوجود یہ سمجھتی ہے کہ اسلام کا دائرہ بھی دوسرے مذاہب کی طرح نجی زندگی میں بندہ وخدا کے تعلق تک محدود ہے۔ ان کا خیال ہے کہ قرآن کی تعلیمات اور رسول کی ہدایات، عبادات واخلاق اور عام انسانی تعلقات میں ہماری رہنمائی کرسکتی ہیں مگر قرآن وسنت کے احکام وقوانین یعنی ''شریعت'' اپنے زمانے کے لیے تھی، ہمارے زمانے کے لیے نہیں ہے۔ یہ لوگ عام دنیوی امور میں شریعت کی پابندی کے قائل نہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان مسلمانوں کی بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان امور میں ہم اسلامی تعلیمات کی روح کو سامنے رکھیں گے مگر سود کی حرمت، قانون وراثت اور فوجداری قوانین جیسے متعین احکام کی پابندی اس زمانے میں ممکن نہیں۔

موخرالذکر دونوں طبقوں کے رجحانات متعین کرنے میں اگر ایک طرف مغرب کی دی ہوئی فکر اور اس کا نظام اقدار اثر انداز ہوا ہے تو دوسری طرف یہ بات بھی فیصلہ کن رہی ہے کہ ان دانش وروں کو مذکورہ بالا متعین قوانین اور ان جیسے دوسرے قوانین کو آج کی دنیا میں نافذ کرنا عملاً محال نظر آتا ہے۔ جدید زندگی کے احوال وظروف اور جدید انسان کے مزاج کو، جیسا کچھ انہوں نے سمجھا ہے، اس کی روشنی میں وہ یہ رائے رکھتے ہیں کہ: سود کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی، وراثت، گواہی، طلاق یا زندگی کے کسی مسئلے میں عورت کے ساتھ مرد سے مختلف سلوک نہیں کیا جا سکتا۔ حدود شرعیہ کا نفاذ دور جدید کے انسان کا مزاج نہیں قبول کر سکتا، ایک جدید مملکت میں قانون سازی اور انتظام ملکی میں غیر مسلموں کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جاسکتا، وغیرہ وغیرہ۔

جب تک مسلمان معاشروں میں قیادت اور سربراہی کے مالک دانش وروں کی ایمانی اور فکری حالت یہ ہے، ظاہر ہے کہ ان کے اندر اسلامی انقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ عام مسلمانوں میں مذہب کا اثر زیادہ ہے۔ تعلیم کی کمی اور معلوم معاشی پست حالی کے سبب ابھی تہذیب جدید کی فکر اور نظام اقدار ان پر پوری طرح اثر انداز نہیں ہو سکا ہے۔ معاشی ترقی اور جدید تعلیم کے عام ہونے کے ساتھ مذہب کا اثر بھی گھٹتا جا رہا ہے۔ مذہب کا جو اثر ہے، وہ بھی زیادہ تر عبادات اور متعدد ثقافتی امور تک محدود ہے۔ البتہ زندگی کے مقاصد، منظور نظر قدریں اور دنیوی زندگی میں خوب و ناخوب کے پیمانے وہی ہیں جنہیں جدید فکر کے زیر اثر دانش وروں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اپنے لیڈروں کی مذہب سے دوری پر افسوس کرنے کے باوجود دنیوی امور سے شریعت کی بے دخلی کے معاملے میں مسلمان عوام کی غالب اکثریت اپنے لیڈروں ہی کے پیچھے چل رہی ہے۔

علما و مشائخ کا عمومی رویہ: ہر مسلمان معاشرے میں ایک طبقہ علما و مشائخ کا بھی ہے جس سے مسلمان عوام خاصا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اندر شعائر اسلام کے احترام اور ثقافتی امور میں اسلامی آداب کی پابندی زیادہ تر انہی علما و مشائخ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ لیکن ان علما و مشائخ کو مسلمان عوام سیاسی اور عام دنیوی امور میں اپنا رہنما نہیں بناتے اور نہ خود علما و مشائخ میں اتنی خود اعتمادی اور اس بات کا حوصلہ ہے کہ وہ ان کی مکمل رہنمائی کریں۔

وہ جدید تہذیب اور مسلمان دانش وروں پر اس کے گہرے اثرات سے بالعموم ناواقف ہیں۔ اگر وہ مرض کی بعض علامتیں دیکھتے بھی ہیں تو اس کے اسباب تک پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ وہ تہذیب جدید اور اس کے تمدن کی مادی بلندی سے مرعوب ہیں اور اس کو جڑ، بنیاد سے بدل کر اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد کا کوئی داعیہ اپنے اندر نہیں پاتے۔ مسلمان دانش وروں کی بے دینی پر بظاہر تنقید کرنے کے باوجود امور دنیا میں یہ انہی کی قیادت کو مان رہے ہیں۔ وقت پڑنے پر مسلمان عوام کو انہی کی قیادت پر مجتمع کرنے اور انہی کی تائید پر کمر بستہ کرنے کی خدمت انجام دیتے رہتے ہیں۔

یہ منظر بڑا عبرت انگیز ہے کہ جہاں بھی احیاے اسلام کی طاقت ور تحریکیں اٹھیں، علما

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ومشائخ کے ایک بڑے طبقے نے ان کی زبردست مخالفت کی اور بڑی حد تک اپنا وزن اس لادینی قیادت کے حق میں استعمال کیا جو ان تحریکوں کو پامال کرنا چاہتی ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا سبب صرف گروہی عصبیت اور عوام کی قیادت چھن جانے کا خوف نہیں، بلکہ اس مخالفت کی تہہ میں اسلام کے بارے میں ان علما ومشائخ کی فکر کی محدودیت اور احیاے اسلام کی ہمہ گیر جدوجہد کے لیے مطلوبہ حوصلے کا فقدان ہے۔ ان کا یہ تاریخی وجدان ہے کہ جو کام قرون اولیٰ کے بعد پھر ممکن نہ ہو سکا، وہ آج کی دنیا میں یکسر ناممکن ہے۔ انہیں یہ اندیشہ ہے کہ مکمل اسلامی نظام کے قیام کی کوشش کہیں محدود دائرے میں بھی اسلام کے باقی نہ رہنے کا سبب نہ بن جائے۔

اسلامی تحریکیں اور مسلم معاشرے: ایمانی حالت کے اس سرسری جائزے کی روشنی میں احیاے اسلام کی ان کوششوں پر نظر ڈالی جائے جو بیسویں صدی سے دنیاے اسلام کے مختلف علاقوں میں کی جاتی رہی ہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ بڑی حد تک اصل مرض کو پہچانا گیا ہے اور اس کا علاج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں ان کوششوں کا جائزہ لینا ممکن نہیں ہے۔ صرف اس حقیقت پر زور دینا مطلوب ہے کہ ابھی یہ کوششیں ناتمام ہیں۔ اسلامی تحریکوں نے عام انسانوں کو مخاطب بنا کر انہیں کفر وشرک اور حیرانی واضطراب سے ایمان کی طرف لانے کی کوشش بھی کم ہی کی ہے۔ ان کی بیشتر توجہات مسلمان معاشروں پر مرکوز رہی ہیں۔ لیکن اب بھی مسلمان دانش وروں اور ان کے عوام کا حال وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ابھی دنیا میں کہیں بھی ان کوششوں کی (بظاہر) کامیابی کے آثار نہیں نظر آتے، اگرچہ گزشتہ نصف صدی کی کوششوں کے نتیجے میں صورت حال بہتر ہوئی ہے۔

آج مسلمان دانش وروں میں ایک معتدبہ عنصر موجود ہے جو پورے اسلام کو اختیار کرنے کا عزم رکھتا ہے اور شریعت کو نہ صرف واجب العمل سمجھتا ہے بلکہ قابل عمل سمجھتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور عصر حاضر میں اسے نافذ کرنے کا عزم بھی رکھتا ہے۔ یہ عنصر، متحرک اور فعال ہے اور متعدد مسلمان معاشروں میں اس نے عوام کے ایک بڑے طبقے کا اعتماد حاصل کر کے ان کی قیادت شک وریب میں مبتلا یا کمزور ایمان رکھنے والے اور دین ودنیا کے درمیان تفریق کرنے والے دانش وروں سے بڑی حد تک چھین بھی لی ہے۔ لیکن ابھی عوام کی غالب اکثریت کی اس نئی اسلامی قیادت کے ساتھ وابستگی زیادہ تر جذباتی ہے جس کے سبب وہ غیر اسلامی قیادت کے تسلط کے خلاف کوئی عملی اقدام کرنے اور اس راہ میں قربانیاں دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ابھی نہ عوام کا نظام اقدار بدلا ہے، نہ اس بگڑے ہوئے ''مذہبی مزاج'' کی اصلاح ہوئی ہے جو اسلام کے نام پر لوگوں کو علما اور سیاسی قیادت کے پیچھے لا کھڑا کرتا ہے۔ عام طور پر مسلم عوام معاشی ترقی، سیاسی استحکام اور امور مملکت کے نظم وانصرام کے سلسلے میں فیصلہ کن طاقت کا حق دار سیکولر قیادت ہی کو سمجھتے ہیں۔

اپنے دانش ور طبقے میں ایمان کی بحالی اور اپنے عوام کو پوری طرح ساتھ لے کر چلنے کے لیے ابھی اسلامی تحریکوں کو بہت کچھ اور کرنا ہے۔ انہیں عوام میں اسلام کا علم پھیلانے، ان کی اصلاحی اور دینی اصلاح اور ایمانی تربیت کے لیے اپنے پروگراموں کو زیادہ جامع بنانا ہے اور ان پر زیادہ مستعدی کے ساتھ عمل کرنا ہے۔ اصلاح صرف قول سے نہیں ہوا کرتی ہے، اس سے زیادہ اہمیت کردار کی ہے۔

اسلامی تحریکوں کے کارکنوں کو نہ صرف عبادات واخلاق میں بلکہ معاملات دنیا بالخصوص معاشی وسائل اور سیاسی طاقت کے برتنے میں نیز اپنی معاشرتی زندگی میں للّٰہیت، ترجیح آخرت اور اخوت، مواساۃ ومرحمت، شورائیت اور مساوات کی اسلامی قدروں کے مطابق اعلیٰ اسلامی کردار کا نمونہ پیش کرنا ہے تاکہ مسلمان عوام ان قدروں کو جذب کر سکیں اور اسلامی نظام کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے۔ انہیں اپنے عوام کے اندر وہ بنیادی انسانی صفات اجاگر کرنی ہیں جن کے بغیر کوئی انسانی گروہ زوال سے عروج اور ضعف سے قوت کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طرف نہیں بڑھ سکتا۔ ہماری مراد محنت، نظم وضبط، کسی اعلیٰ مقصد کے لیے ایثار وقربانی کے جذبے اور اس مقصد کے لیے ذریعے کے طور پر علوم وفنون میں مہارت کے ذریعے تسخیر کائنات کے حوصلے سے ہے۔ صرف وعظ وارشاد کے ذریعے مسلمان عوام سے کاہلی اور جہالت، اختلاف اور فرقہ بندی، بخل اور کم ظرفی اور پست حوصلگی کی مہلک بیماریاں نہیں دور کی جاسکتیں۔ ان کے علاج کے لیے وسیع پیمانے پر مسلسل منظم کوششیں درکار ہیں۔

مسلمان دانش وروں کی ایمانی حالت درست کرنے، ان کے نظام اقدار میں تبدیلی اور کتاب وسنت کے ساتھ ان کی وفاداری بحال کرنے میں مذکورہ بالا کوششوں کو بھی دخل ہوگا مگر ان کی نسبت سے اسلامی تحریکوں کو کچھ علمی اور فکری کام بھی کرنے ہیں۔ یہ علمی اور فکری کام عام انسانوں کو دعوت اسلامی کا مخاطب بنانے کے ضمن میں اہمیت کے حامل ہیں، اور اس تعلیمی اور تربیتی پروگرام کے لیے بھی اہم بنیادیں فراہم کرتے ہیں جس کا ذکر اوپر عوام کی اصلاح کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

غور وفکر کی جہتیں: یہ مقالہ مخصوص طور پر تحریک اسلامی کے ہمہ جہتی کام کے علمی اور فکری پہلو سے بحث کرتا ہے۔ اس کا مقصد ایسے موضوعات ومسائل کی نشان دہی ہے جن پر کیا جانے والا کام اتنا تشفی بخش نہیں کہ جدید ذہن کو پوری طرح مطمئن کر سکے یا جن کے بارے میں معاصر اسلامی مفکرین کے درمیان پائے جانے والے اختلافات نے مزید بحث وتحقیق کو ناگزیر بنا دیا ہے یا جن کی طرف گزشتہ کئی عشروں میں بہت کم توجہ کی جاسکی ہے۔

ہمارے نزدیک اس طرح کا فکری کام، جس کے بعض گوشوں کی ذیل میں نشان دہی کی جائے گی، عصر حاضر میں اسلامی نظام کے قیام کی شرط لازم بن چکا ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی مفکرین، فکری کام کا حق ادا کر چکے ہیں اور مسلم دانش وروں کو اسلام کے پوری طرح اختیار کرنے سے روکنے والی چیز صرف ان کی دنیا پرستی ہے، یا مسلم عوام اسلامی تحریکوں کی قیادت اور ان کے پروگراموں سے پوری طرح مطمئن ہیں، صرف فوجی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آمریتیں ان کے اجتماعی ارادے کے عملی اظہار میں مانع ہیں۔ ان کے تجزیے کو ہم غیر تشفی بخش سمجھتے ہیں اور اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔

ہم اس غلط فہمی کا شکار نہیں کہ جن فکری کاموں کی نشان دہی کی جا رہی ہے، وہ انجام پا جائیں تو دور حاضر کا انسان اسلام کی طرف دوڑ پڑے گا، یا مسلمان دانش ور فوج در فوج تحریک اسلامی کی صفوں میں شامل ہونے لگیں گے، اور مسلمان عوام کی موجودہ دورخی اور ان کا تذبذب دور ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، مسئلے کے دوسرے پہلو بھی اہمیت رکھتے ہیں، مگر ہم یہ رائے ضرور رکھتے ہیں کہ جب تک فکری کام آگے نہیں بڑھتا، دوسرے کاموں کے باوجود اسلامی تحریکیں اپنے مقاصد کے حصول میں کام یاب نہیں ہو سکتیں۔

ہمارے نزدیک انسانی دنیا میں فیصلہ کن طاقت افکار و تصورات کی طاقت ہے اور جو چیز دور حاضر میں اسلام کو اس کا اصل مقام دوبارہ دلوانے والی ہے، وہ اسلامی افکار و تصورات کی صالحیت اور دوسرے تمام افکار و تصورات کے مقابلے میں اسلام کے نظریہ حیات کا زیادہ معقول و برتر ہونا ہے۔ شرط یہ ہے کہ باطل افکار و تصورات پر گہری تنقید کے ساتھ، اسلامی افکار و تصورات کو ایسے استدلال کے ساتھ پیش کیا جائے جس کو عصر حاضر کا انسان سمجھ سکے۔

کسی صالح تر نظریے کو محض جبر و تشدد سے زیادہ عرصہ نہیں دبایا جا سکتا۔ آج بعض مسلم ممالک میں طاقت ور اسلامی تحریکوں کو جبر کی حکمرانی نے جس طرح دبا رکھا ہے، اس سے بہت سے ذہنوں میں یہ سوال ابھر رہا ہے کہ ''ایسے حالات میں نظام کی تبدیلی کے لیے اشاعت افکار، تعمیر کردار اور اصلاح معاشرہ کے پروگرام کس طرح مقصد برآری کر سکتے ہیں؟ طاقت کے جواب میں طاقت کی ضرورت ہے۔''

اس طرح سوچنے والوں کو مذکورہ بالا تاریخی حقیقت پر غور کر کے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ انہیں وقت کے چھائے ہوئے نظام کے مقابلے میں جس طرح کی طاقت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہے، وہ عوام وخواص کے ذہنوں میں صالح فکر کے رسوخ اور ان کے انفرادی اور اجتماعی کردار پر اس کے گہرے اثر کے نتیجے میں ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ انسانی فطرت جبر کی حکمرانی سے نفرت کرتی ہے مگر اس کی بے پناہ قوتوں کو جبر کے خلاف منظم کوشش پر آمادہ کرنے کے لیے صالح نظریہ اور اس پر گہرا یقین درکار ہوتا ہے۔

ساتھ ہی یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ کسی ملک میں بھی اسلام کی راہ کا روڑا صرف اس ملک کا مغرب زدہ طبقہ یا اس کی حکمران قوتیں نہیں بلکہ پوری لادینی تہذیب، سرمایہ دارانہ مغرب، صلیبیت اور صہیونیت اپنے عالمی پریس، اپنے لٹریچر، اپنے سفارت خانوں اور برآمد کردہ ماہرین، اپنی فوجی اور اقتصادی امداد، غرض اپنے جملہ مادی اور ذہنی وسائل کے ساتھ اسلامی نظام کے احیا کی راہ روکنے پر تلے ہوئے ہیں۔ احیاے اسلام کے لیے اس فکری جہاد کا میدان کوئی ایک ملک نہیں، پوری دنیا ہے۔

آج اسلامی تحریکیں جس مرحلے میں ہے، اس میں یہ لڑائی محض مادی قوت کے ذریعے نہیں جیتی جاسکتی ہے۔ ہماری اصل قوت ہمارا صالح نظریہ حیات ہے، جس کی صحیح اور موثر ترجمانی اور عصر حاضر کے ذہن ومزاج کو پوری طرح سمجھ کر کی جانے والی تفہیم.... ایسی ترجمانی اور تفہیم جس کے پیچھے داعی گروہ کے اعلیٰ اسلامی کردار کی سند موجود ہو.... جغرافیائی، قومی اور نسلی حدود سے بے نیاز ہوکر انسانوں کے دل ودماغ بدل سکتی ہے۔

یہی کام ہماری اپنی صفوں کو درست کرنے اور مخالف قوتوں کا شیرازہ منتشر کر کے انسانوں کو ان کی قیادت سے اپنی قیادت کی طرف لانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ہمیں اپنی توجہات اسی پر مرکوز کردینی چاہئیں۔

ایمان وعقیدہ

شان الوہیت: فکری کاموں میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی صفات اور شان الوہیت کی تفہیم کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے پر اب تک ایسا لٹریچر نہیں پیش کیا جاسکا ہے جس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں دور حاضر کے منکرین خدا، متشککین (Skeptics) اور لا ادریین (Agnostics) کے خیالات کو پوری طرح سامنے رکھا گیا ہو۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہمارے مفکرین مغرب کے انسان کو اپنا مخاطب بنانے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے عوام کے ایمان باللہ کو ایک مسلم حقیقت اور اپنے دانش وروں کے شک وریب کو محض مغرب سے مرعوبیت کا نتیجہ سمجھا۔ افسوس کہ ہمارا مرض زیادہ گہرا ہے۔

اس بات کی ضرورت ہے کہ عصر حاضر کے ائمہ فکر کے اعتراضات وشبہات کا جائزہ لیتے ہوئے اس موضوع پر کام کیا جائے۔ اس ہمہ پہلو کام میں ایسے مسائل سے بھی تعرض ناگزیر ہوگا جن کا تعلق خدا کے وجود سے نہیں بلکہ اس کی صفات اور ان صفات کے درمیان ہم آہنگی سے ہے۔ مثلاً برٹرینڈ رسل اور ٹائن بی جیسے چوٹی کے لا ادریین کائنات میں شر (Evil) کے وجود کے پیش نظر خدا کی صفت رحمت وقدرت کو تسلیم کرنے اور پھر اس بنا پر خود خدا کا وجود تسلیم کرنے کو دشوار پاتے ہیں۔ معاصر اسلامی لٹریچر اس مخصوص مسئلے سے بہت سرسری انداز میں گزر گیا ہے۔

صفات خداوندی کی قرآن کی روشنی میں تفہیم کی اہمیت ایک مثال سے سمجھی جاسکتی ہے۔ خدا علیم وخبیر ہے اور وہی غیب کا علم رکھتا ہے مگر علم کے باب میں دور حاضر کا انسان کسی حد کا قائل نہیں اور وہ اس علم وخبر کا بھی مدعی ہے جو ضابطہ حیات وضع کرنے کے لیے درکار ہے۔ اس انانیت میں اعتدال پیدا کرنا شان الوہیت اور مقام عبودیت کے صحیح فہم اور متعلقہ صفات خداوندی کے قرآنی تصور پر اطمینان حاصل کیے بغیر ممکن نہیں۔

اسی طرح شان الوہیت کی ایسی تفہیم درکار ہے جو انسانوں میں عموماً اور مسلمان دانش وروں اور ان کے عوام میں خصوصاً اللہ کی حاکمیت کا تصور بھی اسی طرح راسخ کردے جس طرح اس کے مسجود ومعبود ہونے کا تصور راسخ ہے۔ اسلامی تصور توحید کی وضاحت میں وحدت الوجود جیسے تصورات کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے تاکہ یہ صاف اور سلجھا ہوا حرکی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Dynamic) تصور فلسفیانہ الجھاؤں سے پاک ہو کر انسانی زندگی پر اپنے گہرے اثرات مرتب کر سکے۔

انسان کی روحانی اور نفسیاتی، علمی اور فکری، اخلاقی اور عملی، نیز سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی کے لیے عقیدہ توحید کے تقاضوں کی وضاحت ہر دور میں از سر نو ضروری ہوتی ہے۔ دور حاضر کے احوال وظروف، اس کی ذہنی فضا اور مزاجی کیفیت کی مناسبت سے ایسی وضاحت درکار ہے جو مادی تہذیب کے اثرات سے زندگی کے تمام پہلوؤں کو پاک کر کے انہیں اسلامی اقدار کے مطابق ڈھال سکے۔ عملی زندگی میں توحید کے تقاضوں کی تو وضاحت کی گئی ہے مگر علم وفکر، آرٹ اور ادب، فنون لطیفہ اور جمالیات کی نسبت سے کم ہی سوچا گیا ہے۔

تمام تہذیبی مظاہر کی آبیاری بالآخر کسی ایک سرچشمہ سے ہوتی ہے جو ان کا مزاج متعین کرتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا سرچشمہ تصور توحید ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کائنات کے مشاہدے ومطالعے میں، قوانین فطرت کے اکتشاف اور ان کی تشریح میں یا نفس انسانی، سماج اور اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے تجزیہ وتحلیل میں اس سرچشمہ سے بے نیازی برت کر اسلامی تہذیب کی تشکیل جدید کی امید کی جا سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ دائرے ہیں جو علماء دین کی دسترس سے باہر رہے ہیں اور ان کے ماہرین نے شعوری یا لاشعوری طور پر ان دائروں میں خدا کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا ہے جو مغربی تہذیب نے اختیار کیا ہے۔ اس موقف پر نظر ثانی کی اور ان دائروں میں توحیدی بصیرت کے ساتھ نئے کام کی ضرورت ہے تاکہ ایک طرف تو یہ واضح ہو سکے کہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت یعنی خدا کے بغیر حقائق کا صحیح فہم اور ان کی تعبیر وتوجیہ دشوار ہے۔ دوسری طرف یہ ثابت ہو جائے کہ اس حقیقت کی رہنمائی میں مختلف حقائق کے درمیان ربط قائم کرنا اور ان سے متوازن اور ہم آہنگ استفادہ کرنا ممکن ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منصب رسالت: الوہیت کے بعد وحی ورسالت کی اہمیت ہے۔ مستشرقین نے وحی کے اسلامی تصور کو مجروح کرنے اور رسالت کے حدود (Scope) کو محدود کرنے کی کوشش کی ہے جس کا بعض مسلمان دانش وروں نے خاصا اثر لیا ہے۔

وحی ورسالت کے باب میں ہندو ذہن اور عیسائی ذہن، اسلامی ذہن سے یکسر مختلف تصور رکھتا ہے۔ ان مخصوص اجنبی تصورات کا نوٹس لینا بھی ضروری ہے۔ وحی ورسالت کے قرآنی تصور کی وضاحت میں عقل انسانی، سائنس اور تاریخ کی رہنمائی کی رسائی کو بھی زیر بحث لانا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ غیب اور ایمان بالغیب کے موضوع پر سیر حاصل بحث کرنی ہوگی جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ عصر حاضر کا انسان غیب سے کتراتا ہے اور کسی ایسے علم کو جاننے سے پہلو بچاتا ہے جسے عقل وتجربے کی سند نہ حاصل ہو۔ بیسویں صدی کے متعدد سائنس دانوں اور ماہرین نفسیات نے اس سطحیت اور کوتاہ نظری کے خلاف احتجاج کیا ہے اور معلوم کے بالمقابل مجہول کی وسعتوں پر زور دیا ہے مگر مزاج عصر نے اس کا اثر کم قبول کیا ہے۔ ان کی تحریروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسئلے کی مکمل تنقیح ضروری ہے۔

وحی اور رسالت کی ماہیت اور ان کی وسعتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس ذہن کو بھی سامنے رکھنا ہوگا جو دین وشریعت کے درمیان تفریق کرتا ہے اور سیاست ومعیشت، خاندانی زندگی اور جرم وسزا جیسے دنیوی امور میں قانون سازی کے لیے انسانی عقل وتجربے کو کافی سمجھتا ہے۔ کیا انسان کی نفسیاتی، سماجی اور معاشی وسیاسی زندگی کے جملہ امور ومتعلقات دائرہ غیب سے باہر اور انسانی علم کی مکمل رسائی میں ہیں؟ اس سوال کا واضح جواب قرآن کی روشنی میں تلاش کرنا ہوگا۔ احکام شریعت کی دائمی حیثیت کی وضاحت اور وکالت کے ضمن میں زمان ومکان کی نسبت سے بعثت محمدی کی حیثیت کا جائزہ لینا ہوگا۔ اس سلسلے میں ختم نبوت کی بھی مزید تفہیم درکار ہے کیونکہ بعض ذہنوں کے لیے یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جب عقل وحواس کی نارسائی انسان کی مستقل کمزوری ہے جس کی تلافی کے لیے وحی الٰہی کی رہنمائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درکار ہے تو تاریخ انسانی کے کسی مرحلے پر اس رہنمائی کا سلسلہ کیوں ختم کر دیا گیا؟ اس سوال اور مذکورہ بالا دوسرے مسائل کا تعلق بال آخر فلسفہ، تاریخ، مزاج شریعت اور تجدید واجتہاد کے تاریخی کردار سے جڑ جاتا ہے۔

قرآن اور سائنس: مقام وحی ورسالت کے ضمن میں مذہب اور سائنس، یا زیادہ صحیح الفاظ میں قرآن اور سائنس کے موضوع پر بھی نئے کام کی ضرورت ہے۔ اس موضوع پر اردو اور عربی میں جو لٹریچر موجود ہے، اس پر زیادہ تر انیسویں صدی کی سائنس کی فکر کی چھاپ پڑی ہے اور وہ الا ماشاء اللہ افراط وتفریط کا شکار ہے۔

اس کی ایک مثال حیاتیاتی ارتقا (Evolution) کا مسئلہ ہے۔ سائنس کا طالب علم اسے حقیقت مانتا ہے مگر قرآن کا مفسر یا تو قرآن کی طرف اس کی قطعی تردید منسوب کرتا ہے یا آیات قرآنی سے حیاتیاتی ارتقا کا اثبات کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، مطالعہ فطرت میں وحی الٰہی سے بے نیازی برتنے یا قرآن اور سائنس کو دو بالکل علیحدہ خانوں میں رکھنے کا رویہ صحیح نہیں ہوسکتا۔ مگر یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک دائمی کتاب ہدایت سے تمام سائنٹفک حقائق اخذ کیے جاسکیں یا اس کے بیانات کی تفسیر میں بدلتے رہنے والے نظریات کو فیصلہ کن اہمیت دی جائے۔ مسئلے کے ان نازک پہلوؤں کی پوری رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے مسئلہ ارتقا اور اس جیسے دوسرے مسائل کی نسبت سے قرآن کے موقف ومنہاج کی ازسرنو وضاحت ضروری ہے۔

عصر حاضر کے لیے اس کام کی ضرورت بہت زیادہ ہے کیونکہ بعض اوقات ایمان باللہ کے باوجود کسی ایک مسئلے میں شک وریب یا یہ گمان کہ معلوم ومشہود حقیقت وحی ورسالت کے بیان سے ٹکراتی ہے، پوری زندگی کو ایمان کے دوررس اثرات سے محروم کر دیتا ہے اور انسانی ذہن کو مجبور کرتا ہے کہ وہ مذہب کے سلسلے میں ایک غیر عقلی تقلیدی موقف اختیار کرے، جس کا لازمی نتیجہ عام انسانی زندگی سے مذہب کی بے دخلی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سنت : منصب رسالت کی تفہیم کے لیے دوسرا اہم کام سنت کی تنقیح کا ہے۔ سنت اسلامی قانون کا ماخذ اور قرآن کے پہلو بہ پہلو اسلامی تعلیمات کا منبع ہے۔ کسی زیر غور مسئلے میں سنت کی رہنمائی معلوم کرنے کے لیے ہمیں اب جو ذریعہ میسر ہے، وہ احادیث کا ذخیرہ ہے جو صدیوں کی چھان بین اور بحث وتحقیق کے نتائج کے ساتھ ہم تک منتقل ہوا ہے۔ اصولی طور پر اس ذخیرہ سے استفادہ میں ماضی کی بحث وتحقیق کو حرف آخر سمجھنے کی بجائے مزید تحقیق وتدبیر کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔ یہ بات روایت ودرایت یا تاریخی تحقیق اور قرآن کریم کی رہنمائی میں عقلی جانچ پرکھ دونوں کے بارے میں صحیح ہے۔ چند مجموعوں میں درج ہر روایت کو لفظاً ومعناً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے اور مستشرقین کی اتباع میں احادیث کے پورے ذخیرہ کی صحت کو مشکوک سمجھنے کے دو انتہا پسندانہ رویوں کے درمیان یہی وہ مسلک اعتدال ہے جو جدید اسلامی تحریکوں کے رہنماؤں نے اختیار کیا ہے۔ اصل مسئلہ زیر غور مسائل میں اس موقف کو عملاً برت کر دکھانے اور انتہا پسندانہ موقفوں پر علمی تنقید کا ہے۔ یہ کام بھی از حد تشنہ ہے۔

روایت ودرایت کے اعتبار سے احادیث کی از سر نو تحقیق اور جدید مسائل کی نسبت سے سنت کی تنقیح کی سب سے زیادہ اہمیت ان دستوری، سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل میں ہے جن میں دور جدید میں اسلامی موقف کی از سر نو تعیین اس لیے ضروری ہو گئی ہے کہ متعلقہ احوال وظروف یکسر بدل گئے ہیں۔ اس دائرے میں متعدد مسائل کے ضمن میں یہ سوال بہت اہم ہو گیا ہے کہ سنت ان مقاصد ومصالح کے اعتبار سے اور ان کے حصول کے لیے مزاج شریعت سے مناسبت رکھنے والے طریقے اختیار کرنے کا نام ہے جن کا اعتبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کی دستوری، سیاسی، معاشی اور سماجی زندگی کی تطہیر وتنظیم میں کیا تھا، یا خود ان متعین قواعد وضوابط کا نام ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع کیے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی تاریخ

دور جدید میں احیاے اسلام کی جدوجہد کے سیاق میں تاریخ اسلام یا مسلمانوں کی تاریخ کا ازسرنو مطالعہ ضروری ہے۔ اپنی جگہ یہ بہت اہم کام ہے کہ کتاب وسنت کے دیے ہوئے معیار پر اس تاریخ کے مختلف ادوار کی قدر و قیمت کا تعین (evaluation) ان مختلف انقلابات اور تبدیلیوں کی تعبیر وتوجیہ کے ساتھ ہونا چاہیے جن سے یہ تاریخ گزری ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس تاریخ کے بعض اہم ادوار کا مطالعہ خاصا اختلافی رہا ہے۔ اس کی ایک مثال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت بھی ہے جس پر گزشتہ چند برسوں میں خاصی بحث رہی ہے۔ اس کام کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ جدید سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل پر بحث ومذاکرے کے دوران وسیع پیمانے پر تاریخی نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔ کسی مستند evaluation کا فقدان اس طرح کے نظائر کا وزن مشکوک بنا دیتا ہے۔

فقہ

معاصر اسلامی مفکرین کے درمیان دور جدید کی اسلامی قانون سازی میں حجت ہونے یا رہنما بنانے کے لحاظ سے اس فقہی ذخیرے کے مقام کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں جو شروع کی چند صدیوں میں مرتب ہوا تھا۔ اصولی طور پر اللہ نے ہمیں صرف کتاب وسنت کی پابندی کا مکلف بنایا ہے۔ جدید اسلامی قانون سازی میں ہمیں ماضی کے فقہی ذخیرے سے پورا استفادہ کرنا چاہیے لیکن یہ مخصوص زمان ومکان (time and space) میں انسانی ذہن کی پیداوار ہے جس کی پابندی کی نہ کوئی شرعی اور عقلی دلیل ہے، نہ یہ پابندی عملاً مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر علما کا ایک بڑا طبقہ یہ رجحان رکھتا ہے کہ نئی قانون سازی میں کوئی ایسی راہ نہیں اختیار کی جانی چاہیے جو فقہ کے معروف اسکولوں میں سے کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسکول نے نہ اختیار کی ہو۔

اس میدان میں جدید اسلامی تحریکوں کے رہنما عام طور پر صحیح اصولی موقف کے حامل ہیں مگر جب کسی عملی مسئلے پر بحث چھڑ جاتی ہے تو ان کے طرز فکر پر بھی علما کے غالب رجحان کا گہرا اثر بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس رجحان کے ردعمل میں احوال وظروف اور مزاج عصر کی بیش از بیش رعایت رکھنے والے دانش وروں میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ علما کتاب وسنت کے ساتھ سلف صالح کے اجتہادات کو بھی شریعت کا درجہ دینا چاہتے ہیں۔

اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ دونوں طبقے ایک دوسرے کو اپنا موقف سمجھانے کی کوشش کریں اور باہمی تبادلہ خیال اور بحث وتمحیص کے بعد کسی اعتدال پر مجتمع ہوں۔ بدقسمتی سے ان دونوں طبقوں کے درمیان خوش مزاجی اور انکسار طبع کے ساتھ تبادلہ آرا کا رواج نہیں پڑ سکا اور جو بحثیں ہوتی ہیں، ان کا مواد اور لہجہ کسی صحت مند نتیجے تک پہنچنے کے لیے سازگار نہیں ہوتا۔

کلامی مسائل

ہمارے ماضی کے ورثے میں مرتب شدہ فقہ کے ساتھ دینی فکر کے دوسرے اہم اجزا بالخصوص تشریح عقائد، علم الکلام اور صوفیانہ لٹریچر اور تصوف کی روایات کی بڑی اہمیت ہے۔ مسلمان معاشرہ آج جیسا ہے، اس کی تشکیل میں اس لٹریچر نے، ان علما ومشائخ کے توسط سے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، فیصلہ کن حصہ لیا ہے۔ ہمارے نزدیک دینی فکر کے ان دوسرے عناصر کے سلسلے میں اسلامی تحریکوں کے رہنماؤں کا موقف زیادہ واضح اور صاف رہا ہے، یعنی انہوں نے اسے بحیثیت مجموعی، مخصوص احوال وظروف اور زمان ومکان کے مخصوص تقاضوں کے تحت قرآن وسنت کے انسانی فہم کا اظہار سمجھا ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ اسے دور جدید کے انسان کے لیے حجت نہیں قرار دیتے بلکہ اکثر وبیشتر اسے غیر موزوں اور جدید اسلامی ذہن ومزاج کی تشکیل کے لیے مضر سمجھتے ہوئے تمام متعلقہ مسائل پر کتاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وسنت کی روشنی میں آج کے احوال وظروف اور موجودہ زمان ومکان کے تقاضوں کے پیش نظر از سرنو فکر کی دعوت دیتے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عام علما اور مشائخ نے ان کے اس موقف کو قبول نہیں کیا ہے اور آج بھی مسلمان عوام کے دینی افکار اور ان کے مجموعی مزاج کی تشکیل انہی غیر موزوں اثرات کے تحت ہوتی ہے۔ یہ چیز ایک طرف تو عوام کی مطلوبہ اصلاح میں زبردست رکاوٹ بنتی ہے۔ دوسری طرف پورے مسلم معاشرے میں اس حرکی اقدامی کیفیت کے پیدا ہونے میں مانع ہے جو دور حاضر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ضروری ہے۔ اس صورت حال کا تقاضا واضح ہے: علما ومشائخ کے غلط موقف پر تنقید، نئی دینی فکر کی جامع ترتیب، اور مسلمان عوام کی نئی فکری تربیت جو انہیں قدیم کلام اور تصوف کے غیر اسلامی اثرات سے پاک کر کے مطلوبہ مثبت مزاج عطا کر سکے۔ اس تقاضے کی تکمیل اہم اسباب کی بنا پر ابھی نہیں ہو سکی ہے۔

ہر ملک میں اسلامی تحریکوں کو سیکولر دانش وروں کے مقابلے میں اور مسلمان عوام میں نفوذ کے لیے علما ومشائخ کی اہمیت محسوس کر کے ان پر تنقید کا لہجہ نرم کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات سیکولر قیادتوں سے سیاسی کش مکش میں عوامی تائید کی ضرورت نے ان کو اس فکری اصلاح کو نظر انداز یا کم از کم ملتوی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ وقتی طور پر یہ طریقہ اختیار کرنا کتنا ہی ناگزیر کیوں نہ نظر آتا ہو، ہمارے نزدیک اس اہم کام کے بغیر خود اس مقصد کا حصول دشوار ہے جس کی خاطر اس کام کو پس پشت ڈالا گیا ہے۔

فوجداری قوانین کا مسئلہ

اسلام کے فوجداری (criminal) قوانین پر عربی میں اچھا کام ہوا ہے جس میں سے بعض چیزیں اردو میں منتقل بھی کی جا رہی ہیں۔

بعض مخصوص شرعی سزاؤں کے سلسلے میں مختلف پہلوؤں کی مزید تحقیق ووضاحت درکار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کیونکہ جرم وسزا کے بارے میں جدید فلسفوں اور جدید انسان کے مزاج نے حدود شرعیہ کی نسبت سے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے ہیں۔ اس وضاحت کا ایک پہلو خود فلسفوں کے تنقیدی جائزے اور اس بارے میں اسلامی فکر کے بیان اور ان حقائق کی یاد دہانی سے تعلق رکھتا ہے جن کی طرف پہلے دو مسائل کے بیان میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ دوسرا پہلو ہر شرعی سزا پر علیحدہ تفصیلی بحث کا متقاضی ہے۔ چور، زانی، زنا کی تہمت لگانے والے اور برسر جنگ باغیوں کی سزا قرآن میں مقرر کر دی گئی ہے لیکن معاصر اسلامی مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سزائیں اسلامی معاشرہ برپا ہو جانے کے بعد ہی نافذ کی جانی چاہییں۔ اس اتفاق رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ابتدا میں بھی یہ قوانین اسلامی معاشرے کے برپا ہونے کے بعد نافذ کیے گئے تھے۔ نیز سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ غیر معمولی حالات میں بعض شرعی سزاؤں کا نفاذ روک دیا گیا تھا۔ اس اجمالی موقف کی مزید تشریح کے طور پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دور جدید میں ان سزاؤں کا نفاذ کن شرائط کی تکمیل کے بعد کیا جا سکے گا۔

قرآن کریم میں شراب پینے والے کو سزا دینے کا ذکر نہیں مگر یہ بات سنت سے ثابت ہے کہ یہ ایک قابل سزا جرم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شراب خور کو سزا دینا ثابت ہے مگر سزا کی جو کیفیت اور مقدار فقہ مرتب میں بیان ہوئی ہے، اس کی بنیاد خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اور صحابہ کا فیصلہ ہے۔ مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں یہ امر قابل غور ہے کہ جدید اسلامی قانون سازی میں اس بارے میں کیا موقف اختیار کرنا چاہیے۔

شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن متعین مجرموں کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا، ان کے جرم کی نوعیت کی از سر نو تحقیق درکار ہے تاکہ یہ بات صاف ہو سکے کہ یہ سزا صرف احصان کے باوجود زنا کے ارتکاب کی تھی یا جرم کی نوعیت زیادہ پیچیدہ تھی۔ پھر یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اصل سزا سزائے موت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے یا یہ مخصوص طریقہ سزا بھی شرعی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں مرتد کی سزا نہیں بیان ہوئی ہے۔ مرتد کی جو سزا سنت سے ثابت ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے ایک مشہور اثر کی بنا پر اکثر فقہا مرتد کو تین دن تک توبہ کی مہلت دینے اور اس طرح اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے اسے اسلام کی طرف واپس لانے کی کوشش کو واجب یا کم از کم مستحب قرار دیتے ہیں۔ آزادی ضمیر کی ضمانت دینے کے باوجود ارتداد کو قابل سزا جرم قرار دینا اور اس جرم کی ایک ایسی سزا دینا جو آئندہ اصلاح کے مواقع ختم کر دے، بہت نازک مسئلہ ہے۔ فساد عقیدہ اور بنیادی امور میں اختلاف نیز اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں موجودہ علما کا طرز عمل اس مسئلے کی سنگینی میں اور اضافہ کر دیتے ہیں کہ مرتد کی تعریف کیا ہوگی اور اس کو کن شرائط کی تکمیل پر سزا دی جا سکے گی؟ اس صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا جب ملزم کو اس بات پر اصرار ہو کہ وہ مرتد نہیں ہوا ہے؟

ترک اسلام کے ساتھ اسلامی ریاست سے بغاوت اور اسلام دشمنی کا مسئلہ علیحدہ ہے۔ نازک تر مسئلہ مجرد تبدیلی دین اور ترک اسلام کی سزا کا ہے۔ اہم سوال یہ ہے کہ قتل اس جرم کی آخری سزا ہے یا واحد سزا۔ کیا وجہ ہے کہ مرتد کے شکوک وشبہات دور کرنے کے لیے تین ہی دن کا موقع دیا جائے، مزید وقت دینے میں کون سی دلیل شرعی مانع ہے؟ اور ایک جدید اسلامی ریاست اس بارے میں کوئی قانون بناتے وقت اس حقیقت کو کتنا وزن دے گی کہ اسلامی نظام عرصہ سے معطل رہا ہے اور عہد جدید کے انسان پر حجت اس طرح نہیں تمام ہوئی ہے جس طرح اہل عرب پر ہوئی؟

اقدار کا موضوع

اسلامی تعلیمات کا مدار اخلاقی قدروں پر ہے، شریعت انہی قدروں کی تحصیل متعین احکام وہدایات کے ذریعے کرتی ہے اور یہی قدریں زندگی کے نت نئے مسائل میں انسان کی صحیح راہنمائی کر سکتی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انفرادی اور اجتماعی کردار کی تعمیر، سماجی اداروں کی تشکیل اور جدید مسائل میں نئی اسلامی قانون سازی میں ان قدروں کی رہنما اہمیت مسلم ہے۔ پھر یہی قدریں نظام تعلیم و تربیت میں مقاصد کا درجہ رکھتی ہیں اور مطالعہ حیات میں اسلامی ادیب کے لیے روشنی کے مینار ہیں۔ اخلاقی قدروں کی اس کلیدی اہمیت کے پیش نظر ان کے مطلق یا اضافی ہونے کی بحث بہت اہم ہے۔

اسلامی مفکرین جب اخلاقی قدروں کے مطلق ہونے پر زور دیتے ہیں تو ان کی مراد کیا ہوتی ہے؟ کیا اخلاقی قدروں کا مفہوم احوال وظروف کی تبدیلی کے ساتھ نہیں بدلتا اور ان قدروں کے عملی اظہار کے طریقوں میں تبدیلی نہیں ہوتی؟ کیا انہی باتوں کی تعبیر اس طرح مناسب نہ ہوگی کہ اخلاقی قدروں کے تصور میں ارتقا ہوتا رہتا ہے اور اس ارتقا کے امکانات لامحدود ہیں؟ دور جدید میں نظام تعلیم، قانون، ادب اور سماجی علوم کی تشکیل جدید کے ضمن میں اس بنیادی بحث کا حق نہیں ادا کیا گیا ہے۔

اسلامی فلسفہ تاریخ

اسلام کے نظام فکر وعمل میں اخلاقی قدروں کی اہمیت کے ضمن میں یہ سوال بھی سامنے آتا ہے کہ اسلامی مبصر کی نگاہ میں تاریخ انسانی میں اصل کارفرما قوتیں کیا ہیں جن کے حوالے سے ماضی کی توجیہ وتعبیر اور مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی حاصل کی جا سکے؟

اسلامی فلسفہ تاریخ کی ترتیب تاریخ انسانی کو ایک مخصوص رخ پر لے جانے کی کوشش کرنے والی اسلامی تحریک کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل ہی اس کے طریق کار میں حقیقت پسندی، خود اعتمادی اور اس کی صفوں میں اپنی بال آخر کامیابی کا یقین پیدا کر سکتی ہے۔ اسلامی فلسفہ تاریخ کی ترتیب اور اس کی روشنی میں پوری انسانی تاریخ کی نئی تدوین اس لیے بھی ضروری ہے کہ معاصر فکری مزاج کی تشکیل میں تاریخ کی مادی تعبیر نے اہم حصہ لیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج تاریخ کا مطالعہ انسانی تاریخ میں روحانی قوتوں اور اخلاقی مقاصد کے عمل سے غفلت برتتا ہے اور ثانوی درجے کے دوسرے عوامل ہی کو فیصلہ کن اہمیت دیتا ہے۔ تاریخ کے اس مطالعہ کو رد کر کے ایک نیا تاریخی شعور حاصل کیے بغیر انسانوں سے کسی تہذیبی انقلاب کی توقع لاحاصل ہے۔

افسوس کہ اس عظیم کام کے سلسلے میں جو ابتدائی کوششیں کی بھی گئی ہیں، ان کا بہت کم نوٹس لیا گیا ہے اور بظاہر اس کام کے آگے بڑھنے کے کوئی آثار نہیں نظر آتے۔ اسلامی مفکرین کی توجہات زیادہ تر ان مسائل پر مرکوز ہیں جو مخصوص سیاسی یا کلامی فضا کی وجہ سے فوری اہمیت حاصل کر گئے ہیں مگر جب تک اسلامی انقلاب کی اس جیسی بنیادی فکری ضرورتوں کو نہیں پورا کیا جاتا، عصر حاضر کے مزاج کی اصلاح ناممکن ہوگی۔

معاشرتی مسائل

پردہ: معاشرے میں عورت کے مقام اور اس کے سیاسی اور سماجی حقوق کے سلسلے میں اسلامی تحریکوں کے صف اول کے مفکرین کے درمیان بھی بنیادی اختلافات موجود ہیں۔ الاخوان المسلمون کے رہنما مصر و شام کے دوسرے علما کی طرح عورت کے لیے اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور یہی ان کے نزدیک اصل شرعی حکم ہے۔ جماعت اسلامی کے رہنما صرف ضرورت کی بنا پر ایسا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور عام حالات میں چہرے کے پردے کے قائل ہیں۔ جو لوگ اس اختلاف سے واقف ہیں، ان کے لیے یہ بڑا دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے علما کی رائے کو خدا کی شریعت کا درجہ دیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر شخص خود کتاب و سنت سے مسئلے کی پوری تحقیق نہیں کر سکتا۔

یہ مسئلہ بہت اہم ہے اور عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعلیمی، سماجی اور بسا اوقات معاشی ذمہ داریوں اور سرگرمیوں نے اسے اور زیادہ اہم بنا دیا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ دونوں رائیں اپنے دلائل کے ساتھ سامنے آئیں۔ اسلامی تحریکیں بالخصوص اور مسلمان معاشرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالعموم ایک ایسا مزاج اختیار کرے جو مخلص مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں اس بات کی پوری آزادی دے کہ وہ جس رائے کو زیادہ وزنی پائیں، اسے عمل کی بنیاد بنائیں۔ رواج کے قہر یا سماج کے دباؤ کے ذریعے کسی ایک رائے کا نفاذ اسلامی تحریکوں اور مسلمان معاشرے کے لیے نہ صرف نتیجے کے اعتبار سے مہلک ہوگا بلکہ دینی اعتبار سے بھی غلط ہوگا۔

اس سیاق میں یہ بات قابل افسوس ہے کہ مسلمانوں کی کسی دینی یا اصلاحی تحریک نے اپنی قوتوں کا کوئی قابل لحاظ حصہ اس اہم کام پر صرف نہیں کیا کہ ایسی صاحب علم خواتین تیار کرے جو پوری ذمہ داری کے ساتھ ان جیسے مسائل پر غور وفکر اور تحقیق کا حق ادا کر سکیں اور کسی ایک رائے تک پہنچنے میں مدد کر سکیں۔ جب تک یہ کمی پوری نہیں ہوتی، ان مسائل پر غور وفکر کرنے والوں کی ایک مخصوص ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ دور جدید کی مسلمان عورت کی علمی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی ضروریات اور حوصلوں کی پوری رعایت ملحوظ رکھیں۔

عورت کے سیاسی حقوق: عورت کے سیاسی حقوق پر غور کرتے وقت ہم اس ضرورت کو زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ مسلم ممالک میں اسلامی تحریکوں کے مفکرین نے اس مسئلے میں مختلف موقف اختیار کیے ہیں۔

انتخابات میں رائے دہی، مجالس قانون ساز کی رکنیت، مناصب حکومت پر تقرر، ہر مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے اور گزشتہ ۵۰ برسوں میں تبدیلی رائے کی بھی دل چسپ مثالیں ملتی ہیں۔ مسئلے کو سلجھانے کے لیے چند بنیادی امور پر ازسرنو غور ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ آیت قرآنی: وامرہم شوری بینہم میں ہم کی ضمیر صرف مسلمان مردوں کی طرف راجع ہے یا مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف۔

یہی سوال قرآن وسنت کے بعض دوسرے نصوص کی تعبیر کے سلسلے میں بھی پیدا ہوگا۔ عہد نبوت اور خلافت راشدہ کا تعامل بھی تحقیق طلب ہے اور یہ مسئلہ بھی تنقیح کا محتاج ہے کہ اگر اجتماعی امور پر مشورے میں مردوں کی نسبت عورتوں کی شرکت کم رہی تھی تو اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسباب مقامی اور عارضی تھے یا شارع جل شانہ کے کسی دائمی منشا کی تکمیل کے لیے ایسا کرنا ضروری سمجھا گیا تھا۔

یہی سوال اس دور کے سیاسی، سماجی، معاشی اور زندگی کے بعض دوسرے مظاہر کی نسبت سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اتنے اہم مسائل جن کا تعلق انسانوں کی نصف تعداد کے اہم حقوق سے ہو، بڑی ذمہ داری اور باریک بینی کے متقاضی ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ہمارے فیصلے کا مدار کتاب وسنت پر ہو۔

اگر کوئی مفکر نفسیاتی، حیاتیاتی مطالعے کی روشنی میں اور متعلقہ مصالح کے ذاتی فہم کی بنا پر کوئی رائے رکھتا ہے تو اس رائے کو صرف اس دائرے میں کوئی وزن دیا جا سکتا ہے جس میں کتاب وسنت سے کوئی واضح رہنمائی نہ ملتی ہو۔ ہمارے نزدیک اس مسئلے اور متعلقہ مسائل پر غور و بحث کے دوران میں یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جا سکا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ مزید بحث وتحقیق کے ذریعے کسی رائے تک پہنچا جائے۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ اس غور و بحث میں مرد علما اور اصحاب رائے کے ساتھ ہی ساتھ صاحب علم وبصیرت، دین دار خواتین بھی پورا حصہ لیں۔ اگر آج ایسی خواتین کی کمی ہے تو ہمیں ان کی ضرورت واہمیت محسوس کر کے ایسے اقدامات کرنے چاہییں کہ یہ کمی جلد از جلد پوری ہو۔

ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر اس ضرورت کی عدم تکمیل کے سبب ہم نے اسلامی معاشرے کو اس انداز پر تشکیل دینا چاہا جسے خود دین دار خواتین بھی دل سے قبول نہ کرتی ہوں تو خطرناک نتائج رونما ہو سکتے ہیں۔ ان خطرات کے سد باب کا واحد محفوظ طریقہ عورتوں میں علم وبصیرت پیدا کرنا اور ان مسائل کی بابت کیے جانے والے فیصلوں میں ان کی شرکت ہے۔

عائلی قوانین میں اصلاح

اسلام کی عائلی قوانین یا پرسنل لا کی جو دفعات کتاب وسنت سے ماخوذ اور متفق علیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کی حکمتوں اور مصالح کے بیان پر نیز ان پر مغرب کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات کے جواب میں اردو اور عربی میں خاصا لٹریچر موجود ہے جو کسی حد تک جدید ذہن کو مطمئن بھی کر سکتا ہے مگر جو چیز کھٹکتی ہے، وہ ایسا اختلاف ہے جو جزئی امور میں اصلاح وترمیم، اور ریاست کی مداخلت اور نئی ضابطہ بندی کے ذریعے عدل وانصاف کی ضمانت دینے کے باب میں اسلامی تحریکوں کے مفکرین کے درمیان پایا جاتا ہے۔ کسی حد تک اختلاف سے تو مفر نہیں مگر جتنا اختلاف اس باب میں نظر آتا ہے، وہ بہت کچھ کم ہو جاتا اگر ایک دوسرے کی رایوں سے واقف ہو کر بحث ومذاکرے کے ذریعے اختلافات میں کمی کی کوشش کی جاتی۔

یہاں تفصیل کا موقع نہیں، صرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں علما اور جماعت اسلامی نے جو موقف اختیار کیا، وہ اپنی تفصیلات میں اس موقف سے بہت مختلف ہے جو مصر، شام اور مراکش وغیرہ کے بعض علما اور الاخوان المسلمون کے رہنماؤں نے اختیار کیا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ غیر مسلم ممالک کے مسلمانوں کے لیے بھی غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اس لیے اس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

تعدد ازدواج کے حق کی تحدید اور ضابطہ بندی، طلاق کے اختیار کو بعض آداب کا پابند بنانا، حق خلع کی تجدید، مطلقہ کے حقوق، ایک ساتھ تین طلاقوں کا مسئلہ، صغیرہ کے نکاح، ولایت اجبار اور خیار بلوغ کے مسائل، نیز یتیم پوتے کی وراثت کے ضمن میں جبری وصیت کا مسئلہ اس دائرے کے چند ایسے مسائل ہیں جن پر غور وفکر ضروری ہے۔

غیر مسلموں کے سیاسی حقوق

دور جدید میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے سیاسی اور مدنی حقوق کا مسئلہ بھی نازک اور اہم ہے۔ اگرچہ تحریک اسلامی کے رہنماؤں نے اس بارے میں خاصا حقیقت پسندانہ موقف اختیار کیا ہے مگر عام ذہنوں پر مغرب کی پھیلائی ہوئی غلط

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہمیوں کا کافی اثر ہے۔

موجودہ موقف یہ ہے کہ رائے دہندگی اور مجالس قانون ساز کی رکنیت نیز دوسرے مدنی حقوق میں ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ برتا جائے گا البتہ یہ مجالس از روے دستور اس بات کی پابند ہوں گی کہ قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنا سکتیں۔ اسلامی ریاست کا صدر مملکت لازماً مسلمان ہوگا اور اس کی شوریٰ صرف مسلمانوں پر مشتمل ہوگی۔ غیر مسلموں سے جزیہ لینا ضروری نہیں اور انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ رکھنا مناسب ہوگا۔

ان میں سے پہلی بات یعنی صدر ریاست کا مسلمان ہونا متفق علیہ اور ہر ایک کے لیے قابل فہم ہے لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ جس دستوری پابندی کے تحت مجالس قانون ساز میں غیر مسلموں کی شرکت روا رکھی گئی ہے، اسی دستوری پابندی کے تحت کابینہ یا شوریٰ کی کسی دوسری شکل میں ان کی شرکت کیوں نہیں روا رکھی جا سکتی ہے؟

فوجی خدمات کو کسی حالت میں بھی غیر مسلمانوں کے لیے لازمی نہ قرار دینا ایک معقول بات ہے لیکن اگر وہ خود کو اس خدمت کے لیے پیش کریں تو ان کے لیے اس کا دروازہ بند کرنا ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بات زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے کہ فوجی خدمت اور دوسرے مناصب پر تقرر کا معیار دستور سے وفاداری کو بنایا جائے اور اس اصولی موقف کے ساتھ عملی طور پر انتخاب یا تقرر میں متعلقہ غیر مسلم افراد کے واقعی رجحانات اور کردار کو بھی نظر میں رکھا جائے۔

اسی طرح مسلمانوں اور اسلام کے کسی اہم مفاد کو مجروح کیے بغیر غیر مسلموں کو ان تمام سیاسی اور مدنی حقوق کی ضمانت دی جا سکتی ہے جو دور جدید کی کسی ریاست کے شہریوں کو حاصل ہوتے ہیں یا جن کا شمار مجلس اقوام متحدہ نے بنیادی انسانی حقوق میں کیا ہے۔ اپنے موقف کی تعیین اور اس کے بیان میں مزاج عصر کی رعایت رکھنے میں اس حد تک کوئی حرج

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں معلوم ہوتا جس حد تک نہ کسی متعین شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم آتی ہو، نہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی اہم مفاد مجروح ہوتا ہو۔

اس بارے میں مسلم ممالک میں اٹھنے والی اسلامی تحریکوں کے موقف کی تعیین میں دنیا کی رائے عامہ اور غیر مسلم ممالک میں بسنے والی مسلمان اقلیتوں کے مفاد و مصالح کی رعایت رکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ دنیا میں اسلام کے مجموعی مفاد کا ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کو جملہ سیاسی اور مدنی حقوق اور اسلام کی طرف دعوت دینے کے آزادانہ مواقع حاصل ہوں۔ زیر غور مسئلہ میں، شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے فراخ دلانہ پالیسی اختیار کرنے اور اس کو مزاج عصر سے مناسبت رکھنے والے انداز میں سامنے لانے سے اس مفاد کے تحفظ میں مدد ملے گی۔

مسلمان اقلیتوں کا سیاسی مسلک

غیر مسلم اکثریت والے آزاد ممالک میں بڑی تعداد میں رہنے والے مسلمانوں کے اپنے ملک کے سیاسی نظام سے تعلق کی نوعیت بھی مذکورہ بالا مسئلے سے کم اہم نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تعلق ان کی سیاسی قوت اور اس کے نتیجے میں ان کی تعلیمی اور معاشی حالت پر گہرا اثر مرتب کرتا ہے۔ ان مسلمانوں کی سیاسی قوت، تعلیمی اور معاشی حالت کی اس داعیانہ کردار کے لیے بھی اہمیت ہے جو انہیں ان ملکوں میں اختیار کرنا چاہیے۔ اب تک یہ سمجھا گیا ہے کہ انسانوں کو حاکمیت الٰہ کی طرف دعوت دینا اس بات کو مستلزم ہے کہ جس ملک میں حاکم اعلیٰ جمہور کو قرار دیا گیا ہو، اس کے سیاسی نظام سے کنارہ کش رہا جائے۔ یہ موقف نظر ثانی کا محتاج ہے۔ قانون سازی، تشکیل حکومت اور انتظام ملکی میں فعال حصہ لے کر اپنی سیاسی قوت میں اضافہ اور تعلیمی و معاشی حالت کو بہتر بنانے کے علاوہ خود ملک کی رائے عامہ پر اثر انداز ہونا زیادہ آسانی سے ممکن ہوگا۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حاکمیت الٰہ کا عقیدہ اور اس کی طرف دعوت، اصولی طور پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسا کرنے میں مانع ہے۔ اس مسئلے پر کھل کر بحث و مذاکرہ ہونا چاہیے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہ بحث مسلم ممالک کے اسلامی مفکرین کی شرکت سے محروم رہے۔ اگر مستقبل میں اسلامی تحریکوں کا منتہائے نظر صرف مسلم ممالک میں اسلامی نظام کا قیام نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب ہے تو اس مسئلے کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

معاشی مسائل

اسلام اور معاشی ترقی: اگرچہ معاصر اسلامی فکر کے بعض توجہ طلب پہلوؤں کی نشان دہی میں ہم معاشی مسائل کا ذکر سب سے آخر میں کر رہے ہیں، مگر یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ دور جدید میں ان مسائل کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

بہت سے جدید ذہنوں کی اسلام اور اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں بے دلی یا مخالفت ان مسائل سے وابستہ ہے۔ بہت سے مسلم دانش ور یہ احساس رکھتے ہیں کہ بعض اسلامی تعلیمات معاشی ترقی کے لیے ناسازگار ہیں اور اسلام تیز رفتار معاشی ترقی کے لیے ایجابی طور پر سازگار فضا پیدا نہیں کر سکتا۔ مسلمان ماہرین معاشیات نے اپنے مغربی اساتذہ سے یہ سیکھا ہے کہ صنعتی ترقی کا ایک لازمی نتیجہ اور تیز رفتار ترقی کی ایک شرط روایتی سماج کے شیرازے کا منتشر ہونا ہے۔ ان دانش وروں کا تصور اسلام روایتی مذہب کے تصور سے زیادہ نہیں اور اسلام کے مطالعے کی کمی کے سبب وہ مشرق کے مسلمان ممالک کے روایتی سماج ہی کو اسلامی سماج سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ان کا ذہن یہ بات بھی تقریباً قبول کر چکا ہے کہ اسلام تیز رفتار معاشی ترقی کے صدمات نہ سہہ سکے گا۔

اگر اسلامی تحریکوں کو نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اپنے ماہرین معاشیات کا تعاون حاصل کرنا ہے تو ان کی ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے۔ معاشی ترقی کے حقیقی تقاضوں کا ازسرنو جائزہ لیا جائے اور اسلام کے حرکی رجحانات کی مخفی قوتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ واضح کرنا چاہیے کہ کس طرح وہ معاشی ترقی کے لیے سازگار فضا بناتے ہیں۔ قدرتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طور پر ہمیں ان امور سے بھی بحث کرنی ہوگی کہ اسلام میں ترقی آخری مقصود کا نہیں بلکہ فلاح انسانی کا درجہ رکھتی ہے۔

اس ذیل میں بیش از بیش سامان حیات پیدا کرنے، معیار زندگی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ چاہنے، انسانی ضروریات میں بے تحاشا وسعت پیدا کرتے چلے جانے اور فرد انسانی کو مزید سامان حیات کی کبھی نہ تشفی پانے والے طلب کے دباؤ کے تحت مصروف محنت رکھنے کے معاصر مقاصد و مناہج پر تنقید بھی ضروری ہوگی۔ زندگی کے روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی پہلوؤں کے اہم تقاضوں پر زور دیتے ہوئے معاشی ترقی کے سلسلے میں ایک ایسا معتدل نقطہ نگاہ سامنے لانا ہوگا جو مقام انسانیت کے شایان شان ہو۔

اسلام کے مجموعی نظام اقدار کے پس منظر میں معاشی قدروں کے صحیح مقام کی تعیین کے بعد یہ بات واضح کرنی ہوگی کہ اسلام مطلوبہ معاشی ترقی کے لیے قوی محرکات فراہم کرتا ہے اور اس کا اجتماعی نظام اس کے اہتمام کا ذمہ دار ہے۔ اس موضوع پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ موجودہ لٹریچر عام لوگوں کے لیے کچھ مفید ہوسکتا ہے مگر معاشیات کے ماہرین کے لیے تشفی بخش نہیں ہے۔

پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر کی بحث: دور جدید میں معاشی ترقی، معاشی عدل کے قیام اور فی الجملہ زندگی کی تنظیم میں انفرادی اور نجی کوششوں کی اہمیت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور تعاون باہمی پر مبنی اداروں نیز ریاست کا دائرہ عمل وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ کسی مخصوص فلسفے کا اثر نہیں بلکہ جدید ٹکنالوجی کا نتیجہ ہے جو اشیا کی پیداوار کے لیے بڑے پیمانے پر اہتمام، طویل عرصہ پیداوار اور اس کے تقاضے کے طور پر پیداواری منصوبہ بندی اور کامیاب منصوبہ بندی کے لیے رسد اور طلب نیز خام اشیا اور تیار شدہ سامانوں کی قیمتوں میں یک گونہ استقرار کی طالب ہے۔ ایک اسلامی معیشت میں پبلک سیکٹر، کوآپریٹو سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر کے اضافی مقامات پر اور صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے یا نہ لینے کے مسئلے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غور کرتے وقت انفرادی حقوق اور شورائی نظام کے تقاضوں کے ساتھ جدید ٹکنالوجی کے ان تقاضوں کو بھی پوری طرح سامنے رکھنا ہوگا۔ متعلقہ عملی مسائل میں فیصلہ کا مدار مصالح کو بنانا چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ اکثر اوقات بالاتر مصالح کے حصول کے لیے کم تر مصالح کی قربانی یا ان کے تحفظ کے لیے دوسری تدابیر اختیار کرنا بھی لازم آئے گا۔

اس مسئلے پر جو لٹریچر ہمارے سامنے ہے، اس کا بیش تر حصہ مستقبل کی اسلامی ریاست کے متوقع مسائل کو سامنے رکھ کر تیار نہیں ہوا ہے، بلکہ غیر اسلامی معاشی نظاموں کے رد میں تیار ہوا ہے۔ اصل ضرورت ایک ترقی پذیر اسلامی ریاست کے لیے موزوں معاشی پالیسی مرتب کرنے کی ہے اور اس مسئلے میں اصل اہمیت اصطلاحوں کے ترک وقبول کی نہیں بلکہ پالیسی کے ایسے رہنما اصول وضع کرنے کی ہے جو قومی ملکیت میں لینے، تحدید ملکیت، مسئلہ ملکیت زمین، آزادی کاروبار کے حدود اور معاشی منصوبہ بندی جیسے امور میں موزوں فیصلوں کی بنیاد بن سکیں۔

بلاشبہ اس کام کا حق تو اس وقت ادا کیا جا سکے گا جب کسی ملک میں اسلامی نظام عملاً قائم ہو جائے مگر خود ایسا ہونا اب اس بات پر منحصر ہے کہ ہم مسلمان دانش وروں اور ماہرین معاشیات کو خصوصاً اور دور جدید کے انسان کو عموماً اس بات پر مطمئن کر سکیں کہ اس سلسلے میں تحریک اسلامی ایک واضح، حقیقت پسندانہ اور حرکی موقف اختیار کرتی ہے۔

غیر سودی معیشت: اسلام میں سود کی حرمت اور معاصر معاشی نظاموں میں سود کی کلیدی اہمیت اکثر جدید تعلیم یافتہ افراد کو الجھن میں مبتلا کیے ہوئے ہے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ سود کو مکمل طور پر ممنوع قرار دینے کے بعد بنک کاری، نظام زر و کریڈٹ، تجارت خارجہ، بین الاقوامی مالی تعلقات کن بنیادوں پر منظم کیے جا سکیں گے؟ بہت سے مسلمان بھی یہ خیال رکھتے ہیں کہ بنک کا سود ان خرابیوں سے پاک ہے جو قرآن کے حرام کیے ہوئے ربا میں پائی جاتی ہیں۔ اس غلط فہمی کے ازالے، حرمت سود کی حکمتوں کے بیان اور مذکورہ بالا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امور کی تنظیم کے لیے متبادل بنیادوں کی وضاحت پر جو کام اب تک کیا گیا ہے، وہ ابتدائی معیار کا ہے۔ مزید تفصیلات پر غور اور متبادل نظام کی فنی وضاحت درکار ہے۔ اس بات کی بھی شدید ضرورت ہے کہ تاریخ انسانی میں بالعموم اور معاصر دنیا میں بالخصوص سود کے کردار اور اس سے پیدا ہونے والی حق تلفیوں، عدم توازن اور فساد پر گہرا تجزیاتی اور معلوماتی کام کیا جائے۔ ساتھ ہی سود کی وضاحت کرنے والے اور اس کا جواز فراہم کرنے والے علمی نظریات پر علمی تنقید کا کام بھی آگے بڑھانا چاہیے۔

انشورنس: صنعتی دور میں انشورنس ایک اہم کاروباری ضرورت ہے۔ انشورنس کارخانہ دار کے لیے یہ ممکن بنا دیتی ہے کہ وہ ایک متعین سالانہ صرفہ برداشت کر کے ناگہانی خطرات کے مالی عواقب سے بے نیاز ہو جائے۔ اس تحفظ کے بغیر وسیع پیمانے پر صنعتی پیداوار کی تنظیم دشوار ہے۔ یہی ضرورت زندگی کے دوسرے دائروں میں بھی پیش آتی ہے۔ موت کے وقت کے عدم تعین کے سبب افراد زندگی کی انشورنس کے ذریعے موت کے مالی عواقب سے تحفظ چاہتے ہیں۔

ان تمام صورتوں میں تحفظ کی بنیاد یہ فنی حقیقت فراہم کرتی ہے کہ جس خطرے کا وقوع افراد کے لیے مجہول اور غیر متعین ہوتا ہے، اسی خطرے کا افراد کے ایک بہت بڑے مجموعے میں وقوع حسابی طور پر معلوم اور متعین ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر تعاون باہمی کے اصول پر افراد کے مجموعے خطرات کے مالی عواقب برداشت کرنے اور فرد واحد کے لیے ان کی شدت کم کرنے کا اہتمام کر سکتے ہیں اور اسی بنیاد پر تجارتی کمپنیاں بڑی تعداد میں افراد سے انشورنس کے معاہدے کر کے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنے کے ساتھ خود نفع کماتی ہیں اور اسی بنیاد پر اجتماعی نظام سوشل انشورنس کی مختلف صورتیں اختیار کر سکتا ہے۔

ان حقائق کے پیش نظر اسلامی معاشرے کے لیے چند بنیادی سوالات غور طلب ہیں: پہلا سوال یہ ہے کہ وہ اس ضرورت کو زندگی کے تمام دائروں میں اجتماعی نظام کے زیر اہتمام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورا کرے گا یا بعض دائروں میں ایسا کرے گا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہر دائرے میں اس ضرورت کی تکمیل کا اہتمام ریاست کے سپرد نہ کیا جا سکتا ہو تو ایسے دائروں میں صرف تعاون باہمی پر مبنی اداروں کو روا رکھا جائے گا یا تجارتی انشورنس کو بھی بعض دائروں میں گوارا کیا جائے گا؟

انشورنس کا موجودہ نظام سود سے ملوث ہے مگر سود کے بغیر انشورنس کی تنظیم جدید اس سے کہیں زیادہ آسان ہے جتنی بنک کاری کی تنظیم جدید۔ اس حقیقت کو سامنے نہ رکھنے اور بڑی حد تک انشورنس کمپنی کی فنی بنیادوں سے ناواقفیت کی وجہ سے اس موضوع پر ظاہر کی جانے والی آرا میں بہت کم وزن ہے۔ اردو میں اس پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا ہے۔ گزشتہ برسوں میں عربی میں اس پر کئی مقالات لکھے گئے ہیں مگر اب تک مسئلہ صاف نہیں ہوا ہے۔ انشورنس کمپنی کی فنی بنیادوں کے پیش نظر بعض علما کی یہ رائے کہ اس میں قمار پایا جاتا ہے، نظر ثانی کی محتاج معلوم ہوتی ہے۔ مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر اس کی مزید تحقیق اور جامع بحث کی ضرورت ہے۔

نظام محاصل: دور جدید کی اسلامی معیشت کے نظام محاصل پر کسی جامع کام کی ضرورت ہے۔ اگرچہ متعدد معاصر فقہا و مفکرین نے مال کی نئی قسموں مثلاً کمپنیوں کے حصص، مشینوں اور کارخانوں اور کرایہ پر دیے جانے والے مکانات وغیرہ کے سلسلے میں زکوٰۃ کے وجوب پر روشنی ڈالی ہے، مگر ابھی اس سلسلے کے تمام مسائل کا احاطہ نہیں کیا جا سکا اور زیر غور مسائل میں اختلاف رائے کم کرنے کے لیے بحث و فکر کی رفتار بہت سست ہے۔

مثال کے طور پر یہ بات واضح نہیں ہو سکی ہے کہ کاروباری پیمانے پر کی جانے والی زراعت کے سلسلے میں شرعی محصول کیا ہوگا؟ عشر و زکوٰۃ کے مصارف اور جدید حالات میں ان کے مطابق عمل کی صورتیں کیا ہوں گی؟ اس بارے میں بھی مزید غور و بحث کی ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ شرعی محاصل اور مزید محاصل، مالیاتی پالیسی (fiscal

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

policy) اور سماجی تحفظ پر روشنی ڈالتے ہوئے غیر سودی اسلامی معیشت کے پس منظر میں ایک جامع نظام تجویز کیا جائے۔

تحدید نسل: آج کل کم ترقی یافتہ ممالک کی معاشی پالیسی میں تحدید نسل نے بھی ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ انفرادی سطح پر ضبط ولادت کا مسئلہ قومی پیمانے پر آبادی کو کنٹرول کرنے کے مسئلے سے بڑی حد تک علیحدہ ہے لیکن اس موضوع پر معاصر بحث و مذاکرہ اول الذکر مسئلے کے زیر سایہ شروع ہوا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بعض مفکرین اس بارے میں غیر معمولی شدت اختیار کر رہے ہیں۔ جہاں تک پہلے مسئلے کا سوال ہے، اس پر اس بڑے مسئلے کے پس منظر میں غور کرنا چاہیے جس کا ذکر معاشی ترقی کے تصور اور مقاصد پر گفتگو کرتے ہوئے کیا گیا ہے۔ مسئلے کے دونوں پہلوؤں پر مزید تحقیقی کام کی اور بحث و مذاکرے کے ذریعے موجودہ اختلاف رائے کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ (ترجمان القرآن، لاہور)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید سعادت اللہ حسینی[1]

علماء، سکالرز، محققین اور اسلامی تحریکوں کو درپیش علمی چیلنج

اسلامی تحقیقاتی ادارے اور جامعات (خصوصاً پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کے اساتذہ وطلبہ) توجہ فرمائیں

[فاضل مصنف نے جماعت اسلامی کے اہل علم کے لیے یہ مقالہ لکھا تھا لیکن اس کے مخاطب درحقیقت چونکہ ساری امت کے اہل علم و تحقیق ہیں لہٰذا ہم نے اس حوالے سے مضمون کی کچھ ایڈیٹنگ کر دی ہے۔ مدیر]

آج اسلامی دعوت کی بڑی علمی ضرورت یہ ہے کہ اسلامی علم کلام کو ترقی دی جائے اور اسلامی عقائد کو فلسفے کی اعلیٰ ترین سطح پر ثابت کیا جائے۔ اُمت کے جدید تعلیم یافتہ اور ذہین طبقے کو فکری ارتداد سے بچایا جائے، ان کے ذہن وقلب میں اسلام پر یقین واعتماد کو بحال کیا جائے اور اس کے لیے گہری اور پائیدار بنیادیں فراہم کی جائیں۔

اسلامی عقائد وایمانیات پر پختہ یقین پیدا کرنے کے لیے مولانا مودودیؒ نے اپنی کتابوں دینیات، خطبات اور 'اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر' میں عام فہم اور سادہ طریقے سے اسلام کے بنیادی عقائد کو عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور 'اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات' کے بعض مقالات اور تفہیم القرآن کے بہت سے مباحث میں انہی موضوعات کو انہوں نے زیادہ عالمانہ طریقے سے پیش کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ علم وفضل کے اس سلسلے کو مزید آگے بڑھایا جائے۔

توحید، الحاد اور تشکیک

اسلامی عقائد کی بنیاد 'عقیدۂ توحید' ہے، یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدانیت اور خالقِ ارض وسما کی صفات۔ یہ مسئلہ زمانۂ قدیم ہی سے مذہبی اور غیر مذہبی طبقوں

[1] امیر جماعت اسلامی، ہند

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان متنازعہ رہا ہے۔ آج کی علمی دنیا میں بھی، سیکولر مغرب اور اسلام کے درمیان اصل فلسفیانہ اختلاف اسی مسئلے پر ہے۔ اللہ کا وجود اور صفات تسلیم ہو جائیں تو رسالت اور آخرت پر یقین پیدا کرنا آسان ہے۔

مولانا مودودیؒ کی کتابیں ایک عام تعلیم یافتہ فرد کو اللہ کے وجود پر قائل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کتابوں میں اُن دلائل سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، جو عہدِ وسطیٰ کے متکلمین، بالخصوص امام غزالی [۱۰۵۸ء۔۱۱۱۱ء] نے یونانی فلسفے کے توڑ کے لیے استعمال کیے تھے۔ مولانا نے ان کلاسیکل دلائل کو اپنے مخصوص طرزِ بیان اور جدید مثالوں سے نیا آہنگ دے کر جدید ذہن کے لیے انہیں قابلِ قبول بنا دیا ہے۔

یہ دلائل عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے تو کافی ہیں لیکن جنہوں نے مغربی فلسفوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور ان کا کم و بیش اثر قبول کیا ہے، ان کے لیے کام باقی ہے۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں ملحد مغربی فلسفیوں نے انھی دلائل کی کاٹ کی ہے۔ اللہ کے وجود کے اثبات میں مولانا مودودی نے گھڑی اور مشینوں کی جو مثال دی ہے، پہلے پہل یہ مثال برطانوی عیسائی فلسفی ولیم پیلے [۱۷۴۳ء۔۱۸۰۵ء] نے پیش کی تھی۔ گذشتہ ۲۰۰ برسوں میں یہ مثال مختلف اہلِ علم کے ہاں مختلف حوالوں سے بہ کثرت زیرِ بحث آ چکی ہے۔

ڈیوڈ ہیوم [۱۷۱۱ء۔۱۷۷۶ء] سے لے کر رچرڈ ڈاکنز [پ:۱۹۶۱ء] تک درجنوں فلسفیوں نے اس پر جرح کی ہے اور رچرڈ ڈاکنز نے ایک مستقل کتاب صرف اس ایک دلیل کے رد میں لکھی ہے۔ برٹرنڈ رسل [۱۸۷۲ء۔۱۹۷۰ء] کے دلائل اچھے اچھے اہلِ ایمان کو متشکک کر دیتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں رچرڈ ڈاکنز، کرسٹوفر ہیچنز [۱۹۴۹ء۔۲۰۱۱ء] اور وکٹر جے اسٹینجر [۱۹۳۵ء۔۲۰۱۴ء] جیسے دسیوں بلند پایہ فلسفی ہیں، جنھوں نے الحاد کے حق میں دلائل کی وسیع عمارتیں کھڑی کی ہیں۔ یہ سب فلسفے، علمی دنیا میں الحاد، خدا بے زاری اور انتہا پسندانہ سیکولرزم کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ ان فلسفوں کے مقابلے کے لیے اور جدید اسلوبِ نگارش میں ہمارا موجودہ اسلامی تحریری سرمایہ کسی صورت کافی نہیں ہے۔ میں ایسے کئی صالح، دین دار نوجوانوں سے واقف ہوں جو عمانویل کانٹ [۱۷۲۴ء۔ ۱۸۰۴ء] اور برٹرنڈ رسل کو پڑھ کر کئی کئی سال تشکیک اور سخت پریشانی کے عالم میں رہے۔ اس پس منظر میں یہ اسلامی دعوت کی اہم ترین علمی ضرورتوں میں سے ہے کہ عالمانہ اور فلسفیانہ سطح پر الحاد کی کاٹ کی جائے اور بجا طور پر اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کیا جائے۔ یہ کام عہدِ وسطیٰ میں امام غزالی نے کیا تھا، جنھوں نے یونانی فلسفے کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔

مسیحی دنیا میں اس محاذ پر بڑا قابلِ قدر کام ہوا ہے۔ اگر اس سے استفادہ کرتے ہوئے بھی کچھ کتابیں لکھ دی جاتیں تو مفید کام ہوتا۔ اس طرح کی کچھ کوششیں ہوئی بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ترکی کے دانش ور، ہارون یحییٰ [پ:۱۹۵۶ء] نے سائنسی دلائل کا سہارا لیتے ہوئے بہت قیمتی لٹریچر پیش کیا ہے۔ لیکن یہ دلائل بھی عام لوگوں کے لیے ہیں۔ ملحد فلاسفہ کی گتھیوں کو فلسفیانہ سطح پر حل کرنا ان کا مقصد بھی نہیں ہے۔ وحیدالدین خان صاحب [پ:۱۹۲۵ء] نے بھی ایک زمانے میں اس ذیل میں اچھی کوششیں شروع کی تھیں۔ اگر وہ اس کام کو جاری رکھتے تو شاید بڑا اہم کام ہوتا۔ لیکن بعد ازاں خود ملامتی رنگ اپنانے کے نتیجے میں اس موضوع پر ان کا موجودہ لٹریچر بہت سطحی نوعیت کا ہے۔ اس سے اہلِ ایمان کے ایمان میں کہیں اطمینان اور کہیں تزلزل تو پیدا ہوسکتا ہے، لیکن کسی ملحد فلسفی کو قائل کرنے کا کام نہیں ہوسکتا۔

مولانا عبدالباری ندوی [۱۸۸۶ء۔۱۹۷۶ء] کی کتب: برکلے اور اس کا فلسفہ، مذہب اور عقلیات، مذہب اور سائنس میں ان موضوعات پر گراں قدر مباحث ہیں۔ خاص طور پر کوانٹم میکانکس اور 'نظریۂ نسبیت' (Relativity) کے بعد کی فلسفیانہ صورتِ حال کے پیش نظر بعض اچھے نکات زیر بحث آئے ہیں۔ لیکن ایک تو یہ بحث کافی نہیں ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کافی قدیم ہے۔

امریکی مسیحی فلسفی ولیم لین گریگ [پ: ۲۳/اگست ۱۹۴۹ء] نے اسلامی علمِ کلام ہی کو مسیحی نقطۂ نظر اور سائنس و فلسفے کی جدید ترقیوں کی روشنی میں کافی ترقی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کے اثبات میں ان کے کام کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور ان کی ۳۰ سے زائد کتب، خاص طور پر ۱۹۷۹ء میں ان کی کتاب The Kalam Cosmological Argument(KCA) اللہ کے وجود کے اثبات پر بڑی گہری فلسفیانہ کتاب ہے اور ملحد فلسفیوں کے بیش تر دلائل کا پُرزور رد ہے۔

اسی طرح برطانوی فلسفی اینٹونی فلیو [۱۹۲۳ء۔۲۰۱۰ء] زندگی بھر ملحد رہے اور الحاد کے حق میں اور اللہ کے وجود کے رد میں تین درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ یاد رہے انھیں 'دنیا کا بدنام ترین ملحد' کہا جاتا تھا، لیکن مرنے سے دو تین سال قبل انھوں نے اپنا ذہن بدلا اور مرتے مرتے، اللہ تعالیٰ کے وجود کے اثبات میں کتاب لکھ گئے۔ ان کی کتاب There is a God اس موضوع پر بہت گہری فلسفیانہ دستاویز ہے۔ عمانویل کانٹ اور ڈیوڈ ہیوم سے لے کر عصرِ حاضر کے معروف ملحدین تک کی ہر دلیل کا مسکت جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ کتاب چونکہ ایک ایسے فرد کی لکھی ہوئی ہے، جو عصرِ حاضر میں الحاد کا بڑا قدآور امام مانا جاتا تھا، اس لیے اس کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ولیم گریگ اور اینٹونی فلیو کے 'تصورِ خدا' میں اور اسلام کے 'تصورِ الٰہ' میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لیے ان کتابوں سے استفادہ محدود پیمانے پر ہی ہوسکتا ہے۔ اس لیے ابتدا میں کم از کم یہ ہونا چاہیے کہ فلسفے کے کچھ ذہین طالب علم، ان عیسائی فلسفیوں کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے اسلام کے 'تصورِ الٰہ' کے حق میں کچھ گہری کتابیں لکھیں اور دھیرے دھیرے یہ کاوشیں جدید اسلامی فلسفے کی ایک مستقل شاخ بن جائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظریات کی جدید تشکیل

مولانا مودودیؒ نے واضح طور پر تھیوری اور پیراڈائم [مثالی نمونۂ فکر] کی سطح پہ کام کیا ہے۔ پھر اسلام کی متفرق تعلیمات ہی بتانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اسلامی تصورات کی بنیادوں پر مکمل اور منظم نظریہ کھڑا کیا ہے۔

تھیوری، تصورات کے منظم ڈھانچے کا نام ہے۔ ایک ذہین مفکر جب واقعات اور احوال پر غور کرتا ہے، تو ان کی توجیہات کا ایک ایسا منظم خاکہ اور ایک ایسی آفاقی اسکیم تیار کرتا ہے، جس کی بنیاد پر اس طرح کے بے شمار واقعات اور احوال کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ مستقبل سے متعلق پیش گوئی کی جاسکتی ہے اور آیندہ چند در چند واقعات کے متعلق کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

اکثر تھیوری میں تجریدی (abstract) تصورات پیش کیے جاتے ہیں اور انھیں مخصوص (اور اکثر منفرد اور نئی) اصطلاحات کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا مودودی نے خلافت راشدہ اور بنواُمیہ کی تاریخ اور اس زمانے میں پیش آئے واقعات کی بنیاد پر خلافت سے ملوکیت کی طرف سفر کی ایک پوری تھیوری تعمیر کی اور اس تھیوری کو خلافت، ملوکیت وغیرہ اصطلاحات کے استعمال سے واضح کیا۔ یا تحریکِ آزادیِ ہند کے زمانے کے احوال و واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے اسلامی ریاست و سیاست کی تھیوری تعمیر کی۔ ابن خلدون [۱۳۳۲ء-۱۴۰۶ء] نے 'عصبیہ' (Social Cohesion) کی تھیوری پیش کی، یا امام غزالی نے اخلاق کی تھیوری پیش کی تھی اور 'شہوت'، 'حکمت' اور 'غضب' کی اصطلاحات سے اس تھیوری کی وضاحت کی تھی۔

تھیوری کی تعمیر ایک بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ تھیوری بن جائے تو تفصیلات کا تعین بھی آسان ہوجاتا ہے اور اثبات بھی۔ کارل مارکس کا 'ورلڈ ویو' [تصورِ جہاں] ہم کو معلوم ہے۔ اسی 'تصورِ جہاں' کی بنیاد پر اس نے تاریخ میں 'جدلیاتی مادیت' (Dialectical

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Materialism) کی تھیوری پیش کی۔ اب ایک مارکسی مفکر کے لیے یہ ممکن ہو گیا کہ وہ اس تھیوری کی بنیاد پر ہر تاریخی واقعے کی توجیہ کرے اور مستقبل کی پیش گوئی کرے۔ یوں سماجیات میں اس نے 'معاشی جبریت' (Economic Determinism) کی تھیوری پیش کی۔ نو مارکسی مفکرین نے اس میں ترمیم کی اور فرانسیسی مفکر لوئی التھیوز [۱۹۱۸ء۔۱۹۹۰ء] نے 'زائد جبریت' (Over determinism) اور 'نسبتی خودمختاری' (Relative Autonomy) جیسی نئی سماجی تھیوریاں تشکیل دیں۔

آج اسلامی فکر کے سامنے ایک بڑا اہم چیلنج یہ ہے کہ Theory construction [تعمیرِ ژرف اندیشی] کے اس کام کو آگے بڑھایا جائے۔ اسلامی معاشیات کے باب میں مولانا مودودی، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، پروفیسر خورشید احمد، ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا، ڈاکٹر انس زرقا، محمد اکرم خان، ابوالحسن بنی صدر، باقر الصدر وغیرہ کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن اسلامی معاشیات کو ابھی بہت سے حل طلب مسائل اور چیلنج درپیش ہیں، جس کے لیے نئی نسل کو آگے بڑھنا ہے۔ تعلیم میں فلسطینی نژاد اسکالر ڈاکٹر اسماعیل راجی الفاروقی شہید [۱۹۲۱ء۔۱۹۸۶ء] اور دیگر بے شمار دانش وروں اور اداروں کی گراں قدر کوششوں اور سیّد محمد نقیب العطاس [پ:۱۹۳۱ء] کی چشم کشا تحریروں کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ منظم تھیوری کی تشکیل کا کام ابھی باقی ہے۔ غالباً ابھی تک اس سطح کا کام نہیں ہے کہ ہم اسے Educational Essentialism [تدریسی ماہیت گری]، یا Criticial Pedagogy [تنقیدی فنِ تدریس] یا ۱۹۱۱ء سے رُو بہ عمل 'مونٹی سوری تدریسی طریقے' یا ۱۹۱۹ء سے متعارف 'والڈروف تدریسی عمل' وغیرہ کے مقابلے میں پیش کر سکیں۔ تاریخ اور تہذیب میں بھی یہ کام نامکمل ہے۔ نفسیات میں سوڈان سے عالی مرتبت ڈاکٹر مالک بدری [پ:۱۹۳۲ء] کی شان دار کوششوں کے باوجود، سگمنڈ فرائڈ [۱۸۵۶ء۔۱۹۳۹ء] کے گمراہ کن نظریات کا متبادل پیش کیا جانا باقی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب سے اہم بات یہ ہے کہ معاصر اسلامی لٹریچر میں 'سماج' یا 'معاشرہ' کی کوئی مبسوط تھیوری تشکیل نہیں پاس کی۔ حالیہ دنوں میں امریکی ایرانی مصنف سیّد حسین نصر [پ:۱۹۳۳ء]، ترک مصنف فتح اللہ گولن [پ:۱۹۴۱ء] اور عرب نژاد طارق رمضان [پ:۱۹۶۲ء] نے اور ماضی قریب میں ایران سے استاذ مرتضیٰ مطہری [۱۹۱۹ء۔۱۹۷۹ء] اور ڈاکٹر علی شریعتی [۱۹۳۳ء۔۱۹۷۹ء] نے اس ذیل میں کچھ اچھی تھیوریاں ضرور پیش کی ہیں، لیکن اسلامی سماجی تشکیلِ نو کے لیے غالباً یہ نظریات تحریکِ اسلامی کے فکر کی اطمینان بخش نمایندگی نہیں کرتے۔

ظاہر ہے کہ تھیوری اور خاص طور پر ابن خلدون، امام غزالی اور کارل مارکس وغیرہ کی متذکرہ طرز کی گرینڈ تھیوریوں (grand theories) کی تشکیل ایک عبقری کام ہے اور عبقری مفکرین روز روز نہیں پیدا ہوتے۔ لیکن اس طرح کے بڑے مفکرین کے دیے ہوئے اشارات کی بنیاد پر اجتماعی کوششوں اور اجتماعی دانش کے ذریعے اُس کام کی تکمیل بآسانی ہوسکتی ہے، جو انھوں نے چھوڑا ہے۔ 'نو مارکسیت' میں 'فرینکفرٹ اسکول'، 'نیولبرلزم' میں 'شکاگو اسکول' وغیرہ، درحقیقت افراد کے کارنامے نہیں ہیں بلکہ اجتماعی اداروں کے کارنامے ہیں، جن کی تھیوریوں نے دنیا پر بڑے گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ خود ہمارے حلقوں میں اسلامی معاشیات میں جو کام ہوا ہے وہ زیادہ تر اجتماعی سطح پر ادارہ جاتی کوششوں کے ذریعے ہوا ہے۔ اس لیے کوشش کی جائے تو اسلامی فکر میں بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔

اسی طرح ہم دنیا کو بہت شرح و بسط کے ساتھ یہ نہیں بتا سکے کہ ہمارے خوابوں کی دنیا کیسی ہوگی؟ مراد یہ ہے کہ ہمارے بہت سے خواب ابھی بھی بہت غیر واضح ہیں۔ اس عدم وضاحت کی وجہ سے مزاحم اور متحارب گروہوں میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ: ''شاید ہم دنیا کو محض ٹائم مشین میں بٹھا کر ۱۴۰۰ برس پہلے کے تمدن میں لے جانا چاہتے ہیں''۔ اور کسی کا خیال یہ ہے کہ: ''ہماری منزل غالباً ساری دنیا کو اسامہ بن لادن اور طالبان کا افغانستان

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بنا دینا چاہیے''۔ کوئی ہمارے حق میں بہت کشادہ دل واقع ہوا تو یہ سمجھتا ہے کہ: ''ہم آیت اللہ خمینی والا ایران چاہتے ہیں''۔ حالانکہ ہمارے بارے میں یہ تینوں مفروضے ہرگز درست نہیں ہیں، اور منفی سوچ کے مظہر ہیں۔

گویا کہ نظریاتی تحریکوں کی ایک بڑی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ وہ واضح خواب دیکھیں اور دنیا کو وہ واضح خواب دکھائیں۔ خواب دکھانے کا یہ کام بہت وسیع الاطراف اور ہمہ تخصصی (multi-disciplinary) معرکہ ہے۔ ۲۰ویں صدی کے نصف اوّل میں کمیونسٹوں نے یہ کام بہت مؤثر طریقے سے انجام دیا تھا۔ اس خواب کی پیش کاری کے لیے فکر و فلسفے سے لے کر لوک گیتوں اور تھیٹر اور ناچ کی محفلوں تک کوئی ذریعہ انھوں نے نہیں چھوڑا تھا۔ فلسفہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، معاشیات، نفسیات، ادبیات، حتیٰ کہ صنفیات وغیرہ میں ان کی اپنی مستقل تھیوریاں تھیں۔ پالیسیوں اور مسائل پر ان کے واضح موقف تھے اور اس کی تائید میں بھرپور لٹریچر تھا، فلمیں تھیں، ناول، افسانے، شاعری تھی اور ادب عالیہ و فنون لطیفہ کے ذریعے عام ناخواندہ اور خواندہ خواتین و حضرات کو بھی انھوں نے اپنی مطلوب دنیا کی جھلک دکھا دی تھی۔ اُردو شاعری ہی میں دیکھ لیجیے، فیض احمد فیض، اسرار الحق مجاز، ساحر لدھیانوی وغیرہ نے کس خوب صورتی سے 'پرولتاری آمریت' [نام نہاد جمہوری] پر مبنی دنیا کے مناظر دکھائے تھے:

مجبور بڑھاپا، جب سونی راہوں کی دھول نہ پھانکے گا
معصوم لڑکپن، جب گندی گلیوں میں بھیک نہ مانگے گا
حق مانگنے والوں کو جس دن، سولی نہ دکھائی جائے گی
وہ صبح کبھی تو آئے گی
سنسار کے سارے محنت کش کھیتوں سے نکلیں گے
بے گھر، بے دَر، بے بس انساں، تاریک بلوں سے نکلیں گے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دنیا امن اور خوش حالی کے پھولوں سے سجائی جائے گی
وہ صبح ہمیں سے آئے گی

تاہم، ہمیں کمیونسٹوں کی طرح ایسی سستی نعرے بازی کی بجائے متوازن اور مؤثر انداز سے: عدل، سچائی اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے زیر سایہ، اس میدان میں بہت زور وشور سے پیش رفت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے تھیوریوں کی تعمیر کا کام ہو۔ ان کی روشنی میں پالیسیوں پر اُٹھنے والے سوالوں کا جواب (response) ہو اور متبادل آئیڈیاز کی تخلیق اور پیش کش کا کام ہو۔ ادب عالیہ کو بڑے پیمانے پر ہمارے خوابوں کی دنیا دکھانے کے لیے ادبی لطافتوں کی بھرپور رعایت اور تفہیم کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ اس غرض کے لیے فلمیں بنیں۔ فائن آرٹ کا استعمال ہو۔ یہاں تک کہ لوگ ہمارے خوابوں کو اور ہمارے خوابوں کی دنیا کو سمجھ جائیں اور ان خوابوں میں عملی زندگی کو ڈھالنے کے لیے اُمنگ محسوس کریں۔ یہ کام عمومی طور پر عالمی سطح پر بھی ہونا چاہیے اور ہر ملک کے مخصوص احوال کے پس منظر میں بھی۔

جائزے کا ایک زاویہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ مستقبل قریب میں ہمارے اور باقی دنیا کے درمیان اصل بحث طلب موضوعات کیا ہیں اور کیا ہو سکتے ہیں؟ ان موضوعات پر بھرپور تیاری کی ضرورت ہے۔ یہ جائزہ ملک کی سطح پر بھی ہونا چاہیے اور عالمی سطح پر بھی۔

عصر حاضر میں مذہب کا کردار

ابتدا میں وجودِ باری تعالیٰ کی بات آ چکی ہے۔ اس کے بعد اہم ترین متنازع موضوع 'مذہب اور مذہب کے دائرے' کا موضوع ہے۔ انسان کی اجتماعی زندگی میں مذہب کا فعال کردار، انسانیت کے لیے مفید ہے یا نقصان دہ؟ یہ سوال آیندہ کئی عشروں تک دنیا کے دانش ورانہ اُفق پر چھایا رہے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ خالص عالمانہ طریقوں سے اور مخالف ذہن اور اس کے تحفظات کو اچھی طرح سمجھ کر اس بحث میں فعال حصہ لیا جائے۔ یہ نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جائے کہ: ''کفر جو چاہتا ہے کرتا پھرے، ہمیں کیا؟'' نہیں۔''کفر جو چاہے کرتا پھرے'' کا اثر خود ہماری نسلوں، عام انسانوں اور دنیا کے مستقبل پر پڑتا ہے۔اس لیے اُس کونظر انداز کرنا اُمتِ وسط کی منصبی ذمہ داری سے انحراف کے معنوں میں آتا ہے۔

اب دنیا کا منظرنامہ بڑی حد تک بدلا ہوا ہے۔سیکولرزم کے حق میں پہلے جیسا جوش و خروش باقی نہیں ہے۔فرانس جیسے ملک کا سابق صدر فرانس نکولاس سرکوزی[پ:۱۹۵۵ء] جیسا متشدد سیکولرسٹ بھی برسرِ عام یہ کہہ رہا ہے کہ:''مذہب کی بنیاد کے بغیر وجود میں آنے والی اخلاقیات ناپائے دار ہیں اور سوسائٹی کے لیے خطرناک بھی''۔دوسری طرف مذہب سے بغاوت پر مبنی ، مادر پدر آزاد اجتماعی زندگی کا ۳۰۰ سالہ طویل تجربہ، اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ دنیا کے سامنے موجود ہے۔ان تین چار سو برسوں میں خود مذہب کے صحیح و غلط اور اجتماعی زندگی پر اس کے اثرات کا ریکارڈ بھی موجود ہے۔ان تجربات کی بنیاد پر بہت سے سیکولر دانشور بھی مذہب اور ریاست کے درمیان تعلق کی ازسرِنو تعیین کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بحث کو تحریکی دانش ور نئے زاویے دیں، اور یہ ثابت کریں کہ اکیسویں صدی کے باشعور انسان کو مذہب کے تئیں خوف و احتیاط کے اس رویے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، جو یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا، اور یہ کہ اجتماعی زندگی میں مذہب کا تعمیری اور مثبت کردار انسانیت کے بہت سے مسائل کو حل کرسکتا ہے اور اس کا عملی ماڈل صرف اسلام پیش کرسکتا ہے۔اس سلسلے کی جو اُلجھنیں جدید سیکولر ذہن محسوس کرتا ہے، انھیں اور زیادہ تفصیل اور دلائل کے ساتھ رفع کرنے کی ضرورت ہے، اور اس بات کی ضرورت ہے کہ ان اُلجھنوں کا قابلِ عمل حل پیش کیا جائے۔

اسی سے ملتی جلتی ایک بحث، مختلف مذاہب کے ساتھ تعلق اور تکثیری معاشروں میں رویوں کی بحث بہت اہمیت کی حامل ہے۔عام ذہن کسی ایک مذہب کی حقانیت پر اصرار اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

باقی مذاہب کے ردّ و ابطال کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے مذہبی عقیدے کو واحد سچائی سمجھنا مذہبی جنون (fanaticism) سمجھا جاتا ہے اور یہاں تکثیریت (Pluralism) کے اُس فلسفے کو قبولِ عام حاصل ہے، جس میں سماج یا معاشرے کو شربت کے ایک ایسے جار سے تشبیہہ دی جاتی ہے، جس میں مختلف مشروبات مل کر اور اپنا منفرد رنگ و مزا کھو دیتے ہیں اور پھر ایک نیا رنگ اور نیا مزہ پیدا کرتے ہیں۔ اب نئے عالمی حالات میں اور خاص طور پر پوسٹ ماڈرن فلسفوں کے پس منظر میں یہ ذہن دنیا میں قبولِ عام اختیار کرتا جا رہا ہے۔ دنیا کا یہ رویہ مذہب کے علاوہ کسی اور علمی محاذ پر نہیں ہے (پوسٹ ماڈرن فلسفوں کی استثنا کے ساتھ)۔

فلسفہ، مختلف سماجی علوم، حتیٰ کہ نظریاتی سائنس میں بھی مختلف متضاد تھیوریوں پر زوردار بحثیں جاری ہیں۔ لوگ اپنے موقف ہی کو صحیح سمجھتے ہیں اور متضاد موقف کو غلط سمجھتے ہیں، اور اسے تنقید و جرح کا موضوع بناتے ہیں۔ البتہ اس 'غلط' موقف کو اختیار کرنے کے اپنے مخالفین کے حق کو بھی تسلیم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر یہ رویہ راست فکری سے اپنایا جائے تو اسی مجادلے سے سچائی نکھر کر سامنے آسکتی ہے، اور دیگر لوگوں کو اپنے موقف کے تعین میں مدد مل سکتی ہے۔

اسلام، دین و مذہب کے معاملے میں بھی اسی معقول علمی رویے کا قائل ہے۔ اسے بجا طور پر اپنی سچائی پہ اصرار ہے اور وہ اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی حقانیت کو باقی دنیا پر واضح کریں۔ اسلام چاہتا ہے کہ جو لوگ اس سچائی کے قائل نہیں ہیں، ان کے ساتھ مکالمہ و مجادلہ ہوتا رہے۔ لیکن اگر کوئی ماننا ہی نہیں چاہتا تو اس دنیا میں، اسلام اسے نہ ماننے کا اختیار بھی دیتا ہے۔ دنیا کو دلائل کے ساتھ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مذہب سمیت تمام مختلف فیہ معاملات میں یہی معقول اور مطلوب رویہ ہے۔

تاہم، مخالف موقف کو بھی صحیح سمجھنے کا مطالبہ اور اس پر اصرار ایک غیر فطری اور نامعقول مطالبہ ہے جو بدترین نفاق کو جنم دیتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب کے معاملے میں بحث ومجادلے سے گریز اور سبھی مذاہب کو بیک وقت صحیح سمجھنے پر اصرار کی روش کو ہمیں علمی سطح پر تنقید کا موضوع بنانا چاہیے۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری، مولانا فاروق خان اور مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحبان نے اس تصور پر جرح کی ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ دیگر مذہبی فلسفیوں کے دلائل کا جائزہ لے کر اور زیادہ تفصیل اور گہرائی کے ساتھ اس مسئلے کا جائزہ لیا جائے۔

مرد اور عورت کا تعلق اور جدید رجحانات

انسانی معاشرت اور اجتماعی اخلاقیات کی سطح پر ایک اہم بحث طلب موضوع جنسی رجحانِ طبع (sexual orientation) ہے۔ اب یہ بات مشرق ومغرب کے تقریباً تمام بااثر طبقات میں تسلیم کر لی گئی ہے کہ: ''افراد کے اندر کئی طرح کے جنسی رجحانات فطری طور پر پائے جاتے ہیں اور ہم جنس پرست مرد اور عورتوں کا وجود ایک فطری حقیقت ہے اور انھیں اپنے جداگانہ جنسی رجحان کے ساتھ ویسے ہی رہنے کا حق حاصل ہے، جیسے مذہبی ولسانی اقلیتوں کو اپنے جداگانہ مذہب یا جداگانہ زبان کے ساتھ رہنے کا حق حاصل ہے''۔ اس کے پہلو بہ پہلو 'جنسی اقلیت' کی اصطلاح بھی ساری دنیا میں چل پڑی ہے اور ان کے اس رجحان کے خلاف کوئی بھی بات 'اقلیت دشمنی' باور کرائی جارہی ہے۔ کوئیر تھیوری (Queer Theory: 'خبطی نظریہ') کی ترویج کی منصوبہ بند کوششیں کی جارہی ہیں اور علمی حلقوں میں اسے قبولِ عام بھی حاصل ہوتا جارہا ہے۔

اس تھیوری کی وکالت میں سماجی سائنس دان، ماہرین نفسیات، ماہرین حیاتیات، ماہرین طب وعلم الابدان، ماہرین قانون اور علماے اخلاقیات وفلسفہ وغیرہ پر مشتمل اہلِ علم کا بڑا گروہ پوری دنیا میں کام کر رہا ہے۔ یہ بات اب تیزی سے مشرقی ممالک کے اشرافیہ میں بھی قبولِ عام اختیار کرتی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر ہندستان میں ہم جنسی کے خلاف باقاعدہ قانون موجود ہونے کے باوجود، عدالتیں اس عمل کو نہ صرف یہ کہ جرم نہیں سمجھتیں، بلکہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اُلٹا اس عمل کی ہلکی سے ہلکی مخالفت یا قانون کے نفاذ کو سنگین اور خلافِ انسانیت جرم سمجھتی ہیں۔ عیسائی مذہبی قیادت اس مسئلے پر تقریباً سرنگوں ہو چکی ہے اور مغربی دنیا میں مسلمان اہلِ علم کی ایک قابلِ لحاظ تعداد، انتہائی مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور نظر آتی ہے۔ جان لینا چاہیے کہ آج یہ مغرب میں کھلے عام اور مشرق میں صرف بالائی سطح پر زیرِ بحث اور زیرِ عمل رویہ دکھائی دے رہا ہے، تو ممکنہ پیش بندی نہ ہونے کی صورت میں، یہ آنے والے برسوں میں مسلم معاشروں کا ایک عمومی مسئلہ بن جائے گا۔

ان حالات میں یہ موضوع ایک وسیع اور 'ہمہ تخصصی منصوبے' (multi disciplinary project) کا تقاضا کرتا ہے۔ اس بات کو بطور ایک 'فرضیہ' (hypothesis) لینا چاہیے کہ ''غیر محرمات کے درمیان نکاح کے ذریعے مرد و عورت کے درمیان جنسی تعلق کے سوا تمام جنسی رویے اور رجحانات غیر فطری اور انسانی جسم، معاشرے اور آخر کار تہذیب کے لیے نقصان دہ ہیں''۔ میڈیکل سائنس، نفسیات اور میڈیکل نفسیات (Psychiatry)، سماجی سائنس وغیرہ کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں خالص علمی طریقے سے اس مفروضے اور موقف کو ثابت کیا جانا چاہیے۔

جدید تصوراتِ زندگی اور اسلام

دنیا میں جو مختلف نظریات پائے جاتے ہیں اور عالمی سیاست، معیشت و معاشرت کے بارے میں جو مختلف نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں، ان کا محاکمہ بھی ضروری ہے۔ ان میں سے بعض نظریات خود مسلمان نوجوانوں پر بھی گہرے اثرات چھوڑ رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی نظریاتی تحریک معاصر افکار کو نظر انداز کرنے اور خاموشی کی روش اختیار نہیں کر سکتی۔ یہ ہماری دعوتی اور تحریکی ضرورت ہے کہ ہم ان کا نوٹس لیں اور ان کی اُلجھنوں کو رفع کریں۔ معاشیات و سیاسیات میں سب سے اہم اور طاقت ور نظریہ 'نوسرمایہ داری' کا نظریہ ہے۔ ان تفصیلات کا تعین ابھی باقی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظم کی ناانصافیوں کا ازالہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس ذیل میں ہمارا 'تصورِ بصیرت' (vision) کیا ہے؟

اس نظام کے متبادل کے طور پر کئی نظریات دنیا میں بہت شدومد کے ساتھ پیش ہو رہے ہیں۔ ان میں سرفہرست 'مارکسیت' کی نئی تعبیر 'نومارکسیت' (Neo-Marxism) ہے۔ 'مارکسیت' کے جن عناصر پر ہم اب تک تنقید کرتے آئے ہیں، ان میں سے بہت سارے عناصر سے نومارکسی مفکرین نے اعلان براءت کرلیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اب اس بدلے ہوئے رُوپ سے ہمارا کیا تعامل ہو؟ ان میں اور ہم میں مشترک اُمور کیا ہیں اور کیا اُمور مختلف فیہ ہیں؟ ان پر کام کی ضرورت ہے۔

ایک اور متبادل جو پوری دنیا میں بہت پُرزور طریقے سے پیش ہو رہا ہے، وہ لبرٹیرین ازم (Libertarianism: شخصی آزادخیالی) کی مختلف شاخیں اور مختلف نظریاتی دھارے ہیں۔ انارکزم، نیوانارکزم، میوچلزم وغیرہ جیسے خیالات نے اسلامی دنیا سمیت پوری دنیا میں پڑھے لکھے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو متاثر کر رکھا ہے۔

عالمی سطح پر نوم چومسکی [پ:۱۹۲۸ء] جیسا دانش وران افکار کا پُرجوش مبلغ ہے۔ اسی طرح ارون دھتی رائے [پ:۱۹۶۱ء] جیسے بااثر مصنّفین اس فکری دھارے سے وابستہ ہیں۔ ان سیاسی وسماجی نظریات کے علاوہ، سماجی سطح پر 'اکولوجی موومنٹ' (جس نے کئی سیاسی وسماجی تنظیموں، حتیٰ کہ یورپ کی 'ارتھ لبریشن فرنٹ' جیسی دہشت گرد تنظیم کو بھی جنم دیا ہے)، طرزِ زندگی کی سطح پر ویجین موومنٹ، تعلیم کی سطح پر 'ڈی اسکولنگ' اور 'ان اسکولنگ' کی تحریک، 'طرف داریِ نسواں' (Feminism) کے مختلف روپ بشمول 'اسلامی طرف داریِ نسواں' (Islamic Feminism) وغیرہ دسیوں فلسفے ہیں، جن کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے ان میں سے ہر ایک کا نوٹس لینے کی ضرورت نہ ہو، لیکن جو خیالات انسانی آبادی کے قابلِ لحاظ حصے کو متاثر کر رہے ہوں اور خود مسلم نوجوان بھی جن کا اثر قبول کر رہے ہوں، ان پر خاموشی ممکن نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستحکم خاندان کا چیلنج

بحث طلب موضوعات کے علاوہ اس جائزے کی بھی ضرورت ہے کہ: ہماری وہ کیا چیزیں ہیں، جن کی باقی دنیا ضرورت مند ہے اور اس میں کشش محسوس کر سکتی ہے؟ اس وقت ایک طرف ساری دنیا میں خاندان کی ضرورت کا احساس پیدا ہو رہا ہے اور دوسری طرف اسی تیزی سے ساری دنیا میں خاندان کا ادارہ زبردست ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ یاد رکھیے، خاندان، اسلام کا آخری قلعہ ہے۔ مغربی دنیا کے بعد مشرقی دنیا میں بھی خاندان کے ادارے کا قتل عام شروع ہو چکا ہے۔ جاپان اور جنوب مشرقی ایشیا تو بہت پہلے ہی شکار ہو چکے ہیں۔ اب بڑی تیزی سے چین، ہندستان، عرب اور دیگر بڑے مسلم ممالک کے شہری علاقوں میں بھی 'روایتی مشرقی جنسی اخلاقیات' زبردست انحطاط کی شکار ہیں اور 'یک نفری خاندان' (single parent family)، بن باپ کے بچے، ہم جنس خاندان، بنا شادی کے عارضی جوڑے، وغیرہ جیسی اصطلاحات ان شہروں کے لیے اجنبی نہیں رہیں۔ مگر دوسری طرف خود مغربی ملکوں میں کئی دانش ور اب یہ بات ثابت کر رہے ہیں کہ: ''مستحکم خاندان کے بغیر معاشرے کی ترقی و استحکام ممکن نہیں''۔

ان حالات میں مستحکم خاندان اور خاندانی سکون، آنے والے زمانوں میں اسلام کی بہت بڑی قوت اور اسلام کی کشش کا ایک اہم سبب ثابت ہوگا، کیونکہ اس بکھری ہوئی صورتِ حال کو سنبھالنے کے لیے ویسا طاقت ور بیانیہ اور نظام دوسروں کے ہاں ناپید ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خاندان کے زبردست وکیل اور عالمی سطح پر تحفظ خاندان کے طاقت ور نگہبان کے طور پر سامنے آئیں۔ خاندان کی اہمیت پر مؤثر کتابیں لکھی جائیں اور اس بات کو مستحکم سائنسی دلائل سے ثابت کیا جائے کہ خاندان، انسانی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے اور یہ کہ خاندان کا بس ایک ہی مطلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد و عورت کے روایتی طور پر مخصوص صنفی اور سماجی کرداروں کو تسلیم کیا جائے اور اس بنیاد پر قانونی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طور پر تسلیم شدہ مرد شوہر اور عورت بیوی مل کر اپنے بچوں کی پرورش کریں۔ نام نہاد غیر روایتی خاندان سے، خاندان کی تشکیل اور انسانی تہذیب کی تعمیر کا کوئی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اور خاندان کی بقا کا کوئی راستہ اسلامی اخلاقیات کے سوا ممکن نہیں ہے۔

جائزے کا ایک زاویہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ نئے حالات میں مسلم اُمت اور خصوصاً مسلم نوجوان کو کس قسم کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں چند گوشوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں:

ایک اہم موضوع خود مسلم خاندان کی تفصیلات کا موضوع ہے۔ نئے حالات میں مسلم خاندان کے خدوخال کے تعین کے لیے اسلامی فقہ اور اسلامی سماجیات، دونوں سطحوں پر اجتہادی کام کی ضرورت ہے۔ عورت کا سماجی کردار کیا ہو؟ خواتین کی تعلیمی اور کیریر کی ترجیحات کیا ہوں؟ مسلم خاندان میں میاں بیوی اور بچوں کے علاوہ دیگر رشتہ داروں سے تعلق کی کیا نوعیت ہو؟ کیا خاندان نیوکلیائی ہو یا جائنٹ، یا دونوں کے امتزاج سے کوئی نئی صورت بنے؟ حتیٰ کہ مسلم خاندان میں ٹی وی اور انٹرنیٹ کو کیا مقام ملے؟ اس کے حدود و قیود کیا ہوں؟ (کہ میڈیا ہماری انفرادی اور خانگی زندگی میں بہت بڑا حصے دار بن کر انسانی زندگی کے بہترین اوقات کا مالک بن چکا ہے)۔ اس طرح کے دسیوں موضوعات ہیں، جن پر یا تو سرے سے کام نہیں ہوا ہے، یا صرف روایتی اور چلتی باتوں کی تکرار ہو رہی ہے اور نئے حالات کے لحاظ سے اجتہادی کوششیں نہیں ہوئی ہیں، یا تفصیلی وضاحت کا فقدان ہے، یا پھر محدود دائرے میں صرف فقہی بحث ہے۔ مسائل کے سماجیاتی (sociological) اور گہرے علمی تجزیے کا فقدان تو بہرحال پایا جاتا ہے۔

عورت کے رول اور کردار پر مولانا مودودی کی کتاب پردہ اور مولانا سیّد جلال الدین عمری کی کتابیں مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، اور عورت اسلامی معاشرہ میں بڑی اہم تصنیفات ہیں۔ لیکن ان تصنیفات کے مخاطب زیادہ تر اسلام کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معترضین ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کتابوں میں اکیسویں صدی کی مسلمان خاتون کے اُس فعال حرکیاتی، سماجی و تحریکی کردار کی نہ جھلک ملتی ہے اور نہ اس کی توجیہہ ہے، جو عملاً ہمیں ساری مسلم دنیا میں اور جماعت اسلامی کے بشمول دنیا بھر کی اسلامی تحریکات میں نظر آ رہا ہے۔

اسی طرح جناب جلال الدین عمری کی کتاب اسلام کا عائلی نظام اسلامی خاندان کے متعدد پہلوؤں پر قیمتی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ جسٹس ملک غلام علی نے ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور میں اور مولانا رضی الاسلام ندوی نے زندگی نو دہلی میں، ان اُمور سے متعلق بعض سوالات کے فقہی نقطۂ نظر سے جو جواب دیے ہیں، وہ بھی بہت اہم ہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی کے سیمینار میں پیش کردہ مقالات اور تجاویز بھی نہایت گراں قدر ہیں، لیکن یہ سب باتیں بہت اختصار کے ساتھ کہی گئی ہیں۔ ان متفرق باتوں میں جدید دور میں اسلامی خاندان سے متعلق کچھ اشارات ضرور ملتے ہیں، مگر ایک مفصل اور مربوط خاکہ اور تھیوری نہیں ملتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان اشارات پر کام آگے بڑھے اور جدید حالات کے تناظر میں اسلامی خاندان کی تفصیلی ہیئت نکھر کر سامنے آئے۔

اسلامی خاندان سے متعلق ہی ایک اہم مسئلہ مسلم خواتین کے بعض مسائل اور ان مسائل کے حل کی راہ میں، مختلف مقامات پر رواجی، قبائلی اور روایتی پرسنل لا کی جانب سے درپیش رکاوٹوں کا مسئلہ ہے، جن پر ہمارے ملک کے نام نہاد 'روشن خیال' طبقے مبالغے کے ساتھ متوجہ کرتے رہے ہیں۔ ان میں ایک اہم مسئلہ شوہر کی جانب سے بیوی پر ناروا ظلم اور اس ظلم کی صورت میں نجات کی کسی راہ کا نہ ہونا ہے۔ مولانا مودودی نے اس سلسلے میں حقوق الزوجین میں بہت جرأت مندانہ موقف اختیار کیا تھا۔ لیکن اس موقف پر کام آگے نہیں بڑھ سکا اور بات وہیں رُک کر رہ گئی ہے۔

اگرچہ ہمارے کئی زعما باوجود بے شمار مطالعات اور اعداد و شمار کے، اس مسئلے کے وجود

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ہی انکار کرتے ہیں، لیکن ہم سب کے عمومی مشاہدات بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ مسلم سوسائٹی میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی شک ہے، تو ہم خود سائنٹی فک مطالعہ اور سروے کرا سکتے ہیں۔ بہر حال، اس مسئلے کو نظر انداز نہیں کر سکتے، اور نہ اس مسئلے کا حل ثالثی عدالتوں سے ممکن ہے۔ نہ ان عدالتوں کی تعداد کافی ہے اور نہ پیشہ ورانہ تربیت کے بغیر قاضی ان مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے مسائل کا قابلِ عمل حل، شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے، لیکن اجتہادی بصیرت اور جرأت کے ساتھ تلاش کیا جائے اور اسلامی تحریک اس عمل میں قائدانہ کردار ادا کرے۔ ایسا کرتے ہوئے دارالعلوموں کے مراکز فتویٰ کے جبر سے آزاد مگر قرآن وسنت کی روح کے زیر سایہ، روحِ عصر کو جرأت سے جواب اور حل بھی پیش کریں۔

اسلامی خاندان کے تعلق سے مولانا سلطان احمد اصلاحی (علی گڑھ) نے بعض اہم نظریات پیش کیے تھے۔ خاص طور پر 'مشترکہ خاندان' اور 'پردیس کی زندگی' سے متعلق ان کے خیالات اہمیت کے حامل تھے، لیکن ان خیالات پر بحث ومباحثہ کے بعد کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی ضرورت ہے۔ 'خاندانی تشدد' کے مسئلے پر مولانا رضی الاسلام ندوی کی کاوش قابلِ ذکر ہے۔

عام فہم لٹریچر کی تیاری

خالص علمی اور فکری محاذ پر کام کرنے کے ساتھ ساتھ ہماری ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ ہم عام فہم عوامی لٹریچر (Popular Literature) کی تیاری پر بھی توجہ دیں۔ یہ فن آج کے مابعد جدید دور میں بہت ترقی کر چکا ہے۔ گہرے اور اُونچے مضامین بھی ہلکے پھلکے بیانیوں کے ذریعے بہت مؤثر طریقے سے پیش کیے جا رہے ہیں۔ فلسفے اور روحانیت پر اوشو رجنیش کی کتابیں، شخصیت کے موضوع پر ڈیل کارنیگی اور اسٹیفن کوئے کی کتابیں، معاشیات پر فرائڈمین کی کتابیں وغیرہ ساری دنیا میں بڑے شوق کے ساتھ پڑھی جاتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ کتابوں کی کسی بھی دکان میں چلے جایئے، غیر افسانوی (non-fiction) کتابوں میں سب سے زیادہ مقبول اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ انتظامیات، کاروباری مطالعات اور شخصیت کو بہتر بنانے کی کتابیں، ۲۔ بچوں کی معلوماتی کتابیں، ۳۔ خانہ داری، تربیت اطفال، غذا اور صحت سے متعلق خواتین کی کتابیں۔

ہمارے یہاں پاپولر لٹریچر اور خاص طور پر ان تین اقسام (categories) پر کما حقہ کام نہیں ہوسکا۔ ان تینوں اقسام میں یہ زبردست صلاحیت موجود ہے کہ اقدار، اصول اور تصورات کو عوامی سطح پر ان کے ذریعے مقبول بنایا جاسکتا ہے۔ خواتین کے لٹریچر میں ایک زمانے میں ماہنامہ بتول لاہور نے اچھا کام کیا تھا۔ محترمہ حمیدہ بیگم، پروفیسر بنت الاسلام اور نیر بانو نے اس ضمن میں شان دار کام کیا تھا۔ لیکن ایک عرصے سے یہ محاذ خالی ہوتا جارہا ہے اور سطحی افسانوی ادب کے علَم بردار رسالوں اور ان کے اشاعتی اداروں نے اس محاذ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ہمارے حلقہ ہائے خواتین کو بھی اس مسئلے پر توجہ دینی چاہیے اور تحریک کو بحیثیت مجموعی اس پر متوجہ ہونا چاہیے۔

اسی طرح بچوں کے لٹریچر کی تیاری بہت پتّا ماری کا کام ہے۔ اب بچوں کا ذوق بہت بلند ہو چکا ہے۔ وہ صرف کہانیوں کی کتابیں نہیں پڑھتے، بلکہ چھے سات سال کے بچے بھی اُونچی معلوماتی کتابیں پڑھنے لگے ہیں۔ ان کی کتابوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کاغذ کی قسم اور طباعت کے معیار کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجے کی ہوں اور معنوی خصوصیات کے اعتبار سے بھی مثالی۔ یاد رہے کہ مارکیٹ میں بچوں کے لیے کتابوں کی بڑی وسیع دنیا موجود ہے۔ مغربی تہذیب کے ساتھ اب اس محاذ پر عیسائی اور ہندو ادارے بھی خاصے سرگرم ہیں۔ کتابوں کی دکانوں پر ان کی پُرکشش اور دیدہ زیب کتابیں بچوں کو للچاتی ہیں۔ ہندستان میں ثانی اثنین خان کے ادارہ گڈ ورڈ پبلی کیشنز نے اور عالمی سطح پر عبدالملک مجاہد [پ: ۱۹۵۱ء]

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی سربراہی میں ساؤنڈ وژن، شکاگو نے اچھی ابتدا کی، لیکن یہ از حد ضروری ہے کہ تحریکاتِ اسلامی بھی اس پر بھرپور توجہ دیں۔ گذشتہ صدی کے پانچویں عشرے کے دوران مائل خیرآبادی، بنت الاسلام اور طالب الہاشمی وغیرہ نے اُردو میں، اور پھر ساتویں عشرے میں خرم مراد [۱۹۳۲ء۔۱۹۹۶ء] نے انگریزی میں بچوں کے لیے لٹریچر تیار کرنے کی خاطر 'دی اسلامک فاؤنڈیشن'، برطانیہ میں بامعنی قدم اُٹھایا تھا، مگر بعد ازاں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوسکی۔ یاد رہے، بچوں کے لٹریچر میں تازگی کا احساس اور عصری حوالوں کا وجود از حد ضروری ہے۔

مسابقت کی دوڑ، شہری زندگی کے تناؤ اور روحانی پیاس نے آج دنیا بھر میں اُس لٹریچر کو بہت مقبول بنایا ہے، جسے ذاتی بہتری (self improvement) کا لٹریچر کہا جاتا ہے۔ دل نشیں زبان اور پُرکشش پیرائے میں زندگی کی تنظیم کے اصول اور نظریات بیان کیے جاتے ہیں اور قصوں، تمثیلوں، لطائف وغیرہ کے ذریعے مشکل فلسفوں کو نہایت آسان کر دیا جاتا ہے۔ یہ کتابیں تھکے ماندے ذہنوں کے لیے تفریح بھی فراہم کرتی ہیں اور ان کی مصروف اور تناؤ سے پُر زندگیوں کی اُلجھنوں کو دُور کرنے کا کام کرتی ہیں۔

اسلامی علمی تاریخ میں سعدی شیرازی [۱۲۱۰ء۔۱۲۹۲ء] اور مولانا جلال الدین رومی [۱۲۰۷ء۔۱۲۷۳ء] نے اس فن کو انتہائی بلندی تک پہنچایا تھا۔ ماضی قریب میں گرو اوشو جنیش [۱۹۳۱ء۔۱۹۹۰ء] نے اسی طرزِ بیان کے ذریعے اپنے خیالات کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ آج ساری دنیا میں اس طرح کا لٹریچر مقبول ترین لٹریچر بن چکا ہے اور ہوائی جہازوں سے لے کر پارکوں اور دفتروں تک، ہر جگہ لوگ اس طرح کی کتابیں پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلامی حلقوں میں عربی زبان میں اس طرح کی کتابوں کا رجحان شروع ہوا ہے، لیکن اُردو اور انگریزی میں اس پر توجہ ہونا ابھی باقی ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایمان اور دعوت، انصاف اور تہذیب، شرفِ انسانی کو پروان چڑھانے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن وسنت سے دنیا کو جوڑنے کے لیے یہ اُمور مرکزیت رکھنے کے باوجود، غالباً ثانوی درجے ہی میں کہیں دُور دکھائی دیتے ہیں، یا پھر سرے سے نگاہوں سے اوجھل۔

کیا اس صورت میں غالب اور حاکم تہذیب وتمدن کا جواب دینا ممکن ہے؟

(البرہان دسمبر ۲۰۱۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

تحقیق کی اسلامی ترجیحات

* اسلام میں تحقیق کا سکوپ
* تعلیم (تدریس، ترتیب، تحقیق)
* مسلم عروج وزوال
* مغربی فکر وتہذیب
* علماء ودینی قیادت کا فکری جمود

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

اسلام میں تحقیق کا سکوپ

بسلسلہ اسلامی علوم میں تحقیق کے دائرہ ہائے کار

برائے سکالرز، محققین، علماء کرام، اساتذہ وطلبہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ وعمرانی علوم
اور دینی مدارس کے تخصص کے طلبہ

اسلامی علوم میں تحقیق کے لیے دائرہ ہائے موضوعات کی نشان دہی سے پہلے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ پہلے اس امر پر کچھ گفتگو کر لی جائے کہ اسلام میں دائرہ تحقیق ہے کیا؟ یعنی تحقیق کی گنجائش کتنی ہے اور کن شعبوں میں ہے؟

اگر ہم تفہیم کی خاطر جدید اصطلاحات میں بات کریں تو جو شعبہ یا ڈسپلن اس موضوع سے بحث کرتا ہے اسے تصور علم یا فلسفۂ علم (Epistemology) کہتے ہیں اور یہ فلسفۂ علم پیداوار ہوتا ہے ورلڈ ویو (World view) کی۔ ورلڈ ویو سے مراد یہ ہے کہ کسی تہذیب کا تصور انسان، تصور الٰہ اور تصور کائنات کیا ہے؟ ورلڈ ویو کشید ہوتا ہے کسی تہذیب کے ان بنیادی نظریات وعقائد سے جن میں وہ تہذیب یا اس کے اکثر افراد یقین رکھتے ہوں۔

یاد رہے کہ مغربی فکر وتہذیب اگرچہ ایک مکمل نظام حیات ہے لیکن چونکہ اس کے بنیادی نظریات (Ideology) کی اساس وحی (Revelation) اور مذہب (Religion) پر نہیں ہے اس لیے اہل مغرب اپنے نظام حیات کے لیے مذہب/ دین اور اپنے بنیادی نظریات کے لیے عقیدہ کی اصطلاح استعمال نہیں کرتے۔

اسلام میں تحقیق کی گنجائش کتنی ہے؟ یہ سمجھنے کے لیے ہمیں اسلام کے فلسفۂ علم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور فلسفۂ علم کو سمجھنے کے لیے اسلامی ورلڈ ویو کا مطالعہ کرنا ہوگا اور اسلامی ورلڈ ویو کی تفہیم کے لیے اسلام کے بنیادی عقائد کی طرح رجوع کرنا ہوگا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلم علماء اسلامی تعلیمات کو سہولت بیان کی خاطر عموماً چار شعبوں میں تقسیم کرتے ہیں یعنی ا۔عقائد ۲۔عبادات ۳۔اخلاق اور ۴۔معاملات۔عقائد گویا وہ بنیادی نظریات ہیں جو اسلامی ورلڈ ویو کو جنم دیتے ہیں اور اس ورلڈ ویو سے اس کا فلسفۂ علم مستنبط ہوتا ہے۔آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اسلام کے بنیادی عقائد کیا ہیں، ان سے اسلام کا کیا ورلڈ ویو مستنبط ہوتا ہے اور اس ورلڈ ویو سے کس فلسفۂ علم کی نشاندہی ہوتی ہے تاکہ ہم اس فلسفۂ علم کی روشنی میں اسلام میں تحقیق کے دائرہ کار کا تعین کر سکیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد

اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت ہیں۔

توحید کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات یعنی زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا خالق و مالک اور مدبر و منتظم صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔انسان کا خالق بھی وہی ہے اور وہی اس کی زندگی اور موت، نفع و نقصان اور خوشی و غم پر قادر ہے۔

رسالت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہدایت کی ذمہ داری بھی اللہ نے لی ہے چنانچہ وہ انسانوں میں سے ہی کسی بہترین انسان کو منتخب کر لیتا ہے اور اسے براہ راست فرشتے کے ذریعے اپنی تعلیم ہدایت سے نوازتا ہے اور اس پر اپنی کتاب نازل کرتا ہے تاکہ وہ یہ تعلیمات آگے عام لوگوں تک منتقل کر سکے۔وہ خود اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں اور اس کی اعانت سے ایک مثالی زندگی گزارتا ہے تاکہ لوگ اطمینان سے اس کی پیروی کر سکیں۔

آخرت اسلام میں آخرت کا تصور یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین میں امتحان اور آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور وہ آزمائش یہ ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اللہ کی بندگی اور اطاعت کرتا ہے یا نہیں؟ دنیا کی زندگی الٰہی تعلیمات کے مطابق گزرتا ہے یا نہیں؟ دنیا دار الامتحان اور فانی ہے اور اس کے بعد ایک پائیدار اور غیر فانی زندگی آنے والی ہے جس میں ہر انسان کو دنیا میں اختیار کیے گئے اپنے طرز عمل کا حساب دینا پڑے گا اور اپنے اعمال کے لیے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب وہ ہونا پڑے گا۔ دنیا کی زندگی اگر اس نے الٰہی تعلیمات کے مطابق گزاری ہوگی تو وہ اللہ کی خوشنودی اور نعمتوں کا مستحق ٹھہرے گا اور اگر اس کے برعکس رویہ اختیار کیا ہوگا تو وہ اللہ کی ناراضی اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

اسلام کا ورلڈ ویو

اسلام کے ان بنیادی عقائد سے جو ورلڈ ویو ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے:

تصور الٰہ کائنات اور انسان کا خالق و مالک، رازق و پروردگار، اس کی زندگی اور موت اور اس کے نفع و نقصان پر قادر اور اس کا واحد معبود و مطاع اور ہادی ایک اللہ ہے۔

تصور انسان انسان اس اللہ کا عبد اور بندہ ہے اور اس کا کام اپنی ساری زندگی میں اس الٰہ کی عبادت و اطاعت ہے۔ تاہم عبد ہونے کے ساتھ وہ اللہ کا خلیفہ بھی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ نے اسے کائنات میں تصرف کا اختیار دیا ہے اور یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس کی عبادت و اطاعت کرے اور چاہے تو نہ کرے۔

تصور کائنات یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے کہ انسان اس کی بہتری، کامیابی اور اس میں آسائشوں اور سہولتوں کے لیے اور اس کی دولت اور جاہ و منصب کے لیے ساری زندگی تگ و دو کرتا رہے بلکہ یہ دنیا عارضی اور فانی ہے اور اس کے بعد ہمیشہ کی ایک زندگی (عالم آخرت) آنے والی ہے جس میں وہ دنیا میں اختیار کیے گئے رویے کے لیے جواب دہ ہوگا اور وہاں اسے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ جہاں کامیابی کی صورت میں وہ انعام کا اور ناکامی کی صورت میں عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔

فلسفہ علم (Epistemology)

مندرجہ بالا بنیادی عقائد اور ورلڈ ویو سے جو تصور علم سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ علم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ العلیم اور الہادی ہونے کی وجہ سے ہدایت کا علم اپنے انبیاء و رسل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے لوگوں تک پہنچاتا ہے تاکہ وہ اس کے مطابق اور پیغمبر کی ماڈل زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزاریں۔ تاہم اس نے انسان کو عقل وفواد بھی عطا کیے ہیں اور اسے حواس خمسہ (خصوصاً سمع وبصر کی حسیں) عطا کی ہیں تاکہ وہ علم حاصل کر سکے۔ تاہم ان ذرائع سے حاصل ہونے والے اس ضمنی یا ثانوی علم کا کتاب وسنت کے 'العلم' کے مطابق ہونا ضروری ہے ورنہ وہ قابل قبول نہ ہوگا۔

اسلام کا ہمیشہ کے لیے قابل عمل رہنا

چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں لہٰذا قرآن اللہ کی طرف سے ہدایت کی آخری کتاب ہے اور آپ ﷺ قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کے لیے رسول ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک تو قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی اور دوسرے اس کا اسلوب ایک مخصوص طرز کا رکھا جس کی نمایاں خصوصیات یہ ہے کہ وہ بنیادی امور جن کے بغیر انسانی معاشرے کا ڈھانچہ کھڑا نہیں رہ سکتا اور جس کے بار بار بدلنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضاحت سے کر دیا۔ ان شعبوں کا تعلق عقائد، عبادات اور اخلاق سے ہے۔ معاملات کے بھی وہ پہلو جن پر انسانی عقل کے لیے صحیح فیصلہ کرنا دشوار ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے احکام عطا فرمادیے جیسے وراثت اور نکاح وطلاق کے مسائل ہیں۔ اور جہاں تک معاملات کے ان تفصیلی پہلوؤں کا تعلق ہے جو قابل تغیر ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ سے کام لیتے ہوئے تفصیلی احکام دینے کی بجائے صرف پالیسی احکام بیان فرمادیے اور تفصیلات طے کرنے کا کام امت کے اہل علم (یعنی مجتہدین) پر چھوڑ دیا جیسے سیاسی نظام کی تفصیلات اور معاشی نظام کا تفصیلی ڈھانچہ وغیرہ۔

تحقیق کی گنجائش

اسلام کے بنیادی عقائد، اس کے ورلڈ ویو اور اس کے فلسفۂ علم سے واضح ہو گیا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں تحقیق کی ضرورت مندرجہ ذیل پہلوؤں سے ہے:

۱۔ فہم نصوص قرآن وسنت

اگر چہ قرآن حکیم نے واضح کر دیا ہے کہ اس کی ہدایت بڑی جامع ہے اور اس نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کے بارے میں (اصولی) حکم نہ دیا ہو اور یہ کہ اس ہدایت کے بعض احکام محکم اور قطعی ہیں اور بعض متشابہ اور ظنی ہیں۔ اور ہمارے اصولیوں نے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ہمیں تفصیل سے بتا دیا کہ احکام قطعی الدلالہ کب ہوتے ہیں اور الفاظ کس طرح عام وخاص اور مطلق ومقید.... ہوتے ہیں اور بعض مخصوص مفاہیم کی طرف دلالت کرتے ہیں تاہم اس سب کے باوجود فہم نصوص کی ضرورت باقی رہتی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی اور یہ چیز قرآن وسنت کے جامع ومانع اور اکمل اور اشمل ہونے کے خلاف نہیں۔

۲۔ محدثات ونوازل

چونکہ اسلام کو قیامت تک کے لیے قابل عمل رہنا ہے اور نصوص خواہ کتنی ہی جامع ومانع اور اکمل واشمل ہوں، بہر حال محدود ہوتی ہیں جب کہ انسانی زندگی کا پہیہ ہر دم رواں رہتا ہے اور تمدنی ترقی، زمان ومکان کی تبدیلی اور مصالح واعراف کے تغیر سے نئے امور لامحدود تعداد میں جنم لیتے رہتے اور ہمارے سامنے محدثات ونوازل کی صورت میں سامنے آتے رہتے ہیں لہٰذا شارع حکیم نے اس خلا کو پر کرنے اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اجتہاد اور استنباط واکتشاف احکام اور وضع قواعد کی اجازت دی ہے جو ریسرچ ہی کی ایک صورت ہے۔

۳۔ معاملات کا دائرہ

قرآن نے بار بار کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل خصوصاً آخری پیغمبر حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعلیم کتاب وحکمت کے لیے بھیجا ہے۔ اب 'کتاب اللہ' تو محدود ومعروف اور واضح چیز ہے لیکن یہ 'حکمت' کیا ہے؟ ہمارے اسلاف نے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے، اس پر خوب غور کیا ہے اور اس کے بارے میں جو مختلف باتیں کہی ہیں، ان کی اگر تلخیص کی جائے تو یہ سامنے آتا ہے کہ اس سے مراد نصوص کی تفہیم وتطبیق بھی ہے اور وہ چیزیں جو شارع حکیم نے حکمت ومصلحت کے تحت اور رحمۃً وشفقۃً بالناس اوپن چھوڑی ہیں تاکہ انسان اپنی عقل سلیم کو استعمال کرتے ہوئے اور اپنے مشاہدے اور تجربے کو کام میں لاتے ہوئے اپنی ضرورتیں پوری کرتا اور اپنے مسائل حل کرتا رہے۔ ان کی مثال امور صنعت وحرفت اور زراعت وغیرہ کی ہے کہ ان میں براہ راست وحی کی مداخلت اور رہنمائی کی ضرورت نہ تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں کے پیوند والے معاملے میں لوگوں کو بتادیا کہ وہ اپنے ان معاملات کو بہتر سمجھتے ہیں اور اس میں آزاد ہیں اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات کہی تھی وہ بربنائے وحی نہ تھی۔

یہ مباحات کا ایک وسیع دائرہ ہے جس میں انسان اپنی عقل اور مشاہدے وتجربے کو بروئے کار لاسکتا ہے دوسرے لفظوں میں یہ ریسرچ کا موضوع ہے۔ تاہم یہ بات واضح رہے کہ 'حکمت' کے اس وسیع دائرے میں ہونے والا کام ایسا نہیں ہونا چاہیے جو کتاب وسنت کے احکام اور مزاج ومقاصد کے خلاف ہو بلکہ اسے لازماً کتاب وسنت کے احکام اور ان کے مزاج ومقاصد کے مطابق اور ان سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

۴۔ معاملات میں اجتہاد

معاملات کا وہ پہلو، جس کے بارے میں ہم ذکر کرچکے کہ وہ تغیر وتبدل کا طالب رہتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے رحمۃً بالناس امت اور اس کے علماء کے اجتہاد کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے تاکہ وہ نو پیش آمدہ ضرورتوں کے مطابق ان کے لیے احکام مکتشف اور وضع کرسکیں جیسے سیاسی، معاشی اور تعلیمی نظام کی تفصیلات۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ ذہن میں رہے کہ اجتہاد کا ایک فنی مفہوم تو وہ ہے جسے ہم فقہ واصول فقہ میں استعمال کرتے ہیں تاہم سیاسی، معاشی اور تعلیمی امور میں ہم جس اجتہاد کی بات کر رہے ہیں وہ اس محدود اور ٹیکنیکل فقہی اجتہاد سے ایک زائد اور وسیع تر چیز ہے (اور ممکن ہے بعض اہل علم کی رائے ہو کہ اسے فنی لحاظ سے ''اجتہاد'' کہنا صحیح نہیں) بلکہ ہم تو کہیں گے کہ دعوت و اصلاح اور تربیت وتزکیہ بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی جدید صورتیں بھی اس اجتہاد کا موضوع ہیں (مثلاً ہم نے سعودی عرب کے قیام کے دوران دیکھا کہ محکمہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کارکن [جنہیں وہاں 'مطوع' کہا جاتا ہے] بازار میں شاپنگ کرتے ہوئے مسلمان عورتوں کو، اگر وہ بے حجاب ہوں، تو انہیں پردہ کرنے کے لیے کہتے تھے لیکن غیر مسلم امریکی و یورپی عورتوں کو، جو شاپنگ کے لیے بازار آتی تھیں اور اپنی تہذیب وکلچر کے مطابق سکرٹ وغیرہ پہنے ہوتی تھیں اور ان کی ٹانگیں ننگی ہوتی تھیں، یہ کارکن ان کے ٹخنوں پر رنگ لگا دیتے اور پینٹ پھیر دیتے تھے جو مسلم ریاست اور معاشرے کی طرف سے ایک طرح کی وارننگ اور کراہت کا اظہار تھا کہ انہیں اس قسم کا لباس پہن کر کھلے عام بازار میں نہیں آنا چاہیے جو مقامی مسلم کمیونٹی کے نزدیک غیر شائستہ اور غیر پسندیدہ ہو) ..... جیسے مثلاً الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کا دعوت واصلاح کے لیے استعمال۔

۵۔ عمرانی وسائنسی علوم

اسی کا ایک پہلو عمرانی وسائنسی علوم بھی ہیں۔ ظاہر ہے عمرانی علوم میں ترقی اور تغیر وتبدل معاشرے کی سطح پر معاملات کی مختلف صورتوں کے تغیر وتبدل کا اظہار بھی ہے اور پیمانہ بھی اور اسلام اس کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ اس کی تائید کرتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا بہر حال ضروری ہے کہ یہ کام قرآن وسنت کے احکام اور شریعت کے مزاج ومقاصد کے خلاف نہ ہو۔ اسی طرح سائنس وٹیکنالوجی کا علم، جس کا مطمح نظر اشیاء کائنات کا استعمال (جسے تسخیر کائنات بھی کہا جاسکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ اس نے یہ چیزیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کے لیے پیدا کی ہیں اور انہیں ان کا استعمال کرنا چاہیے.... یہ کام اسی امر کی توسیع ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے وقت علم لاسماء قرار دیا تھا.... تو عمرانی علوم کا وہ حصہ جو قابل تغیر ہے، کیوں کہ ان کے بنیادی اصول تو اللہ تعالیٰ نے دے دیے ہیں جو ظاہر ہیں نا قابل تغیر ہیں لیکن ان اصولوں پر جو تفصیلی ڈھانچہ انسان اپنی عقل اور مشاہدے اور تجربے سے تعمیر کرتا ہے اس کا دیکھا جانا ضروری ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے احکام اور اس کے مزاج ومقاصد سے متصادم نہ ہو بلکہ اس کے مطابق ہو۔

اس کام کا تقاضا یہ ہے کہ عمرانی اور سائنسی علوم کے موجودہ نصابات اور نصابی کتب کا جائزہ لیا جائے کہ ان میں کوئی چیز اسلامی احکام اور ان کے مزاج ومقاصد کے خلاف نہ ہو بلکہ اثباتی طور پر ان کی تشکیل تدوین اسلامی احکام وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے کرنی چاہیے تا کہ ان کے غیر اسلامی رخ اختیار کرنے کی کوئی گنجائش پیدا ہی نہ ہو۔

دوسری قوموں نے عمرانی اور سائنسی علوم میں جو پیش رفت کی ہے اگر مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنا ہو تو انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا رخ ان کے نظریۂ حیات کے خلاف نہ ہو۔ اگر ہو تو اسے ترک کر دیا جائے اور قبول نہ کیا جائے۔ عصر حاضر میں مغرب کے ترقی دادہ عمرانی اور سائنسی علوم کو مسلمانوں کو بجنسہٖ (As it is) قبول نہیں کر لینا چاہیے بلکہ ان کے صرف وہ حصے قبول کرنے چاہئیں جو شریعت اسلامی کے احکام اور مزاج ومقاصد کے خلاف نہ ہوں بلکہ اس نقطۂ نظر سے قابل قبول ہوں۔ اور اگر وہ ان کے خلاف ہوں تو انہیں بلا تردد کر دینا چاہیے۔ یہ بھی تحقیق کا موضوع ہے۔

اس کے لیے مغرب کے علوم وفنون اور ان کے فلاسفروں دانشوروں، محققوں اور ماہرین عمرانی وسائنسی علوم کے افکار وخیالات کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ بھی ضروری ہے تا کہ ان کے غیر اسلامی تصورات کو پہچان کر رد کیا جا سکے اور یہ دیکھا جا سکے کہ ان کی کون سی چیزیں ہمارے لیے قابل قبول ہو سکتی ہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں ریسرچ کے اس اسکوپ سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی رائے غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں کسی قسم کی ریسرچ نہیں ہوسکتی یا شریعت میں کسی ریسرچ کی گنجائش ہی نہیں اسلامی نقطۂ نظر سے اسلام میں ریسرچ کی بہت ضرورت اور اہمیت ہے جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں واضح کیا ہے۔

ان اصولی باتوں کا ذکر اگرچہ ہم نے اس تناظر میں کیا ہے کہ یہ دیکھا جاسکے کہ ان کی روشنی میں ریسرچ کے دائرہ ہائے کار کیا ہوسکتے ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے اور ہمیں اسے مستحضر رکھنا چاہیے کہ یہ موضوعات خود تحقیق کا موضوع بھی ہیں مثلاً اس پر تحقیق کی جائے کہ اسلام میں تحقیق کا دائرہ کار کیا ہے؟ اس کی کتنی گنجائش ہے؟ اس کی گنجائش کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے؟ خصوصاً اس لحاظ سے اس کے بنیادی عقائد، اس کے ورلڈ ویو اور اس کے فلسفۂ علم پر تحقیق کی ضرورت ہے بلکہ ان شعبوں میں مغرب کی بالادست فکر و تہذیب کے ساتھ تقابلی مطالعے کی بھی ضرورت ہے تاکہ دونوں تہذیبوں کے کمزور اور مضبوط پہلو ہمارے سامنے آسکیں اور ان کی روشنی میں ہم تحقیق کے لیے ایک واضح لائحہ عمل تشکیل دے سکیں۔ (البرہان نومبر ۲۰۱۶ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

اسلامی علوم میں تحقیق

اہم مسائل، پراجیکٹس اور دائرہ ہائے تحقیق کی نشاندہی

برائے سکالرز، محققین، علماء کرام، اساتذہ وطلبہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ
وعمرانی علوم اور طلبۂ تخصص دینی مدارس

'البرہان کے شمارہ ستمبر ۲۰۱۵ء' میں ہمارے رفیق کار پروفیسر ملک محمد حسین صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور علوم اسلامیہ اور سماجی علوم خصوصاً علم التدریس (ایجوکیشن) پر ایک سو کے قریب موضوعات تحقیق کی نشاندہی کی۔ ایک آدھ تحریر میں ہم نے بھی ضمناً اس کا ذکر کیا۔ ماہنامہ 'ترجمان القرآن' میں اس حوالے سے سید سعادت اللہ حسینی صاحب کے دو عمدہ مضامین شائع ہوئے (گو وہ تحریکی ضروریات کے حوالے سے تھے)۔ آج کی اس نشست میں ہم اس موضوع کے حوالے سے اپنی سوچ قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں گو ہم ترجیحات اور دائرہ ہائے موضوعات کی نشاندہی تک محدود رہیں گے جن میں سے سینکڑوں موضوعات تحقیق نکل سکتے ہیں لیکن براہ راست موضوعات کے تعین کی تفصیل تک ہم نہیں جائیں گے کہ عقل مند را اشارہ کافی است۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ بھی کچھ اصولی باتیں ہمیں بتا چکے ہیں اور تحقیق خصوصاً اسلامی وعمرانی علوم میں تحقیق کیسے کی جائے؟ کے موضوع پر لکھنے والے کئی احباب (جیسے ڈاکٹر سلطانہ بخش، ڈاکٹر طفیل ہاشمی، ڈاکٹر خالق داد ملک، ڈاکٹر سراج الدین حنیف، ڈاکٹر باقر خاکوانی، ڈاکٹر رانا محمد اکرم وغیرہ) بھی اس موضوع پر ضمناً روشنی ڈال چکے ہیں۔ ''تحقیق کیسے کی جائے؟'' کے موضوع پر لکھی جانے والی انگریزی اور عربی تالیفات سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسلامی علوم میں تحقیق کی ترجیحات اور ممکنہ دائرہ ہائے موضوعات کے عنوان پر کئی جہات سے گفتگو ہوسکتی ہے لیکن ہم اس بحث کا آغاز اس عنوان سے کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے نزدیک اسلام کی رو سے سب سے اہم ہے اور جسے 'تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ' یا 'دعوت واصلاح، تعلیم وتربیت، میڈیا اور تزکیۂ نفس' یا محض ''تعلیم'' کے عنوان سے زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

تعلیم (تدریس، تربیت، تحقیق)

تعلیم وتربیت سے مقصود ہے انسان کی ایسی ذہن سازی، ایسی فکری تشکیل اور اس کے نفس کی ایسی تربیت وتزکیہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا اس کے لیے ممکن اور سہل ہوجائے اور اس سے 'اعمال صالحہ' کا صدور ہونے لگے کیونکہ قرآن حکیم کی رو سے ایک مسلمان کا آخری ہدف ہوتا ہے ''آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی[1] اور انعام میں اس کی نعمتوں کا حصول[2] اور اس ہدف میں کامیابی کا نسخہ یہ ہے کہ ''دنیا کی یہ زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزاری جائے۔[3]'' اسی میں انسان کی آزمائش ہے اور یہی اس کے لیے دنیا میں سب سے بڑا کام اور چیلنج ہے۔ قرآن کریم کی رو سے اس ہدف کے حصول کا ذریعہ ہے ''تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ'' اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء مبعوث فرماتا رہا ہے[4] اور کام کا یہی منہج اس نے آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلقین فرمایا تھا۔[5]

گویا اعمال صالحہ کا منبع ہے ایمان اور ایمان کے حصول کا ذریعہ ہے صحیح عقائد اور ان پر پختہ یقین بذریعہ صحیح دعوت اور صحیح تعلیم اور ساتھ ہی نفس کا ایسا تزکیہ اور ایسی تربیت جس سے اعمال صالحہ کا صدور ہونے لگے۔ یہی بندگی اور عبدیت کا رویہ ہے جس کے لیے اللہ نے

---

[1] النساء ۴:۱۱۴

[2] التوبہ ۹:۱۱۱

[3] الکہف ۱۸:۷

[4] الاعلیٰ ۸۷:۱۹

[5] آل عمران ۳:۱۶۴

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان کو پیدا کیا ہے[1] اور جو ان کے لیے آخرت اور دنیا میں کامیابی کا ضامن ہے۔[2]

تاہم یہ بھی واضح رہے کہ فرد اس دنیا میں اکیلا نہیں رہتا بلکہ معاشرے اور ریاست کی صورت میں رہتا ہے لہٰذا اسلام کے احکام انفرادی زندگی کے لیے بھی ہیں اور اجتماعی زندگی کے لیے بھی۔ انسان سے جو اعمال صالحہ مطلوب ہیں ان کا تعلق بھی انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں سے بیک وقت ہوتا ہے۔ ویسے بھی اجتماعی زندگی صحیح اسلامی خطوط پر مبنی ہوگی تو وہ فرد کے لیے بھی اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ممد و معاون ہوگی اس لیے معاشرے اور ریاست کے نظام کا اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونا بھی اہم اور ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب ہم پاکستان کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو یہ زمینی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور مسلم معاشرہ اور ریاست بھی موجود ہے اور یہ کہ اس معاشرے اور ریاست کی تشکیل کے وقت ہم نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم یہاں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق گزاریں گے۔

خلاصہ یہ کہ ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق گزارنے اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے ناگزیر ہے کہ ہمارے ہاں دعوت و اصلاح، تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور میڈیا کا نظام فعال ہو اور اسلامی اصول و اقدار پر مبنی ہو۔ اس مضمون میں اگرچہ ہمارے سامنے ترتیب یہ تھی کہ قابل تحقیق ہونے کے حوالے سے پہلے ہم داخلی پہلو سے ان مسائل کو زیر بحث لائیں گے جو عصر حاضر میں مسلم فرد، معاشرے اور ریاست کو درپیش ہیں اور اس کے بعد ہم خارجی پہلو کے لحاظ سے مغرب کی غالب الحادی فکر و تہذیب اور مسلم فرد، معاشرے اور ریاست پر اس کے اثرات زیر بحث لائیں گے لیکن مسلمانوں

---

[1] الذاریات ۵۱:۵۶

[2] الشمس ۹۱:۹، ۱۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے زوال پذیر ہو جانے اور مغرب اور اس کی فکر و تہذیب کے غلبے نے مسلم فرد، معاشرے اور ریاست کو اس بری طرح متاثر کیا ہے کہ اس کے منفی اثرات، دو سو سال کی غلامی کے خاتمے کے باوجود، آج بھی مسلمانوں پر نمایاں نظر آتے ہیں، لہٰذا ہم مجبور ہیں کہ داخلی پہلو اور عوامل پر گفتگو کرتے ہوئے بھی خارجی پہلو اور عوامل کا لحاظ رکھیں۔

ان تصریحات کی روشنی میں آیئے دیکھتے ہیں کہ دعوت، تعلیم، میڈیا اور تزکیہ و تربیت کے حوالے سے آج ہمیں کن مسائل و مشکلات کا سامنا ہے جن پر غور و فکر اور تجزیہ و تحقیق سے ہمیں ان کا حل دریافت کرنا ہے اور ان مسائل و مشکلات سے ہمیں عہدہ برآ ہونا ہے۔

دعوت

دعوت (جس کے لیے بعض لوگ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں اور تعلیم و ذرائع ابلاغ کا استعمال بھی اسی کی توسیعی صورتیں ہیں) کے حوالے سے جن مسائل کا تجزیہ، تنقیح اور ان پر تحقیق ہمیں درکار ہے ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

۱۔ دعوتی سرگرمیاں روبہ زوال ہیں اور بہت کم ہو گئی ہیں۔ علماء کرام کی سرگرمیاں دینی مدارس میں تدریس اور مساجد میں خطبۂ جمعہ (اور بعض علماء کی سیاسی سرگرمیوں) تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں حالانکہ پہلے علماء کرام وعظ و تبلیغ کو اپنی بنیادی ذمہ داری سمجھتے تھے اور آج سے چند عشرے پہلے معاشرے میں اس کا خاصا رواج تھا۔ خود راقم نے اپنے بچپن میں بیسیوں ایسی مجالس وعظ سے استفادہ کیا ہے جو اب ماند پڑ گئی ہیں۔ اس رجحان کو دیکھ کر ہی مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہر دینی مدرسے کو ایک تنخواہ یافتہ فل ٹائم مبلغ ملازم رکھنا چاہیے جو دعوتی کام کرے بلکہ انہوں نے یہ تجویز بھی دی تھی کہ مدارس مجتمع ہو کر اس کا نظم کریں (جیسا کہ بعد میں دینی مدارس نے 'وفاق' بنا کر خود کو منظم کر لیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ مفتی صاحب کی اس تجویز پر مبنی تقریر کا اقتباس ہم نے البرہان کے شمارہ جون ۲۰۱۶ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں شائع کر دیا تھا) تا کہ حسب ضرورت کسی ایک موضوع پر سارے پاکستان میں بیک وقت دعوت دی جا سکے اور اس کے موثر نتائج سامنے آسکیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علماء کرام اور ان کی تنظیموں، دینی مدارس اور ان کے وفاقوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو منظم کرنا چاہیے۔

اگر کم و کیف یعنی مقدار اور کوالٹی کے لحاظ سے دیکھیں تو مندرجہ بالا تجویز کا تعلق دعوتی سرگرمیوں کے حجم اور مقدار (کم) سے تھا جہاں تک ''کیف'' یعنی کوالٹی کا تعلق ہے تو اس کے بھی کئی پہلو توجہ طلب ہیں مثلاً:

۲۔ کئی تنظیمیں اپنی دعوتی سرگرمیوں میں نام تو اسلام ہی کا لیتی ہیں لیکن عملاً دعوت اپنی جماعت اور اپنی تنظیم کی دیتی ہیں اور اس میں شمولیت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دینی تنظیمیں اور جماعتیں ابتداءً بنائی تو دعوت اسلام کے لیے جاتی ہیں لیکن رفتہ رفتہ اسلام کی جگہ جماعت اور تنظیم لے لیتی ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر اس جماعت کے کارکن لوگوں کو اسلام کی بجائے اپنی جماعت اور تنظیم کے پروگراموں کی طرف دعوت دینے لگتے ہیں اور دین کی دعوت پس پشت چلی جاتی ہے۔

۳۔ بہت سے علماء کرام اور ان کی تنظیمیں، دینی مدارس اور ان کے وفاق اور دینی سیاسی جماعتیں نام تو اسلام کا لیتی ہیں لیکن دعوت اپنے مسلک کی دیتی ہیں۔ گویا وہ اپنے مسلک کو دین بنا کر پیش کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے اور مسلک پرستی، فرقہ واریت اور فکری تشتت کا ایک بنیادی سبب یہی مظہر و منہج ہے۔ اسی سے مسلک معیار حق و باطل بنتا ہے اور اس کے لیے حمیت اور تعصب وجود میں آتا ہے جو بہت سے غلط رویوں کا سبب بنتا ہے مثلاً دوسرے مسالک کی تغلیط اور ابطال کی کوشش کی جاتی ہے اور اپنے مسلک کے غلبے کے لیے جدوجہد کی جاتی ہے۔ یہی چیز جب عوام کی سطح تک پہنچتی ہے اور اسی کے نام پر ووٹ مانگے جاتے ہیں، مسجدیں بنائی جاتی ہیں اور مدرسے چلائے جاتے ہیں تو عوام میں بھی یہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مسلکی تقسیم گہری ہوتی چلی جاتی ہے اور معاشرے میں یکجہتی وہم آہنگی کی بجائے فکری انتشار کو فروغ ملتا ہے اور امت متحد ہونے کی بجائے منقسم ہوتی چلی جاتی ہے۔

۴۔ دعوت کا اسلوب اور منہج بھی بہت اہم ہے۔ ہمارے ہاں جو ادارے، تنظیمیں اور جماعتیں دعوت کا کام کر رہی ہیں ان میں بہت سوں نے پیغمبروں کے بنیادی طریق دعوت یعنی دعوت بذریعہ شخصی رابطہ وملاقات کو مضبوطی سے نہیں پکڑا جس کی افادیت اور فوائد مسلمہ ہیں۔

۵۔ بہت سی دینی جماعتیں، تنظیمیں اور تحریکیں اپنے پروگرام کی طرف دعوت دیتی ہیں جو عموماً دین کی کسی ایک ترجیح یا کسی ایک پہلو پر ترکیز کیے ہوئے ہوتا ہے لیکن دعوی وہ یہ کرتی ہیں کہ وہ پورا دین پیش کرتی ہیں۔ ہماری اکثر تبلیغی تحریکیں، دینی سیاسی جماعتیں اور جہادی تنظیمیں یہی کر رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف دین کا نقصان ہوتا ہے کہ ایک ناقص اور جزوی چیز کو پورا دین بنا کر پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس سے دین کی ترجیحات بدل جاتی ہیں، مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا ہوتا ہے، معاشرہ تقسیم ہوتا ہے بلکہ خود ان جماعتوں اور تنظیموں کو بھی نقصان ہوتا ہے کہ ان کی باہمی چپقلش سے وہ امت کی تائید سے محروم ہو جاتی ہیں اور اپنے پروگراموں اور اہداف کے حصول میں ناکام ہو جاتی ہیں۔

دوسرے انہوں نے جدید ذرائع ابلاغ سے بھی پوری طرح استفادہ نہیں کیا اور ہماری اکثر دعوتی تحریکیں، تنظیمیں اور افراد الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا سے کما حقہ استفادہ نہیں کر رہے۔ تیسرے ہمارے دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ نے دعوت کے تخصص کو اہمیت نہیں دی، اس کا تدریسی شعبہ قائم نہیں کیا اور اور اس میں بی ایس، ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی پروگراموں کا اہتمام نہیں کیا جس سے دعوت سے متعلق تدریسی اور تحقیقی کام کو فروغ نہیں مل سکا۔

۶۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کے دو بڑے شعبے ہیں: ایک مسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاشرے کے لیے دعوت اور دوسرے غیر مسلموں کے لیے۔ نیز اس کام کے مکلف ہمارے علماء کرام وصوفیائے عظام ہی نہیں بلکہ یہ اسلامی حکومت کی بھی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے۔اس وقت امت میں ایک آدھ ملک کے استثناء کے سوا شاید ہی کوئی مسلم ملک ایسا ہو جسے اپنی اس ذمہ داری کا احساس ہو۔کوئی مسلمان ملک اس کام کے لیے بجٹ میں رقم مختص نہیں کرتا اور نہ اس نے کوئی ادارہ قائم کیا ہے جو مسلم معاشرے میں دعوت کا کام کرے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرے۔اور نہ غیر مسلموں تک دین پہنچانے کے لیے مسلمان ممالک نے ادارے قائم کیے ہیں اور نہ اس کے لیے فنڈز مختص کیے ہیں اور وہ دوسروں سے سبق بھی نہیں سیکھتے کہ اس وقت عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے سیکڑوں ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن چلا رہے ہیں، اس پر کروڑوں ڈالر خرچ کیے جا رہے ہیں اور اس کے لیے تنظیمیں اور ادارے کام کر رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں نہ حکومتوں کو اس کام کی اہمیت کا کوئی احساس ہے اور نہ علماء کرام اور ان کی تنظیموں کو۔

تعلیم

۱۔ آج تعلیم وتربیت سے متعلق اکثر لوگ بھول گئے ہیں کہ تعلیم کارِ انبیاء ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چار جگہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ جس کام کے لیے بھیجے گئے تھے وہ تھا تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ [1] اور پہلے انبیاء بھی اسی مشن کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ [2]

۲۔ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک معلوم دنیا کے بڑے حصے پر حکومت کی تو میرٹ پر کی۔ان کے اس عروج، غلبے اور قوت کی بنیادی وجہ ان کے اپنے نظریۂ حیات (دین اسلام) سے شدید عملی وابستگی تھی جس کی وجہ سے ان کے اندر ان صلاحیتوں کا وفور ہوا

---

[1] البقرہ ۲:۱۲۹، البقرہ ۲:۱۵۱، آل عمران ۳:۱۶۴، الجمعہ ۶۲:۲

[2] الاعلیٰ ۸۷:۱۴ تا ۱۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو دنیا میں قطع اسباب کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان کا بنیادی منبع مسلمانوں کا نظام تعلیم وتزکیہ تھا۔ بدقسمتی سے اس نظام تعلیم وتزکیہ کی تفصیلات پردہ خمول میں ہیں۔ (مطلب یہ کہ ان پر تحقیق نہیں ہوئی اور ان کی تفصیلات منظر عام پر نہیں لائی گئیں) مسلمانوں کے ہر علاقے اور ہر صدی میں ان کے نظام تعلیم وتزکیہ کی تفصیلات (مثلاً نصاب، طریق تدریس، اساتذہ، طریق تربیت وغیرہ) پر بیسیوں تحقیقی مقالے لکھے جاسکتے ہیں اور لکھے جانے چاہئیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ طالب علم کو عربی زبان پر عبور ہو اور دوسرے یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ یہ معلومات تاریخ، سوانح، ادب اور اسلامی علوم کی کتب میں بکھری پڑی ہیں اور انہیں جمع کرنے کے لیے وسیع مطالعے اور طویل چھان پھٹک کی ضرورت ہے۔

۳۔ مسلمانوں کو زوال کیوں آیا؟ اگرچہ اس پر لوگوں نے لکھا ہے لیکن ہماری رائے میں یہ موضوع بہت اہم ہے اور اس پر کما حقہ کام ابھی تک نہیں ہوا اور اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے مثلاً اقبال نے خطبات میں اس کے تین اہم اسباب گنوائے ہیں: ۱۔ ملوکیت (مسلم سیاسی نظام) ۲۔ مُلّائی (علمی جمود اور اجتہاد کا دروزاہ بند ہونا) اور پیری (دورِ متاخرین کا تصوف)۔ اسی طرح کے دوسرے اسباب کی بھی نشان دہی کی جاسکتی ہے لیکن ہماری رائے میں اس کا بنیادی سبب مسلم معاشرے کے نظام تعلیم وتزکیہ کا بانجھ ہوجانا ہے جس نے ایسے افراد پیدا کرنے بند کردیے جو متوازن انداز میں اپنے نظریۂ حیات سے شدید وابستگی رکھتے ہوں اور جو ان کے اندر ایمان کی آبیاری کرکے ''تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ'' کے ذریعے صالح فکر وعمل کی بنیاد رکھ سکتے ہوں۔

ہمارے نزدیک مسلمانوں کے زوال سے نکلنے اور نشاۃ ثانیہ کی راہ پر چل نکلنے کا بنیادی راستہ بھی یہی تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کا راستہ ہے۔ یہ بات جو ہم نے چند سطروں میں سادہ انداز میں کہہ دی ہے خود بہت بڑا تحقیق کا موضوع ہے۔

۴۔ استعمار نے مسلم ممالک پر قبضہ کرکے ان کے اجتماعی اداروں کو منہدم کردیا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اپنی فکر وتہذیب کے مطابق ان کی تعمیر نو کی۔ یہی کچھ انہوں نے مسلمانوں کے نظام تعلیم وتربیت کے ساتھ کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب مسلم ممالک آزاد ہونا شروع ہوئے تو استعمار نے امن کا چولا پہن لیا اور 'امن'، 'ترقی' اور 'آزادی' کے نام پر اپنی قائم کردہ ہیئت اجتماعیہ کے دوام اور تسلسل کی کوشش کی اور مسلمان حکمرانوں کو تہ دام لا کر اس میں بھی عموماً کامیابی حاصل کی۔ لارڈ میکالے کے اس زہریلے نظام تعلیم کو ختم کر کے اس کی ایسی تشکیل نو جو مسلم معاشرے کی عصری ضروریات بھی پوری کرے اور مسلم شخصیت کی تعمیر نو اسلامی اصول واقدار کے مطابق بھی کرے، ایک بہت بڑا علمی اور تحقیقی پراجیکٹ ہے جس پر کام کی شدید ضرورت ہے۔

۵۔ مسلم نظام تعلیم وتربیت کو خصوصاً برصغیر پاک وہند میں استعماری غلبے نے جس کوڑھ میں مبتلا کیا ہے اس کا نام ثنویت ہے جو مغربی سیکولرزم کی روح کے عین مطابق ہے یعنی دین ودنیا کی تعلیم میں تفریق اور دینی مدارس کے ذریعے ایسی 'دینی تعلیم' کہ دنیاوی علوم اس کا حصہ نہ ہوں اور کالجوں یونیورسٹیوں میں ایسی دنیاوی تعلیم دینا جس کا دینی تعلیم وتربیت حصہ نہ ہو۔ مسلمان سوسائٹی کو مسٹر اور ملا میں تقسیم کرنا، اس کے مختلف عناصر کے اندر یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا نہ ہونے دینا، مغرب زدہ حکمرانوں کے ذریعے مسلم ریاست میں نفاذ شریعت نہ ہونے دینا اور ....اور....اس مظہر کے نقصانات کی فہرست بہت طویل ہے اور اس کا خاتمہ بہت بڑا علمی اور عملی چیلنج ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ استعمار نے آج بھی اس طرح کے حالات پیدا کر رکھے ہیں کہ نہ مسلم حکومتیں اس ثنویت کے خاتمے کے لیے تیار ہیں، نہ دینی مدارس کے علماء کرام اور نہ جدید تعلیم کے کالجوں یونیورسٹیوں کے کرتا دھرتا۔

۶۔ جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا کہ مسلم نظام تعلیم وتربیت کی قرآنی اصول ''تعلیم کتاب وحکمت وتزکیہ'' کی روشنی میں تشکیل وتعمیر نو بہت بڑا چیلنج اور تحقیقی پراجیکٹ ہے اور اس میں تعلیمی ڈھانچے کے سارے اجزاء زیر بحث آتے ہیں یعنی تعلیمی انتظامیہ،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ، نصاب، تعلیمی ادارے کا ماحول اور ہم نصابی وغیر نصابی سرگرمیاں، طالب علم وغیرہ، اوران سب کے موجودہ مطلوبہ کردار کا الگ الگ تجزیہ اوراس پر تحقیق درکار ہے لیکن موضوع کو طوالت سے بچانے کی خاطر ہم تزکیہ اور نصابیات سے متعلق کچھ گفتگو تک خود کو محدود رکھیں گے۔

تعلیم اور تزکیہ

تزکیۂ نفس قرآنی اصطلاح ہے اور تربیت تعلیمی۔ مقصود دونوں سے یہ ہے کہ تعلیم صرف فکر ونظر کی تشکیل تک محدود نہ رہے بلکہ شخصیت کو اس تعلیم پر عمل کے لیے بھی تیار کردے۔ گویا تعلیم ذریعہ ہے اور تزکیہ اس کا ہدف ومقصود۔

اسلام میں تعلیم بنیادی طور پر الٰہی ہدایت پر مبنی ہے اور اسلام بطور دین ساری زندگی سے بحث کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام میں تزکیۂ نفس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی کی شخصیت کی تشکیل وتعمیر ایسے ہو کہ اسلام کے سارے احکام پر عمل اس کے لیے آسان اور مرغوب ہو جائے۔ تعمیر شخصیت (Personality Development) غالباً اس کے لیے موزوں اصطلاح ہے بمقابلہ کردار سازی (Character Building) کے جو اصلاً جزوی بات ہے لیکن اہم ہونے کی وجہ سے غالباً جزو پر کل کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ گویا تزکیہ کا ہدف یا حاصل یہ ہے کہ آدمی اچھا عملی (Practising) مسلمان بن جائے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ تزکیے سے مقصود یہ ہے کہ آدمی اچھا ''انسان'' بن جائے وہ عصر حاضر کے ذہن کو بات سمجھانے کے لیے کہتے ہیں ورنہ اصل یہ ہے کہ ایک اچھا مسلمان ہی اچھا انسان ہوتا ہے۔

تعلیم وتزکیہ یا تعمیر فکر وعمل کے اس پیکج کو شرعی اصطلاح میں ایمان وعمل صالح کہتے ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس کام کو مقصد بعثت انبیاء قرار دیتے ہیں۔ اور دنیا وآخرت میں انسان کی کامیابی کا انحصار اسی تزکیے پر بتاتے ہیں۔ حکمت اس کی یہ ہے کہ آدمی مسلمان ہو نہیں سکتا جب تک اس کے نفس کا کچھ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تزکیہ نہ ہو چکا ہو اور وہ مسلمان رہ نہیں سکتا اور اللہ کی معصیت اور نافرمانی سے بچ نہیں سکتا جب تک اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو بلکہ وہ اعمال صالحہ بجا نہیں لاسکتا اور ان میں درجہ کمال و احسان (Excellence) حاصل نہیں کرسکتا اور ایک بہترین مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو۔

یہ بھی واضح رہے کہ تزکیۂ نفس کے لیے قرآن وسنت کی تعلیمات کفایت کرتی ہیں تاہم معالجۂ نفس ایک اجتہادی معاملہ ہے یا یوں کہیے کہ اس کا تعلق انسانی عقل وتجربے سے ہے اور یہ نقیضِ قرآن وسنت نہیں بلکہ مقاصد شریعت کے حصول کا ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا جس طرح ہم علاجِ بدن کے لیے ایلو پیتھک، ہومیو پیتھک، آیورویدک، طب یونانی....وغیرہ کے بارے میں ان کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کی بحث نہیں اٹھاتے، اسی طرح مربی بحیثیت ماہر نفس کے اگر کسی شخص کے معالجۂ نفس کے لیے مباحات میں سے کوئی طریقہ تجویز کرے تو اس کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کی بحث نہیں اٹھانی چاہیے الّا یہ کہ اس میں کوئی چیز واضح طو پر خلاف شریعت ہو۔ اور یہ اصول سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیز واضح طور پر خلاف شریعت ہو وہ کسی مسلمان کے لیے ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

مسلم تعلیمی اداروں میں طلبہ کے تزکیہ وتربیت سے متعلق جو اہم مسائل تجزیہ وتحقیق اور Rethinking کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں:

I۔ مسلمانوں نے بڑوں (Grown ups) کے لیے دوسری صدی ہجری میں تزکیۂ نفس کے لیے 'تصوف' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو جلد ہی ساری دنیا میں مقبول ہوگیا اور جگہ جگہ رباط/ زاویے/ خانقاہیں وجود میں آگئیں اور لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے ان سے استفادہ کیا اور اپنی اصلاح کی۔ اس ادارے اور اس کے طریق کار پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اس کے چار مکاتب فکر (نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ) کے منہج اور طریق کار پر سیکڑوں تالیفات موجود ہیں اور ان پر تجزیاتی اور تحقیقی کام ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصوف اور اس کا کردار ایک معروف امر ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہمارے پاس ایک ہزار سال کی مسلم تاریخ میں تعلیمی اداروں میں تربیت کے نصاب، آداب اور مناہج کے بارے میں تفصیلی اور حتمی معلومات نہیں ہیں اور ہر مسلم علاقے کے ہر صدی کے تربیتی نصاب اور منہج پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

II۔ مسلم علاقوں پر مغربی فکر و تہذیب کے علمبردار یورپی ممالک کے قبضے اور وہاں مسلمانوں کے اجتماعی اداروں کے انہدام اور ان کی مغربی فکر و تہذیب کے مطابق تشکیل و تعمیر نو نے مسلم تعلیم کا بھی ستیاناس کر دیا۔ اور دوسری جنگ عظیم کے بعد ملنے والی (محدود) آزادی سے بھی ان تعلیمی اداروں کے نظام، نصاب اور تربیتی منہج میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی کیونکہ ملک کے سیاسی نظام پر استعمار نے ان قوتوں کو قابض ہونے اور قابض رہنے میں مدد دی جو اس کی فکر و تہذیب کے والا و شیدا تھے۔ چنانچہ ہمارے تعلیمی اداروں کی مین سٹریم یا عمومی تعلیم (جنرل ایجوکیشن) کا مرکزی دھارا مغربیایا (یا Westernized کیا) جا چکا ہے۔ اور وہاں تربیت مغربی تہذیبی و تعلیمی اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا جدید ترین مظہر یہ ہے کہ غیر موثر، برائے نام اور اشک شوئی کے لیے کی جانے والی تعلیم و تربیت کی اسلامائیزیشن نے ایک عجیب طرح کی منافقت، دوچہرگی اور دوغلا پن کو رواج دیا ہے جسے آدھا تیتر اور آدھا بٹیر ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال نے مسلم شخصیت کو اسلامی تعلیمات و اقدار پر یکسو کرنے کی بجائے فکری تشتت اور ذہنی انارکی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور علم نفسیات کی رو سے اس ماحول میں کوئی کردار سازی اور تعمیر شخصیت ممکن ہی نہیں ہوتی لہٰذا مسلم شخصیت بے مقصدیت اور بے کرداری کا شکار ہو چکی ہے۔

III۔ دور غلامی نے جس تعلیمی ثنویت کو جنم دیا تھا اس نے ثنویت پر مبنی تعلیمی اداروں میں تربیت کو بھی دو طرح کے ڈھانچوں (اسٹرکچر) میں ڈھال دیا ہے۔ جدید تعلیم کے ادارے مغرب اور مغربی فکر و تہذیب سے مرعوبیت، اس کی چاہت اور اس کی پیروی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکھاتے ہیں اور اسلامی اقدار سے دور کرتے ہیں۔ دینی مدارس کا نظام تربیت اپنی الگ خوبیاں اور خامیاں رکھتا ہے۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ مغربی فکر وتہذیب سے ناواقف اور دنیاوی علوم وعصری تقاضوں سے نابلد ہوتے ہیں۔ وہ مغرب زدہ تعلیم حاصل کیے ہوئے اور مغرب سے متاثر عامۃ الناس سے الگ سوچ رکھتے ہیں اور معاشرے کے مرکزی دھارے کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر سکتے۔ وہ معاشرے اور اس کے مسائل سے کٹے ہوئے اور اپنے تصور کے مطابق قائم کردہ ''نیکی کے جزیرے'' کے باسی ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کی متوازن شخصیت سے محروم ہوتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے تیار کی تھی اور جس میں دین ودنیا کی کوئی تفریق نہ تھی۔ اقدار اور اخلاق کی سطح پر یہ اسی طرح کی ثنویت ہے جس کا اظہار یورپی فلسفی نطشے نے ''آقاؤں کے اخلاق'' اور ''زیردستوں کے اخلاق'' میں تفریق کرتے ہوئے کیا تھا۔

IV۔ تزکیہ وتربیت کے معاملات کے مندرجہ بالا تجزیے سے تعلیمی اداروں میں تربیت پر سوچ بچار اور تحقیق کے حوالے سے کئی سوالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں مثلاً:

۱۔ تصوف میں تزکیہ کے تجربات کو کس حد تک طلبہ پر لاگو کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ مغرب زدہ تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اسلامی تربیت کیسے کی جائے؟

۳۔ اگر ثنویت کو ختم کر کے کوئی ماڈل تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے تو اس کا نظام تربیت کیسا ہوگا؟

۴۔ اگر تعلیمی ادارہ اقامتی ہو تو اس کا نظام تربیت کیا ہوگا؟ اور اگر اقامتی نہ ہو تو تعلیمی ادارہ جو تربیت کرے گا اس کے اثرات کو معاشرے کے برے اثرات سے بچانے کی کیا صورت ہوگی؟

۵۔ تعلیمی ادارہ والدین کو کس طرح اور کس حد تک طلبہ کی صحیح تربیت میں اپنے ساتھ شامل کر سکتا ہے؟

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۶۔ طالبات کا نظام تربیت کس حد تک طلبہ سے مختلف ہوگا؟

۷۔ سکول میں چھوٹے بچوں اور یونیورسٹیوں میں بالغ بچوں کی تربیت کے انداز واطوار میں کیسا اور کتنا فرق ہوگا؟

۸۔ دینی مدارس کے نظام تربیت میں کن تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟

۹۔ مندرجہ بالا صورتوں میں سے ہر ایک کا تربیت کا نصاب کیا ہوگا؟

۱۰۔ تربیت کی جانچ (Evaluation) کا کوئی نظام وضع ہونا چاہیے یا نہیں؟

۱۱۔ جس طرح تعلیمی اداروں کی Chains وجود میں آچکی ہیں کیا اسی طرح تربیت کے کام کی نیٹ ورکنگ بھی ہوسکتی ہے؟ اور اسے کسی مرکزی نظام سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟

۱۲۔ جن لوگوں نے طلبہ وطالبات کی تربیت کرنی ہے خود ان کی اپنی تربیت کا انتظام بھی ہونا چاہیے۔

۱۳۔ تعلیمی اداروں میں تربیت کو ریسرچ کا موضوع بنایا جائے۔ اس کے متعلقہ مباحث پر سوچ بچار کے لیے ورکشاپس، سیمینارز اور کانفرنسیں باقاعدگی سے منعقد کی جائیں۔ اس سلسلے میں مختلف تجربات کر کے ان کی فیڈ بیک لی جائے، فیلڈ ریسرچ کرائی جائے اور تربیتی موضوعات پر تھیسز لکھوائے جائیں۔ (البرہان اگست ۲۰۱۶ء)

نصابیات

نصابات کے جن پہلوؤں پر نظر ثانی (Rethinking) کی ضرورت ہے، ہم ان میں سے مندرجہ ذیل چند اہم پہلوؤں کی طرف انتہائی اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے:

- دینی علوم میں منہج تحقیق کا نصاب
- علوم اسلامیہ کی تدریس کا نصاب
- علوم آلیہ کا نصاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- علوم عقلیہ (عمرانی وسائنسی علوم) کا نصاب
- دینی مدارس کا نصاب

دینی علوم میں 'منہج تحقیق' (Research Methodology) کے مضمون کا نصاب

دینی علوم میں 'منہج تحقیق' کے مضمون کے نصاب کا معاملہ اس لیے اہم ہے کہ اس پر ریسرچ سکالرز کی تاہیل یعنی ریسرچ کر سکنے کی اہلیت وقابلیت کا انحصار ہوتا ہے کیونکہ اگر موضوع اچھا بھی ہو لیکن محقق وسکالر فن تحقیق میں مہارت نہ رکھتا ہو اور اس میں اتنی اہلیت ہی نہ ہو کہ وہ اچھی تحقیق کر سکے تو اچھا موضوع اس کو کیا فائدہ دے گا؟ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دینی علوم میں تحقیق کے موضوع پر گفتگو کی ابتداء ہی میں یہ دیکھ لیا جائے کہ ہمارے ہاں فن تحقیق سکھانے کے مضمون کا نصاب موزوں ہے یا نہیں؟

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس وقت ہماری یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ میں منہج تحقیق کے نام سے جو کورس پڑھایا جاتا ہے وہ ناقص ہے۔ اور مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ اس وقت یونیورسٹیوں میں جو پروفیسر صاحبان یہ کورس پڑھاتے ہیں انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا احساس ہی نہیں۔[1] ہماری طالب علمانہ رائے میں منہج تحقیق کے نصاب میں مندرجہ ذیل اجزاء شامل ہونے چاہئیں:

- تحقیق کے ضمن میں قرآن وسنت کی رہنمائی
- مسلمانوں کے ہاں اس فن کی ترقی اور اس پر عمل

یہاں تین پہلو سامنے لائے جائیں:

- دینی علوم خصوصاً فہم نصوص، فقہ میں اجتہاد واستنباط، حدیث میں جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کے حوالے سے محدثین کا کام اور عمرانی علوم کی ترقی میں مسلمانوں کے مجتہدانہ اضافے۔
- یونانی علوم کے بارے میں مسلم طرز عمل
- فزیکل سائنسز اور ٹیکنالوجی میں مسلمانوں کے کارہائے نمایاں

- مغرب میں فن تحقیق

یہاں بھی تین پہلو سامنے رکھے جائیں:

---

[1] جس کا ہمیں ایک تجربہ اس وقت ہوا جب ہم نے ۲۰۱۷ء میں یونیورسٹی آف لاہور جوائن کی تو ہم نے کسی موقع پر اس وقت کے صدر شعبہ علوم اسلامیہ (ڈاکٹر علی اکبر الازہری صاحب) سے یہی بات کی تو انہوں نے کہا کہ آپ اس پر ایک ریسرچ ورکشاپ کرائیں۔ جب اس پر کام ہونے لگا تو جو صاحب اس وقت منہج تحقیق پڑھاتے تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ ہم نے کہا کہ ایک موٹی سی بات ہے کہ آپ عمرانی واسلامی علوم میں Qualitative Research کراتے ہیں لیکن اساتذہ وطلبہ کو Quantitative Research سے واقف تو ہونا چاہیے کہ بوقت ضرورت اس سے استفادہ کر سکیں۔ پھر ہم نے اس موضوع پر ایک ریسرچ ورکشاپ کرائی بھی لیکن اس پر تسلسل کے ساتھ کوئی کام نہ ہو سکا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے منہج تحقیق کا مضمون پڑھانے والے صاحب کو انگلش نہیں آتی تھی اور مواد انگلش میں تھا۔ اور یہ کہ یونیورسٹی میں Quantitative Research پڑھانے والا کوئی استاد موجود ہی نہ تھا۔ ہم نے کہا کسی دوسری یونیورسٹی سے استاد لے آتے ہیں تو صدر شعبہ نے کہا ہم اسے معاوضہ کیسے دیں گے؟ یوں بات وہیں ٹھپ ہو گئی اور اس پر کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- نظریاتی پہلوؤں سے قطع نظر منطقی قواعد پر مبنی شماریاتی اصولوں (یعنی Inferential Statistics) کا اطلاقی مطالعہ۔
- عمرانی علوم میں تحقیقی طریق کار [Qualitative Research]
- فزیکل سائنسز میں ریاضیاتی طریق تحقیق [Quantitative Research]

❁ عصر حاضر میں اسلامی علوم میں ریسرچ

اس میں مندرجہ ذیل پہلو پیش نظر رکھے جائیں:

- مکینیکل ریسرچ سے بچنا یعنی ماضی میں اسلام پر کیے جا چکے کام کی لکیر پیٹنے [یعنی محض Reproduction] سے احتراز، گو نصوص قرآن وسنت سے تمسک، احکام شریعت کی تقلید اور دعوت واصلاح کے لیے تذکیر کی اہمیت اپنی جگہ ہے۔ نیز ابتدائی تحقیق (مثلاً ایم اے، ایم فل میں) میں اسلاف کے کام کی تفہیم اور اسے عصری اسلوب میں پیش کرنا بھی مفید ہے۔
- محدثات ونوازل اور عصری مسائل میں اجتہادی اپروچ اختیار کرنا
- مغربی علوم ومعارف کا تنقیدی مطالعہ
- انٹرنیٹ پر موجود اسلامی علوم کے مآخذ ومواد (یعنی Digital Sources) سے استفادہ
- زبانوں میں مہارت:

جسے اچھی اردو لکھنی نہ آتی ہو اور جسے عربی اور انگریزی پر اتنی دسترس نہ ہو کہ بلا تکلف ان کے مآخذ سے استفادہ کر سکے تو اسے تحقیق کے میدان کا رُخ نہیں کرنا چاہیے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اسے پی ایچ ڈی میں داخلہ ہی نہ دیا جائے جب تک وہ اپنی یہ کمی دور نہ کرے۔ اسی طرح اگر کسی موضوع کی ضرورت ہو تو مقامی یا دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا رجحان بھی ہونا چاہیے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علوم اسلامیہ کی تدریس کا نصاب

ہمارے ہاں علوم اسلامیہ کی تدریس سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی ہوتی ہے اور دینی مدارس میں بھی لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دونوں جگہ نصاب تدریس ناقص اور غیر موثر ہے اور نظر ثانی کا شدید محتاج ہے۔ اور اس کے باوجود کہ ہماری انفرادی اور قومی زندگی میں تدریس اسلامیات کی بہت اہمیت ہے اور عملاً اس کا شور وغوغا بھی بہت ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے تعلیمی ماہرین، مصلحین، علماء کرام اور اسلامی سکالرز نے اس کے نصاب پر نظر ثانی کے لیے کم ہی سوچا ہے اور جو نصاب ومناہج تدریس بوجوہ معاشرے میں مروج ہو گئے ہیں اکثر لوگ کولہو کے بیل کی طرح انہی کے دائرے میں گھوم رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک علوم اسلامیہ کی تدریس کے نصاب کا گہرا تعلق ہماری دینی ضروریات اور ہمارے مقاصد تعلیم سے ہے جس میں مندرجہ ذیل نکات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

۱۔ ہماری ضرورت یہ ہے کہ دین کا بنیادی علم یعنی عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات سے متعلق ضروری معلومات ہر مسلمان طالب علم کو مہیا کر دی جائیں۔

۲۔ اور یہ کام اس انداز سے کیا جائے کہ ہمارے ہر طالب علم کی تعمیر شخصیت اور تشکیل کردار انہی دینی اصولوں کے مطابق ہو اور کل کو وہ ایک اچھا اور باعمل مسلمان ثابت ہو۔

۳۔ دین کی تخصصی تعلیم (سپیشلائیزیشن) کی کئی سطحیں ہو سکتی ہیں:

- مساجد کے لیے ائمہ اور خطباء تیار کرنا
- دین کی بنیادی تعلیم کے اساتذہ کی فراہمی
- دین کی اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کی فراہمی
- محققین کی تیاری
- علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم میں تفسیر، حدیث، فقہ، تہذیب، اسلام اور مغرب، اسلام اور عصری مسائل، اسلام اور عمرانی علوم، اسلام اور سائنسی علوم وغیرہ کے ذیلی تخصصات کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماہرین کی تیاری۔

- خواتین کے لیے خصوصی نصاب، ان کی صنفی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

- دعاۃ کی تیاری: تبلیغی جماعت میں ہر عامی کو دعوت دینے کے لیے کھڑا کر دیا جاتا ہے اور جدید دینی تحریکیوں میں ہر کارکن کو درس قرآن دینے پر مامور کر دیا جاتا ہے جو مناسب نہیں ہے۔

ان سب تخصصات کا نصاب ایک دوسرے سے مختلف ہونا چاہیے۔ اساتذہ کے نصاب کا ایک اہم جزو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کی تربیت کر کے انہیں اچھا مسلمان کیسے بنائیں اور ائمہ مساجد کے نصاب میں یہ بات شامل ہونی چاہیے کہ مسجد مسلمانوں کے لیے وہ زندگی بخش کردار پھر ادا کرنے لگے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں اس کا تھا۔ اِس وقت حالت یہ ہے کہ سکولوں کا دینیات کا نصاب بہت سطحی ہے، علماء بھی بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ دینی مدارس میں عامۃ الناس اور سکولوں کالجوں کے طلبہ کی دینی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہیں جب کہ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا سارا نظام مغرب زدہ ہے اور طلبہ کو علمی اور فکری طور پر نامسلمان بناتا ہے لہٰذا طلبہ وطالبات قرآن وسنت کے بنیادی مآخذ سے استفادہ سے محروم رہتے ہیں۔ دینی مدارس میں جو نصاب ہے وہ فقہی وکلامی مسالک پر مبنی ہے اور مسلمانوں کی دنیاوی ضروریات سے اعتناء نہیں کرتا جس سے معاشرے میں دین ودنیا کی تفریق گہری ہو رہی ہے اور علماء وعوام میں خلیج بڑھ رہی ہے۔ اِس وقت مسلمانوں کی فکری اور عملی زندگی پر جو چیز سب سے زیادہ اسلامی حوالے سے منفی طور پر اثر انداز ہو رہی ہے وہ مغرب کی ملحدانہ فکر وتہذیب ہے لیکن اس کے تفہیمی وتنقیدی مطالعے کا اہتمام کالجوں یونیورسٹیوں میں ہے اور نہ دینی مدارس میں۔

ہمارے مندرجہ بالا ملاحظات کی روشنی میں ہر سطح کے علوم اسلامیہ کے نصاب پر نظر ثانی کی شدید ضرورت ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علوم آلیہ

یعنی وہ علوم جن سے علوم نقلیہ (قرآن وسنت) کے حصول میں مدد ملتی ہے جیسے عربی زبان کہ اس میں مہارت کے بغیر قرآن وسنت کے متون کو سمجھا نہیں جا سکتا۔

زبان سیکھنے سکھانے کا عمل ایسا ہونا چاہیے کہ اسے پڑھنے (یعنی پڑھ کر سمجھ لینے)، سننے (یعنی سن کر سمجھ لینے)، لکھنے (تحریر وانشاء) اور بولنے کی مہارتیں حاصل ہو جائیں۔ زبان سیکھنے سکھانے کا یہ عمل مبنی بر وحی نہیں ہوتا کیونکہ تشریع الٰہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ وہ باتیں وحی کے ذریعے سکھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو انسان اپنی عقل کے استعمال سے بآسانی سیکھ سکتا ہے۔ ان میں زبان سیکھنے کا عمل بھی شامل ہے۔

اسی وجہ سے کسی خاص طریقے سے زبان سیکھنے کو تقدس حاصل نہیں ہوتا اور نہ کسی غیر مسلم سے زبان سیکھنے میں کوئی ہرج ہوتا ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے بعض قیدیوں کا فدیہ یہ طے کیا کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہودیوں سے عبرانی سیکھیں جنہوں نے اس حکم پر عمل کیا اور چند ہفتوں میں عبرانی پر عبور حاصل کر لیا۔ چنانچہ آج بھی اس غرض سے غیر مسلموں سے استفادہ میں کوئی ہرج نہیں۔ مثلاً ہمارے دینی مدارس میں عربی زبان قواعد یاد کرنے کے طریقے (یعنی Grammar Method) سے سکھائی جاتی ہے۔ اہل مغرب نے پہلے اس کے لیے طریق مباشر (Direct Method) ایجاد کیا، پھر فطری طریقِ تعلم (Natural Method یعنی جس طرح بچہ عہد طفولت میں زبان سیکھتا ہے) کی طرف ان کا رجحان ہوا اور آج کل ان دونوں طریقوں کو ملا کر زبان سیکھنے سکھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اہل مغرب کے زبان سکھانے کے طریق سے استفادہ کرنے میں کوئی ہرج نہیں اور عربی زبان سکھانے کے لیے تیسری یا چوتھی صدی ہجری کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھانے میں کوئی تقدس نہیں.... اگرچہ قدیم مآخذ (Classical Sources) کی اہمیت ہمیشہ باقی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہتی ہے۔

تاہم یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہر زبان اس معاشرے کے عقائد و معتقدات کے ابلاغ کا ذریعہ بھی ہوتی ہے جس میں وہ مروج ہوتی ہے لہٰذا دوسری زبان سیکھنے میں اس پہلو سے احتیاط کی بھی ضرورت ہوتی ہے مثلاً برصغیر میں اردو کو بجا طور پر مسلمانوں کی زبان سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں اسلامی معتقدات سے متعلق ذخیرۂ الفاظ کی کثرت ہے اور عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کی بھرمار ہے جو مسلم زبانیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بولی جانے والی زبان ہندی الفاظ کی کثرت اور گورمکھی رسم الخط میں لکھی جانے کی وجہ سے، پاکستانی اردو سے کافی مختلف ہے جس میں ہندی کی بجائے عربی فارسی الفاظ کی کثرت ہے اور وہ عربی فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔

چنانچہ اگر ضرورت ہو تو مسلم طلبہ کے لیے انگریزی، ہندی، فرانسیسی، جرمن، چینی، روسی اور دوسری زبانیں سیکھنے میں کوئی ہرج نہیں۔ تاہم مندرجہ بالا پہلو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اس کے لیے یہ کیا جا سکتا ہے کہ متعلقہ زبان سکھاتے ہوئے ایسا ذخیرۂ الفاظ استعمال کیا جائے جو مسلمان بچے کے ورلڈ ویو اور نظریاتی فریم ورک سے موانست رکھتا ہو۔

علوم عقلیہ

اسلامی روایت میں علوم عقلیہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک عمرانی علوم اور دوسرے سائنسی علوم۔

عمرانی علوم

ان کا تعلق 'معاملات' سے ہوتا ہے اور ان کا نصف اول قرآن و سنت کی نصوص پر مبنی ہوتا ہے اور اسی لیے ناقابل تغیر ہوتا ہے اور باقی نصف اجتہادی اور تحقیقی ہوتا ہے جس کا انحصار متعلقہ نصوص کی روشنی میں نئے معاملات (حوادث و نوازل)، زمان و مکان کی تبدیلی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمدنی تغیرات اور عقلی علوم کی ترقی کی وجہ سے بدلے ہوئے حالات میں حکم شرعی کی دریافت سے ہوتا ہے۔ضروری ہے کہ یہ نصف ثانی تغیر پذیر رہے۔اور جس طرح جزواوّل کی نصوص کا غیر تغیر پذیر ہونا ضروری ہے اسی طرح اس نصف ثانی کا تغیر پذیر ہونا ضروری ہے اور اسے جامد رکھنا شریعت کی نظر میں غیر محمود ہے کیونکہ یہی وہ خصوصیت ہے جو دین اسلام کو ہمیشہ کے لیے قابل عمل رکھتی ہے۔اس لیے عمرانی علوم کا اس خصوصیت سے محروم ہوجانا شرعی علمی وتہذیبی نقطۂ نظر سے بہت مضر اور نقصان دہ ہے۔

یہی وہ چیز ہے جسے آج کل اسلامی تناظر میں علم کی تشکیل نو (Reconstrustion of Knowledge in Islamic Perspective) کہا جاتا ہے۔مغرب کے ترقی دادہ علوم (خصوصاً عمرانی علوم) کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا (Islamization of Knowledge) غالباً ایک غیر موزوں اصطلاح ہے کیونکہ انسانی علم یا عقلی علم کبھی بھی غیر اقداری (Value Neutral) نہیں ہوتا بلکہ وہ جس ورلڈ ویو اور جس فلسفۂ علم (Epistemology) کی پیداوار ہوتا ہے، اس کے اثرات لازماً لیے ہوئے ہوتا ہے۔ اسی لیے، ہماری رائے میں، مغربی علوم کو اسلامیا یا نہیں جاسکتا یعنی اسے اسلامی نہیں بنایا جاسکتا یا اسے اسلامی قالب میں نہیں ڈھالا جاسکتا۔

تاہم یہ ایک عمومی اصول ہے اور ہم اس پر اس لیے زور دیتے ہیں کہ ہمارا عہد مغربی تہذیب کے غلبے اور اسلامی تہذیب کے زوال کا عہد ہے۔مسلمان دوسو سال کی غلامی کے بعد سنبھل رہے ہیں اور ان میں مغرب کی فکری غلامی اور تقلید کے اثرات بہت گہرے ہیں لہٰذا ہم نہیں چاہتے کہ مسلمان سکالرز حیلے بہانے مغربی علوم کی جگالی کرتے رہیں بلکہ فکری استقلال اور دینی وتہذیبی حمیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اصولوں سے تمسک میں مضبوطی دکھائیں اور مغرب کی الحادی فکر وتہذیب کو رد کردیں۔

تاہم اس سب کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغربی علوم کے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجزاء سے جو کسی حد تک انسان کی فکری تاریخ کے سفر کا تسلسل ہوں، اپنے عموم میں انسانوں کے لیے مفید ہوں اور براہ راست نظریاتی رنگ میں رنگے ہوئے نہ ہوں انہیں اسلامی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ تاہم یہ کام ڈرتے ہوئے اور انتہائی حزم واحتیاط سے کرنے کا ہے تاکہ ہم اسے حیلے بہانے مغربی فکر وتہذیب کی نقالی کا چور دروازہ نہ بنالیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے قارئین کو یہ بتانا ضروری ہے کہ اس ضمن میں امریکہ کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ (IIIT) نے بہت عمدہ کام کیا ہے اور اس موضوع پر سوچنے یا لکھنے والا کوئی شخص اس کام سے مستغنی نہیں ہوسکتا تاہم وہ کام دو وجوہ سے انقلابی ثابت نہ ہوسکا۔ ایک تو اس لیے کہ انسٹی ٹیوٹ نے اپنے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ماڈل اسلامی تعلیمی ادارہ قائم نہیں کیا اور دوسرے اس لیے کہ انہوں نے طلبہ کے تزکیہ وتربیت کو کما حقہ اہمیت نہیں دی۔ یہ باتیں ہم نے کہیں اور تفصیل سے لکھی ہیں، یہاں ہم ان کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اس وضاحت کی روشنی میں عمرانی علوم (جیسے سیاسیات، معاشیات، نفسیات، فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، تعلیم، قانون، ابلاغ عامہ، سوشیالوجی، بزنس، انتظامیات وغیرہ) کے نصابات کا ڈھانچہ ہماری رائے میں مندرجہ اسلوب کا کا حال ہونا چاہیے:

عمرانی علوم کا مجوزہ نصاب

حصہ اوّل: اسلامی پہلو

- متعلقہ موضوع پر قرآن وسنت کی تعلیمات
- مسلم امہ کے ایک ہزار سالہ دور عروج میں مذکورہ موضوع پر پیش رفت اور تجربات
- عصر حاضر کے مسلم معاشرے کے حالات کے مطابق پیش آمدہ مسائل پر اسلامی تعلیمات کا انطباق، اجتہادی نقطۂ نظر سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حصہ دوم: مغرب کی فکر اور ادارے

- مغرب کا ورلڈ ویو، فلسفۂ علم اور علمی نظریات
- مغربی فکر کے مطابق تشکیل دیے گئے ادارے، ان کی فعالیت اور نتائج

حصہ سوم: اسلام اور مغرب کی سیاسی فکر اور اداروں کا تقابلی مطالعہ

- اسلامی فکر کی خوبیاں اور مسلم فکر و عمل کی خصوصیات (خوبیاں اور خامیاں)
- مغربی فکر کی خصوصیات اور کمزوریاں
- باہم استفادے کا امکان

حصہ چہارم: مسائل کا حل

ان خطوط پر سارے عمرانی علوم کا نصاب تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس میں جہاں اجتہادی اپروچ اور تخلیقی تحقیق کی ضرورت ہے وہ حصہ اوّل کا جز و سوم اور حصہ چہارم ہے کہ اسلامی نصوص کی روشنی اور ماضی کے تجربات کی روشنی میں عصر حاضر میں ہمارے مسائل کا حل کیا ہونا چاہیے۔ یہاں اگر سکالرز میں اختلاف فکر و نظر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ جس امر پر اصرار کرنے ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مغرب کی غالب تہذیب کی نقالی نہ کی جائے۔

سائنسی علوم

سائنسی علوم میں بھی کم چیزیں ریاضی کی طرح حتمی اور تجرباتی ہوتی ہیں اور اکثر چیزیں نظریاتی، غیر سائنسی یا نیم سائنسی ہوتی ہیں جیسے ڈارون کا نظریہ ارتقا، فرائڈ کا نظریۂ جنس ولاشعور اور بگ بینگ تھیوری وغیرہ۔ اس لیے ان میں بھی مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کی ضرورت نہیں۔

اصل میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ نہیں کہ مسلمان سائنسی ترقی کے لیے مغربی سائنس کی پیروی کریں بلکہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے پیراڈائم میں رہتے ہوئے سائنس وٹیکنالوجی کو اہمیت دینی چاہیے اور اس میں پیش رفت کرنی چاہیے۔ یہی چیز ان کی دنیاوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترقی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ ان لوگوں کی فکر غلط ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی کا راز مغربی سائنس وٹیکنالوجی کی پیروی میں پنہاں ہے۔ دراصل ترقی کا انحصار کسی دوسری تہذیب/قوم کی پیروی میں نہیں بلکہ اپنے نظریۂ حیات سے پختہ وابستگی میں ہوتا ہے نہ کہ محض سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی میں۔ پھر ہمیں تو مغربی تہذیب کی طرح صرف دنیاوی ترقی مطلوب ہی نہیں بلکہ دینوی اور اخروی ترقی دونوں بیک وقت مطلوب ہیں جو مغربی تہذیب میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

بہر حال جو چیزیں حتمی نوعیت کی یعنی ریاضیاتی اور تجرباتی قسم کی ہوں ان کی اسلامائزیشن کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے اسلوب کو دینی اسلوب اور رنگ میں پیش کیا جائے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ سمندر کا پانی جب سردی سے برف بنتا ہے تو پھیلتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پانی کی اوپر کی تہہ برف بنتی ہے اور نیچے آبی جاندار زندہ رہتے ہیں کیونکہ سارا پانی برف نہیں بنتا۔ اس مظہر کو یوں کہنے کی بجائے کہ ''پانی میں یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ برف بنتا ہے تو پھیلتا ہے'' یوں کہا جائے کہ ''اللہ تعالیٰ نے پانی میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ جب وہ برف بنتا ہے تو پھیلتا ہے۔''

لیکن جہاں تک دیگر سائنسی نظریات کا تعلق ہے جیسے زمین وآسمان کا وجود میں آنا، آسمان وستاروں کی حقیقت، نفس انسانی کی نوعیت.... وغیرہ تو یہ امور دو اور دو چار کی طرح کے نہیں بلکہ یہ اپنی نوعیت میں سوشل سائنسز کی طرز کے ہیں اور ان میں مسلمانوں کو اپنے ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کی روشنی میں تخلیقی تحقیق اور اجتہادی اپروچ کو سامنے رکھنا چاہیے اور اپنے نتائج فکر سامنے لانے چاہئیں اور ڈارون وفرائیڈ کے نظریات کو سائنسی سمجھ کر قبول نہیں کر لینا چاہیے۔

دینی مدارس کا نصاب

اس سے پہلے ہم جدید تعلیمی اداروں کے علوم دینیہ کے نصابِ تدریس وتحقیق کا ذکر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کر چکے ہیں کہ وہ نہ تو عام مسلمانوں کے اسلام کے فہم وعمل کے لیے زیادہ مفید اور موثر ہے اور نہ اس کی علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم اپنے طلبہ میں رسوخ فی العلم اور اجتہادی اہلیت پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا وہ نصاب تجزیہ وتحقیق اور نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اب ہم دینی مدارس کے نصابات تدریس وتحقیق پر کچھ گفتگو کریں گے کیونکہ دینی مدارس خود کو دینی تعلیم کے تخصصی ادارے قرار دیتے ہیں اور مسلم معاشرے میں ان کا دینی کردار بلاشبہ بہت اہم ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پاکستان کے مسلم معاشرے میں اس وقت جتنی دینی رونق ہے اس کا ایک بڑا سبب دینی مدارس ومساجد ہیں۔ اگرچہ اس کے برعکس بھی صحیح ہے کہ معاشرے کی دین اور اسلامی اصول واقدار سے دوری کا سبب بھی مدارس ومساجد کے کردار کا محدود اور غیر موثر ہوجانا ہے۔

دینی مدارس خود کو میڈیکل اور انجینئرنگ کی طرز کے تخصصی تعلیم (Speciaized Education) کے ادارے اس لیے قرار دیتے ہیں تاکہ وہ اس الزام سے بچ سکیں کہ وہ دنیاوی علوم کیوں نہیں پڑھاتے اور عمومی تعلیم کے دھارے سے کٹے ہوئے کیوں ہیں؟ لیکن درحقیقت اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا، نہ اعتراض رفع ہوتا ہے اور نہ مدارس کے خام رویے سے پیدا ہونے والی سنگینی کم ہوتی ہے کیونکہ:

- مدارس کے موجودہ نظام ونصاب نے تعلیم بلکہ زندگی میں ثنویت وڈوئی (یعنی Dichotomy) کو مستحکم کیا ہے۔

- پاکستان کے مسلم معاشرے میں بالواسطہ طور پر سیکولرزم کو فروغ دیا ہے بلکہ مسلم معاشرے اور ریاست کو خود سیکولر اور مغرب زدہ ذہن کے حامل لوگوں کے حوالے کر دیا ہے۔

- مسٹر اور ملا کی تقسیم کے گہرا ہونے سے ایک طرف معاشرتی ہم آہنگی اور یکجہتی کو نقصان پہنچا ہے تو دوسری طرف خود مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کا معاشرے میں کردار اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دائرہ عمل محدود ہوا ہے اور ان کے لیے مالی مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔

- علماء دینی مدارس چلا کر اور ان میں ''دینی'' مضامین پڑھا کر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی دینی ذمہ داری ادا کر دی ہے حالانکہ ایسا ہوتا نہیں کیونکہ وہ جدید/عصری/ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے کروڑوں مسلمان پاکستانی بچوں کی دینی تعلیم وتربیت سے غافل ہو گئے ہیں۔ نہ انہیں اپنے مدارس میں تعلیم دیتے ہیں (حالانکہ وہ بعد عصر ان کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کر سکتے ہیں جب مدارس کی عمارات فارغ پڑی ہوتی ہیں) اور نہ وہ جدید تعلیم کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے حکومت کو مجبور کر رہے ہیں اور نہ خود اس کے لیے کچھ کر رہے ہیں۔

ہماری گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ دینی مدارس کا نظام ونصاب ناقص ہے اور قابل نظر ثانی ہے خصوصاً انگریز کے استعماری دور میں اگر دینی مدارس کے پاس مجبوری کا کوئی عذر موجود بھی تھا (کہ وہ کافر استعماری حکومت کے لیے کارکن تیار نہ کرنا چاہتے تھے) تو قیام پاکستان کے بعد اب اس کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ پھر دینی مدارس کا موجودہ نظام ونصاب مسلمانوں کی ہزار سالہ تعلیمی روایت کا بھی نقیض ہے کیونکہ اس نظام تعلیم میں ثنویت موجود نہ تھی اور دینی ودنیاوی مضامین کے ایک دوسرے سے منفصل دھارے موجود نہ تھے۔ بلکہ ہم یہ کہنے پر بھی مجبور ہیں کہ دینی مدارس کا موجودہ نظام ونصاب اس طرح کی متوازن، ہمہ جہت اور دین ودنیا میں طاق مسلم شخصیت پیدا ہی نہیں کر رہا جو رسول اکرم ﷺ نے وحی کے زیر نگرانی پیدا کر کے دکھائی تھی۔ اسے بعض لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ دینی مدارس کا نظام تعلیم اسوۂ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ کے طرز عمل اور اسلاف کے طرزِ تعلیم کا نقیض ہے۔ حاصل یہ کہ دینی مدارس کا نصاب تعلیم اپنے عموم میں اور اصولی طور پر تجزیہ وتحقیق اور نظر ثانی کا شدید محتاج ہے۔

آج کے دینی مدارس میں مروج درس نظامی کے مضامین کا اگر ہم خالص دینی حوالے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے بھی جائزہ لیں تو کوئی خوش کن تصویر سامنے نہیں آتی مثلاً:

۱۔ قرآن حکیم کو اس نصاب میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اگرچہ اب قرآن حکیم کے متن کا ترجمہ اور صرفی ونحوی ترکیب شامل نصاب ہوگئی ہے تاہم مختلف اسالیب کی حامل قدیم وجدید تفاسیر اب بھی زیر مطالعہ نہیں آتیں۔ 'شیخ الحدیث' کے منصب کو جو اہمیت اور مقام اس نظام میں حاصل ہے وہ 'شیخ القرآن' کو حاصل نہیں اور نہ شیخ القرآن' ہر بڑے مدرسہ میں موجود ہوتا ہے۔

۲۔ دورہ حدیث اگرچہ اکثر دینی مدارس میں ہوتا ہے جس کے بعض فائدے بھی ہیں تاہم یہ علم حدیث کے تحقیقی مطالعے کا نعم البدل نہیں ہے۔ عصر حاضر میں حدیث وسنت کی حجیت اور اس پر ہونے والے مستشرقین اور مغربی فکر وتہذیب سے مرعوب مسلم دانشوروں کے شبہات اور اعتراضات کا رد بھی مزید تفصیلی مطالعے کا محتاج ہے۔

۳۔ فقہ واصول فقہ کے مضمون کو دینی مدارس کے نظام تعلیم میں مرکزی حیثیت حاصل ہے بایں معنی کہ سارے علوم کی تدریس فقہی مسلک کے تناظر میں ہوتی ہے یہاں تک کہ قرآن وحدیث کے متون کی تشریح بھی فقہی مسلک کے حوالے سے ہوتی ہے۔ اس کی کتب کو توجہ اور اہمیت دے کر پڑھایا جاتا ہے، اس کے باوجود دینی مدارس میں فقہ کی تدریس کی حالت، ہمارے تجزیے کے مطابق، دگرگوں ہے کیونکہ:

i۔ دینی مدارس کا نظام ونصاب خصوصاً فقہ واصول فقہ کا نصاب اور اسلوب تدریس طلبہ میں تجزیاتی وتنقیدی سوچ (Analytical and Critical Thinking)، فکری حریت اور اجتہادی ملکہ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان میں خوئے تقلید کو پروان چڑھاتا ہے۔

دینی مدارس والے عموماً اصول فقہ میں اصول شاشی اور نور الانوار اور فقہ میں ہدایہ اولین وآخرین اور قدوری پڑھاتے ہیں۔ اور ہماری طالب علمانہ رائے میں یہ نصاب ہرگز فقیہ ومجتہد بنانے کے لیے کافی نہیں۔ سطور بالا میں ہم نے عصر حاضر میں تحقیق واجتہاد کی جن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرورتوں کا ذکر کیا ہے ان کو سامنے رکھتے ہوئے ہم دینی مدارس کے نصاب خصوصاً فقہ واصول فقہ کے نصاب اور اسلوب تدریس پر نظر ثانی کے حوالے سے درج ذیل تجاویز پیش کریں گے:

ii۔ فقہ میں مذاہب وادیان کا تقابلی مطالعہ: یعنی صرف حنفی فقہ نہ پڑھائی جائے بلکہ فقہ مقارن پڑھائی جائے اور ہر معاملے میں دیگر مذاہب ومسالک یعنی شوافع، حنابلہ، مالکیہ، ظاہریہ اور اہل تشیع کے دلائل بھی ذکر کیے جائیں۔ اسی طرح جدید مغربی قانون واصول قانون کا مطالعہ بھی انگریزی زبان میں کرایا جائے اور خصوصاً اقوام متحدہ کے ان قوانین کا مطالعہ کرایا جائے جو مسلمانوں پر بھی لاگو ہوتے ہیں جیسے مثلاً بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر۔ اس کے ساتھ ہی پاکستان کے آئین وقوانین، خصوصاً اسلامی قوانین، کا بھی مطالعہ کرایا جائے۔

iii۔ طلبہ کو متون قرآن وحدیث سے اخذ واستنباطِ احکام کی باقاعدہ مشق کرائی جائے اور نو پیشِ آمدہ امور ومعاملات (نوازل ومحدثات) میں ان سے استنباطِ احکام واطلاق احکام کا کام کرایا جائے۔

iv۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد کیے جانے والے تخصص کا دائرہ فقہ وحدیث تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ اسے عمرانی وسائنسی علوم اور علوم آلیہ تک ممتد کیا جائے۔ اور مدارس کی تخصص کی ڈگری کو جدید یونیورسٹیوں کے ایم فل وپی ایچ ڈی کے برابر لانے کے لیے قواعد وضوابط وضع کیے جائیں اور انہیں نافذ کیا جائے اور حکومت سے یہ ڈگریاں منظور کرائی جائیں۔ یا عبوری مرحلے کے طور پر طلبہ کو جدید یونیورسٹیوں کے شعبہ علوم اسلامیہ اور دیگر عمرانی علوم کے مختلف شعبوں کے ایم فل وپی ایچ ڈی پروگراموں میں داخلہ دلوایا جائے لیکن انہیں دینی مدارس میں رکھ کر ان کی تربیت کی جائے اور ان سے کام کرایا جائے تاکہ ان میں تخلیقی تحقیق کی صلاحیت اسلامی تناظر میں پیدا ہو سکے۔ [ہم اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تجویز آج ۲۰۱۶ء میں دے رہے ہیں جب کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے یہ تجویز ۱۹۳۳ء میں دی تھی۔ اس پر اگر اُس وقت عمل شروع ہو جاتا تو اس کے عظیم نتائج آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے لیکن افسوس کہ ان کی تجویز پر کہیں عمل نہ ہوا یہاں تک کہ دیوبند میں بھی نہیں۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے ہمارا کتابچہ ''نصاب مدنی'']۔

v۔ اردو کے علاوہ کم از کم عربی اور انگریزی میں اتنی مہارت کہ ان زبانوں میں فقہی مآخذ سے براہ راست استفادہ بسہولت کیا جا سکے۔

vi۔ منہج تحقیق (Research Methodology) کے ایک موثر کورس کی نصاب میں شمولیت اور طلبہ سے تحقیقی مضامین لکھوانے کی باقاعدہ مشق جو مقامی اور عالمی تحقیقی جرائد میں شائع ہوں۔

نصابیات سے متعلق ہماری معروضات تمام ہوئیں، اب ہم آگے چلتے ہیں۔ تاہم یہ ذہن میں رہے کہ یہاں مقصود نہ نصابات پر تنقید کرنا تھا اور نہ ان کی اصلاح ہی اس وقت ہمارا ہدف تھا بلکہ ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ علماء، محققین، اساتذہ اور دراسات علیا کے طلبہ ان نکات پر غور فرمائیں اور انہیں اپنے تجزیے، مطالعے اور تحقیق کا موضوع بنائیں، خواہ انہیں ہمارے نقطۂ نظر سے مکمل اتفاق نہ بھی ہو۔ (البرہان اکتوبر ۲۰۱۶ء)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

مسلم عروج وزوال پہ تحقیق کی ضرورت

مسلم زوال مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ بلکہ سانحہ ہے۔ اگر ہم زندہ اور بیدار قوم ہوتے تو سب سے زیادہ ریسرچ اس موضوع پر ہوتی کہ ہم زوال پذیر کیوں ہوئے؟ لیکن اگر ہم زندہ اور بیدار قوم ہوتے تو زوال پذیر ہی کیوں ہوتے؟ ہم زوال پذیر ہوئے ہی اس لیے ہیں کہ ہم زندہ اور بیدار قوم نہیں ہیں۔ لہٰذا اس موضوع پر ریسرچ کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔

دنیا میں اس وقت ۵۷ آزاد (؟) مسلمان ملک ہیں۔ مسلم آبادی اس وقت دو ارب کے قریب ہے۔ ان مسلم ممالک میں سیکڑوں یونیورسٹیاں ہیں جن میں مغرب کے پیدا کردہ علوم کی جگالی کی جاتی ہے لیکن ان میں سے کسی میں ''امہ سٹڈی سنٹر'' نہیں ہے جو زوال امت کے اسباب پر ریسرچ کرے۔

امت زوال پذیر کیوں ہوئی؟ اس کے اسباب کیا تھے؟ یہ بنیادی سوال ہے لیکن اس سوال کے سابقے اور لاحقے کے طور پر اس سے دو سوال اور جڑے ہوئے ہیں کیونکہ زوال کے اسباب کو صحیح تناظر میں اس وقت تک نہیں سمجھا جا سکتا جب تک یہ نہ سمجھا جائے کہ امت کے عروج کے اصول کیا تھے؟ اسی طرح امت کے زوال کے اسباب پر غور کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ہم پر واضح ہو جائے کہ امہ کی نشأۃ ثانیہ کا منہاج کیا ہوگا اور امت اپنی کھوئی ہوئی عظمت کیسے بحال کر سکے گی۔ گویا مسلم عروج وزوال پر غور کے حوالے سے تین بڑے موضوعات کا ایک دائرہ بنتا ہے یعنی

۱۔ مسلمان کے عروج کا سبب کیا تھا؟ یعنی کن اصولوں پر عمل کر کے انہوں نے قوت وعظمت اور غلبہ حاصل کیا؟

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۲۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب کیا تھے؟ یعنی مسلم امت زوال پذیر کیوں ہوئی؟

۳۔ مسلمان دوبارہ عروج کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ یعنی مسلم نشأۃ ثانیہ کی حکمت عملی اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟

موضوعات کے ان تین دائروں میں سے ہر ایک پر پی ایچ ڈی کے بیسیوں تحقیقی مقالے لکھے جا سکتے ہیں مثلاً:

مسلم عروج کے اسباب واصول

مثلاً مسلم عروج میں قرآن حکیم کا کردار، مسلم عروج میں اسوۂ حسنہ کا کردار، مسلم عروج خلفاء راشدین کا ماڈل، مسلم عروج میں دینی تعلیم کا کردار، مسلم عروج میں سیاسی نظام کا کردار، مسلم عروج میں نظام عدل کا کردار، مسلم عروج میں سائنس وٹیکنالوجی کا کردار، مسلم عروج میں فلسفہ ونفسیات کا کردار، مسلم عروج میں اجتہاد کا کردار، مسلم عروج میں جہاد کا کردار، مسلم عروج میں اعلیٰ اخلاق کا کردار، مسلم عروج میں فلاحی معیشت کا کردار .... وغیرہ۔

مسلم زوال کے اسباب

مسلم زوال کے اسباب پر تحقیق ہونی چاہیے۔ بعض اسباب بنیادی اور اہم ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کسی ایک سبب کو مسلم زوال کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا، اس لیے مسلم زوال کے جتنے ممکنہ اسباب ہو سکتے ہیں ہر ایک پر الگ الگ تفصیلی ریسرچ ہونی چاہیے کہ اس کی وجہ سے مسلم زندگی پر کیا منفی اثرات پڑے مثلاً:

- مسلم زوال میں ایمان کی کمزوری کے اثرات اور اس کے اسباب
- مسلم زوال میں مسلمانوں کی بدعملی اور بدکرداری کے اثرات اور ان کے اسباب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- مسلم زوال میں نظام تعلیم میں بگاڑ کا کردار
- مسلم زوال میں نظام تزکیہ وتصوف میں بگاڑ کا کردار
- مسلم زوال میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کے برے اثرات
- مسلم زوال میں سائنس وٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانے کے اثرات
- مسلم زوال میں علم اور تحقیق میں پسماندگی کا کردار
- مسلم زوال میں غیر مستحکم سیاسی نظام کا کردار
- مسلم زوال میں دفاع اور اسلحہ سازی میں کمزوری کے اثرات
- مسلم زوال میں معاشرتی نظام کے بگاڑ کے اثرات
- مسلم زوال میں مغربی فکر وتہذیب کے علمبردار ممالک کا کردار

زوال سے نکلنے اور مسلم نشأۃ ثانیہ کے لیے لائحہ عمل

ہم موجودہ زوال سے کیسے نکلیں اور اپنی عظمت گم گشتہ کو کیسے حاصل کریں؟ اس کے لیے کیا حکمت عملی یا لائحہ عمل موزوں ہے؟ موجودہ مسلمانوں یا عالم اسلام کے لیے یہ غالباً سب سے بڑا سوال ہے جس پر ایک نہیں کئی ڈاکٹریٹ تھیسز لکھے جانے چاہئیں؟ پچھلی تقریباً ایک صدی میں مسلمانوں اور مسلم جماعتوں اور تحریکوں نے اس ضمن میں جو کوششیں کی ہیں ان کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ بھی ضروری ہے تاکہ ان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لیا جاسکے اور اس جائزے کی روشنی میں ان پر نئے سرے سے سوچا جائے اور ان پر نظر ثانی کی جائے۔ یہ نظر ثانی اور Rethinking اور Revisiting بھی کئی جامعاتی تحقیقی مقالوں کا موضوع ہوسکتی ہے کہ ایک ایک تحریک، جماعت اور اس کے لائحہ عمل کا الگ الگ تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ مثلاً:

- امام حسن البنا اور مولانا مودودی کا اختیار کردہ سیاسی بیانیہ، روڈ میپ اور اس کے اثرات ونتائج

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- تبلیغی جماعت اور اس سے ملتی جلتی دعوتی تحریکوں کا کام یعنی غیر سیاسی اور جزوری تصور دین پر مبنی کام۔
- جہادی جماعتوں کی جدوجہد اور اس کے اثرات
- تصوف کی جماعتوں/حلقوں کا کام اور اس کے اثرات
- عالم اسلام میں ہونے والے علمی، فکری اور تحقیقی کاموں کا جائزہ
- زوال سے نکلنے اور مسلم عروج وترقی کے لیے مسلم حکومتوں کا طرز عمل
- مسلم اتحاد کے اداروں OIC، رابطہ عالم اسلامی، موتمر عالم اسلامی کی جدوجہد کا جائزہ

اس قسم کے جائزوں میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ان جماعتوں، تحریکوں، اداروں نے اپنے اپنے لائحہ عمل میں

- اسباب زوال سے سبق سیکھا ہے یا نہیں؟
- وہ مغربی فکر وتہذیب کی مرعوبیت سے باہر نکلے ہیں یا نہیں؟
- کہیں وہ مغربی فکر وتہذیب کے ردّعمل کا شکار تو نہیں ہو گئے؟

ان میں سے ہر پہلو پر الگ الگ تحقیقی مقالے لکھے جانے چاہئیں۔

اس مختصر جائزے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم عروج وزوال کے حوالے سے کتنے بڑے تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

مغربی فکر و تہذیب

اسلامی علوم اور اسلامی تناظر میں عمرانی علوم میں تحقیق کا ایک اور بڑا دائرہ مطالعۂ مغربی فکر و تہذیب کا ہے۔

ضرورت و اہمیت

مغربی فکر و تہذیب کا تحقیقی مطالعہ اس لیے ضروری اور اہم ہے کہ:

۱۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے زوال کے اصولی اسباب داخلی تھے لیکن یہ بھی غلط نہیں کہ مسلم زوال کے خارجی اسباب میں مغربی فکر و تہذیب اور اس کے علمبردار اہل مغرب کا رویہ سرفہرست ہے۔ انہوں نے مسلم امہ کی کمزور دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا اور گھر پر قابض ہو گئے یعنی مسلم ممالک پر قبضہ کر لیا اور انہیں غلام بنا لیا۔

۲۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اہل مغرب مسلم زوال کو طول دینے کی کوشش کرتے رہے اور اس وقت بھی وہ مسلمانوں کے زوال سے نکلنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

۳۔ مغربی فکر و تہذیب اس وقت دنیا پر غالب ہے اور مسلمان ممالک اگرچہ آزاد ہوئے ہیں لیکن یہ آزادی خاصی محدود ہے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد خصوصاً اس کے ادیب، صحافی، دانشور، اساتذہ اور پڑھے لکھے افراد آج بھی مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہیں بلکہ مغرب کے ذہنی غلام ہیں اور حکمران طبقے (سیاستدان، فوج، عدلیہ، انتظامیہ (بیوروکریسی) تو عملاً آج تک مغرب کی غلامی سے نکل ہی نہیں سکے۔

۴۔ اہل مغرب مسلمانوں کو زوال سے نکلنے نہ دینے کی اپنی پرامن کوششوں کو ناکام ہوتا دیکھ کر ان پر جنگ مسلط کر کے ان کو تباہ و برباد کرنے پر تل گئے ہیں۔

۵۔ مخالف قوم کو سمجھنے اور اس سے نمٹنے کے لیے اس کا تحقیقی مطالعہ اتنا اہم اور ضروری ہوتا ہے کہ اہل مغرب نے مسلم دنیا اور اس کے علوم و معارف اور ترجیحات و تزویرات کو سمجھنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوران کا توڑ کرنے کے لیے اوری اینٹلزم (Orientalism) یعنی 'مطالعۂ شرق' کے نام سے باقاعدہ ایک شعبۂ علم (Academic Discipline) ایجاد کیا اور ہزاروں مغربی سکالرز نے اس کے لیے زندگیاں وقف کیں اور عمر بھر اس پر کام کرتے رہے اور آج بھی کر رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم عرصے سے مسلم حکمرانوں، دانشوروں اور اکیڈیمیا سے یہ مطالبہ کرتے آرہے ہیں کہ وہ مسلم جامعات میں 'مطالعۂ غرب' (Occidentalism) کے تحقیقی مراکز قائم کریں لیکن ابھی تک ہماری نحیف آواز 'صدا لصحرا' ہی ثابت ہوئی ہے۔

تحقیق کا سکوپ

مغربی فکر وتہذیب پر تحقیق اور مطالعۂ غرب کے چار بڑے دائرے ہیں؛ جیسا کہ امام غزالیؒ نے یونانی فکر وفلسفہ کے مطالعہ کے وقت کیا تھا کہ پہلے اس کو سمجھا اور 'مقاصد الفلاسفہ' لکھی اور پھر اس کا علمی وفکری سطح پر رد کیا اور اپنی اس علمی کاوش کا نام 'تہافۃ الفلاسفہ' رکھا۔ ہمیں آج ایک تیسرے پہلو پر بھی ریسرچ کی ضرورت ہے (اور امام غزالیؒ کو اس کی ضرورت اس لیے نہ محسوس ہوئی کہ اس وقت یونانی فکر وتہذیب دنیا پر غالب نہ تھی اور نہ اس کی پشت پر طاقتور سلطنتیں موجود تھیں جو اس کے پھیلاؤ اور غلبے کے لیے کوشاں ہوتیں) اور وہ ہے مغربی فکر وتہذیب کے علم بردار ممالک کی اپنی فکر وتہذیب کو دوسروں پر مسلط کرنے کی خواہش (جسے Universalization of Western Thought and Civilization) کی کوشش کہنا چاہیے۔ جس کی شکلیں نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) گلوبلائزیشن (Globalization)، اقوام متحدہ اور اس کے ادارے یونیسف، یونیسکو اور ڈبلیو ٹی او (WTO) وغیرہ ہیں۔ بلکہ اس کے مقابل ومخالف افکار اور تہذیبوں کو دبانے اور کچلنے کی کوشش، جس کا مظہر ماضی میں کمیونزم اور سوشلزم کی مخالفت اور اس کے علمبردار ممالک کو شکست دینا اور توڑنا تھا اور آج اس کا مظہر اسلام کی مخالفت اور مسلم ممالک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوتوڑنا اور تباہ کرنا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ مطالعۂ غرب اور مغربی فکروتہذیب پر تحقیق کے کئی بڑے دائرے ہوسکتے ہیں مثلاً:

۱۔ مغربی فکروتہذیب کی تفہیم

۲۔ مغربی فکروتہذیب کا تنقیدی مطالعہ اور اس کا علمی وفکری سطح پر رد

۳۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغربی فکروتہذیب کے علمبردار ممالک کی منصوبہ بندی، جدوجہد اور تزویراتی حکمتِ عملی (Strategy) کو سمجھنا اور اس کا توڑ کرنا۔ اس میں دفاعی حکمت عملی (Defensive Approach) کے ساتھ ساتھ ہجومی حکمت عملی (Offensive Approach) بھی زیر بحث آنی چاہیے کیونکہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ Offence ہی بہترین ڈیفنس ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم اسلام کو پرزور طریقے سے ایسی اعلیٰ علمی وفکری سطح پر پیش کریں کہ اس کا لوہا اغیار سے بھی منوالیں بجائے اس کے کہ اغیار اسلام پر اعتراضات اور شبہات کی بوچھاڑ کردیں اور ہم دفاعی انداز میں وضاحتیں کرتے پھریں۔

۴۔ مغربی فکروتہذیب کے مسلم معاشرے پر اثرات اور مسلمانوں کا اس پر ردعمل۔

اب ہم ان چاروں پہلوؤں کی کچھ تفصیلات کا ذکر کریں گے:

۱۔ تفہیم مغرب

مغربی فکروتہذیب کے تفہیمی مطالعے کے لیے ہمیں وہاں کی فکری تحریکوں، اہم نظریات اور اہم فلاسفہ واہل دانش کا مطالعہ کرنا ہوگا، جس کی کچھ تفصیل یہ ہے:

مغربی فکر کا تشکیلی دور

مغرب کے تشکیلی دور کو سمجھنے کے لیے ہمیں یونانی فکروتہذیب، رومن تہذیب اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی فکر وتہذیب کے مغربی فکر کی تشکیل میں کردار کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

مغرب کی فکری تحریکیں

جیسے تحریک نشاۃ ثانیہ (Renaissance)، تحریکِ اصلاحِ مذہب (Reformation)، تحریک رومانویت(Romanticism)، تحریکِ تنویر (Enlightenment)، جدیدیت (Modernity) اور پسِ جدیدیت (P o s t Modernity) وغیرہ۔

مغرب کے اہم نظریات

ہیومنزم (Humanism)، سیکولرزم (Secularism) ، لبرل ازم (Liberalism)، انفرادیت پسندی (Individualism)، مادہ پرستی (Materialism)، نظام سرمایہ داری (Capitalism) ، عملیت پسندی (Pragmatism)، افادیت پسندی (Utilitarianism)، سائنسی طرز فکر (Scienticism)، تشکیک (Scepticism)، ڈارونزم (Darwinism)، فرائیڈزم(Fruedism)،تصغیریت(Reductlonism)وغیرہ۔

اہم فلسفیانہ نظریات

موجودیت(Existentialism)،مظہریت(Phenominology)

ساختیت(Constructionism)،منطقی ثبوتیت(Logical Positivism)

عقلیت(Rationalism)،تجربیت(Empiricism)

تشکیک(Scepticism)وغیرہ۔

اہم فلسفی اور دانشور

تشکیلی دور(سترھویں واٹھارویں صدی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیکن، ڈیکارٹ، ہوبز، سپنوزا، جان لاک، لائبنز، نیوٹن، برکلے، ہیوم، روسو، کانٹ، کومتے، شوپن ہاور وغیرہ۔

سائنسی منہاج کا دور (انیسویں صدی اور بیسویں صدی کا نصف اوّل)

ڈارون، مارکس، فخنر، جیمز واٹ، ایڈلر، میکڈوگل، فرائڈ، کوفکا، برگسان، وائٹ ہیڈ، واٹس، ژونگ وغیرہ۔

دورِ ردِّ عمل (بیسویں صدی کا نصف آخر)

ہیگل، نطشے، ہسرل، ماسلو، ہائیڈیگر، سارتر، روجرز وغیرہ۔

پسِ جدیدیت: میکائیل فوکالٹ، دریدا، رچرڈ رورٹی، کرکیگارڈ وغیرہ۔

۲۔ مغرب کا تنقیدی مطالعہ

پہلے مرحلے میں مغربی فکر و فلسفے کا تفہیمی مطالعہ کرنے کے بعد دوسرے مرحلے میں اس کا تنقیدی مطالعہ کرنا چاہیے۔ مغربی فکر کے تنقیدی مطالعے کے اہم لوازم یہ ہیں:

i۔ مغربی فکر کی مختلف جہتوں، ابعاد اور اقسام کا تحلیلی تجزیہ

ii۔ ان افکار و نظریات کے اہداف و مقاصد کا تعین

iii۔ ان افکار کے داخلی تضادات اور محدودیت (Limitations)

iv۔ ان افکار کو اسلام اور اسلامی فکر پر پیش کرنا، دونوں کا تقابلی مطالعہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ کیا مغربی فکر، اسلامی فکر کی نقیض تو نہیں؟

v۔ اگر یہ اسلامی فکر کی نقیض ہو تو اسے علمی و فکری سطح پر رد کرنا اور اسے مسلمانوں کے لیے ضرر رساں ثابت کرنا۔

vi۔ اگر مغربی تہذیب کی کوئی پروڈکٹ غیر اقداری (Value-Neutral) ہو اور محض انسانی تجربات کی پیداوار ہو تو اسے اپنی ضرورت کے مطابق تبدیل کر کے اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال کر اور اسلامی مقاصد کے لیے مفید بنا کر استعمال میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لانا۔

مندرجہ بالا نکات کے اہم پہلوؤں کی وضاحت ناگزیر ہے:

i۔ تحلیلی تجزیہ

تفہیمی مطالعہ اپنے اندر ایک پھیلاؤ رکھتا ہے اور متنوع اور بکھرے ہوئے افکار کے مطالعہ سے بسا اوقات کچھ حاصل ہوتا نظر نہیں آتا بلکہ بسا اوقات انسان ذہنی پراگندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اپنی فکر و تہذیب کا مطالعہ گہرا اور اس کے اثرات پختہ نہ ہوں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس دوسری تہذیب سے متاثر اور مرعوب ہو جائے۔ اس لیے ذہین قاری کا فرض ہے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کا ساتھ ساتھ تحلیل و تجزیہ بھی کرتا جائے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے، کیوں پڑھ رہا ہے اور اس کا حاصل مطالعہ کیا ہے؟

ii۔ مقاصد و اہداف

بعض اوقات آدمی نصوص کے مطالعے کی وسعت میں کھو جاتا ہے۔ وہ نصوص کو سمجھ بھی لیتا ہے مثلاً مغربی فکر و تہذیب کے تفصیلی تفہیمی مطالعے میں ایک شخص نے مغرب کی فکری تحریکوں کو پڑھا، اہم نظریات (Isms) کو دیکھا اور اہم فلسفیوں اور مفکروں کی آراء کا مطالعہ کیا۔ لیکن اس سب کا حاصل کیا رہا؟ اس مطالعے کے مختلف مراحل میں اس بات کا واضح اور دوٹوک جواب قاری کے سامنے آنا چاہیے کہ ان افکار کا ہدف اور مقصد کیا ہے؟ یہ کس طرح کا آدمی تیار کرتے ہیں اور یہ کس طرح کی تہذیب کو جنم دیتے ہیں؟

iii۔ تضادات اور محدودات (LimitationsContradictions)

تفہیمی مطالعے کے بعد اس کا تحلیلی تجزیہ کرتے ہوئے یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ آپ یہ افکار ایک مکمل اور مربوط نظامِ فکر اور نظامِ حیات دیتے ہیں یا ان میں باہم تضاد ہے کیونکہ فکری فطریبک سُو معاشرے کے قیام اور تہذیب کے نمو میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح یہ افکار اگر آفاقی ، ہمہ گیر اور ہمہ جہت نوعیت کے نہ ہوں بلکہ اپنی محدودیت (Limitations) کے قیدی ہوں تو یہ ایک آفاقی اور قابل عمل تہذیب کو جنم نہیں دے سکتے۔

iv۔ اسلام اور مغرب کا تقابلی مطالعہ

اسلام اور مغربی فکر و تہذیب کے معروضی تقابلی مطالعے کے چار اصول ہو سکتے ہیں:

۱۔ علمی مطالعہ ۲۔ ماضی کے تجربات

۳۔ حال کا مشاہدہ ۴۔ قرآن وسنت کی رہنمائی

۱۔ علمی مطالعے کا طریقہ: یہ ہے کہ پہلے مغربی تہذیب کے ان بنیادی نظریات کا مطالعہ کیا جائے جو ان کے ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کا منبع ہیں جیسے ہیومنزم، سیکولرزم، لبرل ازم، میٹریل ازم، کیپٹل ازم وغیرہ۔ ان بنیادی نظریات کے مطالعے کے بعد دیکھا جائے کہ ان سے کیا ورلڈ ویو (تصور انسان، تصورِ الٰہ اور تصورِ کائنات) وجود میں آتا ہے اور کون سا فلسفۂ علم ان سے ابھرتا ہے؟ پھر انہی تین مدارج کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی فکر کا مطالعہ کیا جائے کہ اس کے بنیادی نظریات کیا ہیں (توحید، رسالت، آخرت) اور ان سے کیا ورلڈ ویو سامنے آتا ہے اور ان سے کون سا فلسفۂ علم ابھرتا ہے؟ پھر ان تینوں سطحوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل رکھ کر دیکھا جائے کہ ان میں مشترکہ نکات کیا ہیں یا وہ کس حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں؟ اگر مشترکہ نکات (Similarities) زیادہ ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ ان میں باہم اخذ و استفادہ آسان اور ممکن ہے اور اگر ان میں اختلافات اور تضادات (Contradictions Differences) زیادہ ہوں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان میں باہم اخذ واستفادہ موزوں اور ممکن نہیں۔

۲۔ ماضی کے تجربات: عیسائیوں اور مسلمانوں میں حالات پُرامن اور دوستانہ رہے ہیں یا دونوں میں جنگیں ہوتی رہی ہیں (مسلم رومی کشمکش، صلیبی جنگیں اور پہلی جنگ عظیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اہل مغرب کا مسلم علاقوں پر قبضہ اور انہیں غلام بنالینا)۔

۳۔ حال کا مشاہدہ: کیا اس وقت اہلِ مغرب اور اہلِ اسلام میں دوستانہ تعلقات ہیں یا مغرب نے اپنی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کا جینا محال کر رکھا ہے جیسے مسلم ممالک میں پرُامن مداخلت (جیسے قرضوں میں جکڑ کر معیشت تباہ کرنا، ثقافتی تعاون کے نام پر مسلم ذرائع ابلاغ کو کنٹرول کرنا، جمہوریت کے نام پر سیاسی عدم استحکام پیدا کرنا، اچھی صحت کے نام پر برتھ کنٹرول کے ذریعے مسلم آبادی کم کرنا....) اور اگر اس کے باوجود کچھ مسلم ممالک ترقی کر کے ابھرنے کی کوشش کریں تو ان پر جنگ مسلط کرنا (جیسے عراق، افغانستان، لیبیا، شام، یمن اور خود پاکستان میں)۔

۴۔ قرآن وسنت سے رہنمائی: اگر کسی معاملے میں قرآن وسنت کی رہنمائی موجود ہو تو ظاہر ہے مسلمان اپنے عقیدے اور ایمان کی رو سے اسے برضا ورغبت ماننے کے پابند ہیں جیسا کہ قرآن وسنت میں کہا گیا ہے کہ کفار اور اہلِ کتاب کو دوست نہ بناؤ، وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں اور تمہیں دین سے پھیرنا چاہتے ہیں....وغیرہ۔

v۔ نقیض ہونے کی صورت میں رد

کوئی بھی فکر اور تہذیب جو زندہ ہو اور زندہ رہنا چاہتی ہو تو اس کا ٹکراؤ جب کسی ایسی فکر و تہذیب سے ہو جو اس کی نقیض اور اس سے متضاد ہو تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ اسے رد کر دے۔ اور اگر ہم مغربی فکر وتہذیب کے تفہیمی، تحلیلی اور تنقیدی جائزے کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں کہ مغربی فکر وتہذیب، اسلامی فکر وتہذیب کی نقیض ہے، اس سے متضاد ہے بلکہ اس کی مخالف اور دشمن ہے تو ہمارا اصولی اور منطقی موقف یہی ہونا چاہیے کہ ہم مغربی فکر وتہذیب کو رد کر دیں۔ اسے علمی وفکری سطح پر بھی رد کر دیں اور بطور تہذیب (اور دین) اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے عملاً بھی اسے خارج کر دیں کیونکہ ایسا نہ کرنا ہمارے لیے باعث ضرر ہوگا۔ یہ بات علماء اور حکماء ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں کہ انسانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رویوں، عادات اور اعمال کا انحصار اس کی فکر پر ہوتا ہے جب تک فکر میں یکسوئی اور پختگی نہ ہوگی وہ محرک عمل نہ بن سکے گی۔ اور فکر میں یکسوئی پیدا ہو نہیں سکتی جب تک ایک ہی طرح کے خیالات مسلسل دل و دماغ تک نہ پہنچیں۔ اگر ہم باہم متضاد خیالات (جیسا کہ اسلام اور مغربی فکر کے ہیں) اپنے دل و دماغ میں فیڈ (Feed) کرتے رہیں گے تو ایک مستحکم اور باکردار شخصیت جنم لے ہی نہیں سکے گی۔ لہٰذا متضاد خیالات کا دل و دماغ تک پہنچنا شخصیت کی تعمیر کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس امر کا ضرر رساں ہونا ظاہر و باہر ہے۔ لہٰذا مغربی فکر و تہذیب کے اسلام مخالف نظریات اور افکار کی مسلم دل و دماغ پر یورش مسلم شخصیت کے لیے انتہائی ضرر کا باعث ہے۔

اور یہ بات جو ہم عقلی اور نفسیاتی سطح پر کر رہے ہیں شریعت اسلامی نے اسے احکام و تعلیمات کی شکل دی ہے چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ" [آل عمران ۳:۸۵] اور یہ بھی کہ "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝" [الکافرون ۱۰۹:۶] یعنی ہمارے پاس ہمارا اپنا دین ہے لہٰذا تم اپنا دین اپنے پاس رکھو، ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ ہمیں طاغوت (اللہ کے مقابلے میں اپنی خدائی کا ڈنکا بجانے والوں) کو ٹھکرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو کلمہ پڑھ کر ہم ایمان لاتے ہیں یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس میں ہم جھوٹے خداؤں کی نفی پہلے کرتے ہیں اور ایک اللہ کی عبادت و اطاعت کا اثبات و اعلان بعد میں، کیونکہ جھوٹے خداؤں کی نفی کیے بغیر ایک اللہ کی الوہیت کا اقرار و اثبات بے معنی ہے۔

تاہم مغربی فکر و تہذیب اس وقت دنیا میں چونکہ غالب ہے اور اس کے علمبردار ممالک (امریکہ و یورپ) سیاسی، معاشی، ابلاغی، اسلحی، قانونی، تعلیمی، سائنسی.... غرض ہر لحاظ سے دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور وہ اپنے نظریات کو دنیا بھر میں غالب کرنے کے لیے کوشاں ہیں، اس لیے جو علماء اور سکالرز اسلامی فکر و تہذیب کی حمایت میں اٹھیں گے، منطقی طور پر ان کا انداز دفاعی ہو جائے گا یعنی وہ اسلامی فکر و تہذیب پر اہل مغرب کے اٹھائے ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوالات، شبہات اور اعتراضات کے جواب دینے میں لگ جائیں گے مثلاً یہ کہ اسلام انتہا پسندی اور دہشت گردی نہیں سکھاتا، اسلام آمریت اور جہالت کے خلاف ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگرچہ ہم اپنی کمزوری اور نالائقی کی وجہ سے بعض اوقات اپنا فکری و عملی دفاع بھی موثر طریقے سے نہیں کر پاتے.... تاہم اپنے قارئین کی توجہ ہم اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ ہمارا اسلوب دفاعی کی بجائے ہجومی ہونا چاہیے۔ یعنی بجائے اس کے کہ ہم اسلام کے بارے میں مغرب کے اٹھائے ہوئے سوالات و اعتراضات کا جواب دیتے پھریں، ہمیں آگے بڑھ کر خود اسلامی فکر کو مغرب تک پہنچانا چاہیے، اس کی منفرد خصوصیات ان تک پہنچانی چاہئیں اور انہیں یہ بتانا چاہیے کہ یہ کس طرح ان کے مسائل حل کر سکتا ہے اور ان کی زندگی کو خوشی اور اطمینان سے بہرہ ور کر سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے فکر و نظر کی خامیاں بھی ان پر واضح کی جائیں تاکہ وہ اپنے فکر کی خامیوں اور غلطیوں کا ادراک کر سکیں اور اسلام کی عظمت و حقانیت کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھ سکیں۔

تاہم یہ بھی واضح رہے کہ جب تک ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو عملاً اسلامی تعلیمات پر استوار نہیں کرتے اور منافقت سے باہر نہیں آتے محض ہماری وعظ و نصیحت (Lip Servics) کسی کام آنے والی نہیں۔

iv۔ مغرب سے علمی و فکری استفادے کا امکان

کیا مسلمان مغربی فکر و تہذیب سے استفادہ کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کتنا؟ اس سوال کا جواب دو پہلوؤں سے دیا جا سکتا ہے۔ ایک نظری اور دوسرا عملی۔ یہاں ہم نظری حوالے سے گفتگو کریں گے۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ تہذیب خواہ کوئی ہو اس کا ہر تصور (Concept)، علم (Knowledge) اور ادارہ (Institution) اس کے ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کی پیداوار ہوتا ہے۔ اور ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم کا منبع اس کے عقائد و نظریات کا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر تصور، علم اور ادارہ اس تہذیب کے اصول واقدار کا حامل، مظہر اور ان کی پیداوار ہوتا ہے اور اسے ان اصول واقدار سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یوں سمجھیے کہ ان تصورات، علوم اور اداروں کی حیثیت اگر جسم کی ہو تو ان اصول واقدار کی حیثیت ان کے اجسام میں دوڑتے خون کی سی ہوگی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ وجود کو خون سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور نہ خون کے بغیر اس جسم کی بقاء کا سوچا جا سکتا ہے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر دو تہذیبیں اپنے بنیادی نظریات، ورلڈ ویو اور فلسفۂ علم میں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہوں تو ایک تہذیب کے تصورات، علوم اور اداروں سے دوسری تہذیب استفادہ نہیں کر سکتی یا یوں کہیے کہ بہت کم استفادہ کر سکتی ہے۔ اور اس کم استفادے کا امکان بھی اس تہذیب کے علوم و اداروں کے ان عملی پہلوؤں سے ہو سکتا ہے جو بڑی حد تک ValueNeutral ہوں اور انسانی تجربات کی پیداوار ہوں۔ تاہم ایسے علوم اور ادارے بھی کچھ نہ کچھ (Value-Loaded) ضرور ہوں گے لہٰذا ضروری ہے کہ دوسری تہذیب انہیں لے کر ان میں ضروری تبدیلیاں کرے اور انہیں اپنے مزاج میں ڈھالے اور پھر انہیں استعمال کرے۔ (البرہان فروری ۲۰۱۹ء)

مطالعۂ مغربی فکر و تہذیب

ہم نے اس مضمون کی ابتداء میں کہا تھا کہ اسلامی تناظر میں مطالعہ مغربی فکر و تہذیب کی چار جہتیں ہو سکتی ہیں، ۱۔ اس کی تفہیم ۲۔ اس کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ اور یہ طے کرنا کہ یہ قابل رد ہے یا نہیں اور اگر قابل رد ہو تو اس کی حکمت عملی طے کرنا۔ ۳۔ مغربی فکر و تہذیب کے علمبردار ممالک کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پرامن اور جارحانہ منصوبہ بندی، تزویراتی حکمت عملی اور جدوجہد کو سمجھنا اور اس کا توڑ کرنا اور ۴۔ مغربی فکر و تہذیب کے مسلم معاشرے پر اثرات اور مسلمانوں کا اس پر ردعمل۔ پہلے دو نکات پر ہم نے پچھلے ماہ سوچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بچار کی تھی اور اس دفعہ ہم تیسرے نکتے پر غور وفکر کریں گے۔

۳۔ مغربی فکر وتہذیب کے علمبردار ممالک کی اسلام اور مسلم امہ کے خلاف حکمتِ عملی

اسلام اور مسلم امہ کو جو علمی، فکری اور عملی چیلنج اس وقت درپیش ہے وہ یہی نہیں کہ اسے ایک ایسی بالادست تہذیب کا سامنا ہے جو اپنی نہاد میں الحادی اور مذہب مخالف ہے اور اسلام سے متضاد ہے بلکہ اس کے علمبردار مغربی (خصوصاً یورپ وامریکہ اور ان کے حلیف) ممالک کا رویہ یہ ہے کہ وہ:

۱۔ دین اسلام کے دشمن ہیں اور اسے مٹانا چاہتے ہیں۔

۲۔ اسلام کے نام لیوا مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں زیردست، مغلوب اور کنگال دیکھنا چاہتے ہیں اور انہیں دین اسلام سے دور کرنا چاہتے ہیں۔

۳۔ مسلم معاشرے میں مغربی فکر وتہذیب کا نفوذ اور نفاذ ان کا ہدف ہے تاکہ مغربی فکر وتہذب کے اصول، اقدار اور ادارے اسلامی اصول، اقدار اور اداروں کی جگہ لے لیں۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے دو مراحل پر مشتمل منصوبہ بندی کی ہے:

۱۔ پرامن ۲۔ ہجومی (Offensive) یعنی بذریعہ استعمالِ قوت

پرامن حکمت عملی

اس کے نمایاں خدوخال یہ ہیں:

i۔ سیاسی حکمتِ عملی کے اہداف اور طریق کار

۔ مسلم حکمران ان کی مرضی اور پسند کے ہوں جو ان کی ترجیحات اور اہداف کے لیے کام کریں۔ مغربی فکر وتہذیب کے رسیا ہوں، اسے ہی دنیا میں ترقی کا واحد اور بہتر نمونہ سمجھتے ہوں اور اسے ہی مسلم معاشرے اور ریاست میں رائج اور نافذ کرنا چاہتے ہوں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- اس غرض کے لیے فوجی افسروں کی تربیت امریکہ و یورپی ممالک میں کی جاتی ہے جہاں ان کی خفیہ ایجنسیاں ان کو واپسی پر عہدے، پروموشن، مفید اور پیدا آور عہدوں پر پوسٹنگ (تاکہ وہ ناجائز فائدے اٹھا کر کرپٹ ہو جائیں)، اولاد کی مغربی ممالک میں تعلیم اور اس کا خرچہ برداشت کرنا.... جیسے لالچ دے پر کر 'پھنسا' لیتی ہیں اور مستقبل میں ان سے کام لیتی ہیں۔

- اہل مغرب نے جدید ترین ٹیکنالوجی پر مشتمل وسیع پروپیگنڈا مشینری کے ذریعے اپنی 'جمہوریت' کو ایک سیاسی نظریے کی بجائے ایک ''عقیدہ'' بنا کر اور اسے تقدس عطا کر کے اس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کوئی اس 'روحِ عصر' کی مخالفت نہ کر سکے اور اسے ہر کوئی (خصوصاً مسلم ممالک) اپنانے پر مجبور ہو جائیں۔

جمہوریت کے نام پر مغربی طریق انتخاب کو مروج کرانا اور اس میں عورتوں اور غیر مسلم اقلیتوں کو التزاماً حصہ دلوانا تاکہ خرابیوں کو راہ ملے۔

- مسلم دنیا میں اپنی مرضی کے حکمران لانے کے لیے (جو اس کی ترجیحات اور پالیسیوں کے مطابق کام کریں) مغرب جمہوریت، اکثریت اور منصفانہ انتخابات جیسے کسی اصول کی پروا نہیں کرتا بلکہ فوجی حکمرانوں اور سیاسی آمروں کو بھی خوش آمدید کہتا ہے جس کی متعدد مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

- مقامی حکمرانوں کے ذریعے کسی اسلامی جماعت کو مضبوط نہ ہونے دیا جائے اور اسے انتخابات نہ جیتنے دیے جائیں۔ اور اگر وہ کسی طرح جیت جائے تو فوج سے بغاوت کرا کر اس کی حکومت ختم کرا دینا۔

- مسلم حکومتوں میں اکھاڑ پچھاڑ جاری رکھی جائے تاکہ کوئی مسلمان ملک سیاسی استحکام نہ حاصل کر سکے اور ترقی کی راہ پر نہ چل پڑے۔

- 'تقسیم کرو اور حکومت کرو' کے اصول پر عمل کرنا۔ سیاسی جماعتوں کو آپس میں لڑانا،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دینی اور سیاسی جماعتوں کو باہم لڑانا، سیاسی جماعتوں اور فوج کو آپس میں لڑانا، سیاستدانوں اور عدلیہ کو باہم لڑانا، بلکہ ہر سیاسی جماعت کو گروپوں میں تقسیم کرنا تاکہ وہ کمزور ہو جائے اور اس طرح اپنی مرضی کی حکومتیں لائی جا سکیں اور ان سے اپنی مرضی کے کام کرائے جا سکیں۔

ii۔ معاشی حکمت عملی اور اہداف

- مسلم ممالک کو معاشی طور پر کمزور رکھنا تاکہ وہ مغرب کے دست نگر، محتاج و مغلوب رہیں اور اس کے آگے دم نہ مار سکیں۔
- مسلم ممالک کو آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور ڈبلیو ٹی او (WTO) ایسے اداروں کے ذریعے سودی قرضوں کے جال میں جکڑنا۔
- مسلم حکمرانوں کو سودی قرض اور بعض اوقات امداد دینا، پھر ان کو اللّوں تللّوں پر اکسانا، کروڑوں اربوں کے سودوں میں انہیں کمشن اور کک بیکس دینا۔ نیز ناجائز دولت مغربی بینکوں میں رکھنے کی ترغیب دینا اور اس طرح انہیں کرپشن کی چاٹ لگانا۔
- مسلم ممالک کی کرنسی کو ڈالر (یا پھر یورو) سے منسلک رکھنا خود ان کی ایک کرنسی نہ بننے دینا۔
- مسلم ممالک میں وزرائے مالیات وتجارت اپنی مرضی کے لگوانا اور ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف سے اپنے تربیت یافتہ لوگوں کو ان عہدوں پر بھجوانا۔
- مسلم ممالک کو ہیوی انڈسٹری اور جدید ترین ٹیکنالوجی کے کارخانے نہ لگانے دینا تاکہ وہ خود کفیل نہ ہو جائیں بلکہ انہیں ہمیشہ خریدار (End-consumer) رکھنا اور خام مال ان سے خریدنا تاکہ وہ ہمیشہ درآمد کنندگان رہیں برآمد کنندگان نہ بن سکیں اور اس طرح ان کا زرمبادلہ خرچ ہوتا رہے۔ درآمد، برآمد سے زیادہ رہے اور وہ معاشی طور پر کمزور رہیں۔
- انہیں سودی قرضوں میں جکڑنا اور کوشش کرنا کہ وہ قرضے غیر پیداواری شعبوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خرچ ہوں تا کہ وہ اپنا بجٹ سود واپس کرنے میں خرچ کرتے رہیں اور ترقیاتی کام نہ کر سکیں۔

- مسلمان حکومتوں کو اپنے داخلی معاملات میں بھی سود نہ ختم کرنے دینا تا کہ وہ سود کے عذاب میں مبتلا رہیں۔

iii۔ مذہبی پالیسی اور اہداف

i۔ مسلمانوں کو دین اسلام سے دور کرنے کے لیے ہر شعبہ حیات: سیاسی، معاشی، حربی خصوصاً تعلیمی وابلاغی اور مذہبی امور میں مداخلت کرنا اور من پسند پالیسیاں بنوانا۔

ii۔ مسلمانوں کو ہیومنزم، سیکولرزم اور لبرل ازم کی اقدار دے کر انہیں اسلامی نظام حیات کے متبادل کے طور پر پیش کرنا اور ان کو ایجنٹ مسلم حکمرانوں اور حکومتی و پرائیویٹ اداروں کے ذریعے مسلم معاشروں میں نافذ کرانا۔

iii۔ کسی ملک میں شریعت نافذ نہ ہونے دینا اور مذہبی گروپوں اور دینی جماعتوں کے دباؤ سے اسلامی قوانین بن جائیں تو ان پر عمل درآمد نہ ہونے دینا جیسے پاکستان میں حدود قوانین ۱۹۷۹ء سے نافذ ہیں لیکن کسی حد پر آج تک عمل نہیں ہوا۔

- قرآن حکیم کو نظام تعلیم کا جزو نہ بننے دینا۔ جعلی قرآن مجید بنا کر چھاپنا۔ قرآن مجید کو دہشت گردی کا ماخذ قرار دے کر اسے جلانا۔ قراءات کو بہانہ بنا کر قرآن کو محرف ثابت کرنا... وغیرہ۔

- مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی محبت سے برگشتہ کرنے کے لیے اقدامات کرنا جیسے احادیث کو جعلی ثابت کرنا کہ کئی صدیوں بعد مدون ہوئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی توہین کرنا، ان کے کارٹون چھاپنا، مغرب زدہ بدبخت مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کتابیں لکھوانا اور چھپوانا اور ان کو مغربی ممالک میں پناہ اور سہولتیں دینا۔ ایسی حرکتوں سے مسلمانوں کو مشتعل کر کے اور ان سے مظاہرے، ریلیاں، دھرنے، توڑ پھوڑ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرا کے انہیں دہشت گرد قرار دینا اور انہیں مذہبی رواداری کے درس دینا۔

- کسی مسلمان ملک میں توہین رسالت کا قانون نہ بننے دینا، بن جائے تو اس پر عمل نہ ہونے دینا اور اسے غیر موثر بنانے کی کوشش کرنا۔ جو توہین رسالت کرے اسے سزا نہ ہونے دینا اور اسے مغربی ملکوں میں پناہ دینا۔ اگر کوئی مسلمان کسی شاتم رسول کو قتل کر دے تو اسے فوراً سزا دلوانا اور اسے انتہا پسندی اور دہشت گردی قرار دینا۔

- انٹرتھ ڈائیلاگ کے نام پر مسلمانوں کو الجھانا، دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الزامات کی وجہ سے انہیں مدافعتی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کرنا۔

iv۔ تعلیمی امور

- مخلوط تعلیم کو رواج دینا تا کہ نوجوانوں کے اخلاق بگڑ جائیں۔

- پری سکول کو مروج کرنا تا کہ بچے ماں باپ اور گھر کی روایتی مذہبی تعلیم و تربیت اور اقدار سے محروم ہو جائیں اور سکول میں آ کر مغرب کی طے کردہ تعلیمی و نصابی ترجیحات کے مطابق تعلیم و تربیت پائیں۔

- ذریعۂ تعلیم انگریزی رکھنا اور پہلی جماعت سے انگریزی لازمی کرنا تا کہ انگریزی زبان کے ذریعے طلبہ کو مغربی فکر و تہذیب اور اس کے اصول و اقدار کی تربیت دی جا سکے۔

- اساتذہ کی تعلیم و تربیت کو فنی اور پروفیشنل سطح تک محدود رکھنا جیسے اسباق کی تیاری اور پڑھانے کے طریقے، اور اسلامی اور اخلاقی تربیت کا موضوع نصاب میں شامل ہی نہ ہونے دینا۔

- مغربی یونیورسٹیوں اور اداروں کے امتحان دلوانے کا رواج ڈالنا جیسے او اور اے لیول، سپلٹ ڈگری پروگرام، مغربی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے اسکالرشپ آفر کرنا، پوسٹ ڈاکٹریٹ وغیرہ۔

- غیر ملکی اور غیر مسلم مصنفین کی کتابیں اور غیر ملکی ناشروں کی کتب کو مسلمان ملکوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مروج کرنا۔

- تعلیم کو مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار سے نکال کر صوبوں کو دینا تا کہ ملک میں یکساں نصاب رائج نہ ہو سکے اور معاشرے میں سماجی اور فکری ہم آہنگی پروان نہ چڑھ سکے۔

- سکولوں میں غیر ملکی (یورپ وامریکہ کی) یونیفارم مروج کرانا، بچیوں کو ننگے سر رہنے اور وی (V) کی پٹی لٹکانے کا عادی بنانا۔ سکولوں میں میوزک کی کلاس رکھنا، سوئمنگ پول بنانا اور لڑکوں لڑکیوں کے عریاں لباس میں وہاں نہانے کے پریڈ رکھنا۔ سالانہ کھیلوں کے نام پر مسلمان طالبات کو ڈانس سکھانا، کنسرٹ کے نام پر گانے اور پرفارم کرنے والے اور والی اداکاروں اور صداکاروں کو سکولوں کالجوں میں مدعو کرنا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو مخلوط پکنک پر لے جانا وغیرہ۔

- سکولوں کالجوں میں نماز کے لیے مسجد اور وضو کا انتظام نہ ہونا۔

- ہوسٹلوں میں شراب نوشی، مخلوط اجتماعات اور زنا کی آزادی۔

v۔ عالمی امور

- مسلمانوں کو انجمن اقوام متحدہ (یو این او) کے اہم اداروں جیسے سیکورٹی کونسل میں جگہ نہ دینا جبکہ چند مغربی اور بڑے ممالک کو وہاں مسلمانوں کے امور کے بارے میں ویٹو پاور حاصل ہے۔ یو این او میں اصلاحات کی بات کی جارہی ہے لیکن اس کے لیے کوئی تیار نہیں کہ پونے دو ارب مسلمانوں کی سیکورٹی کونسل میں نمائندگی ہو۔

- مسلمانوں پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے الزامات لگا کر ان کے لیے ایسا ماحول پیدا کرنا کہ وہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کے لیے مدافعانہ اور معذرت خواہانہ رویہ اختیار کریں اور پھر یو این او کے تمام قوانین اور چارٹرز پر دستخط کریں مثلاً بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر پر سب مسلم ممالک نے دستخط کیے ہیں حالانکہ اس کی بہت سی دفعات خلاف اسلام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں جیسے ہر شخص کو کسی مذہبی یا جنسی تفریق کے بغیر شادی کی اجازت، بغیر نکاح اکٹھے رہنے کا حق وغیرہ۔

- اسی طرح عالمی سطح پر عورتوں کے حقوق کے نام پر انہیں زنا اور جسم فروشی کی اجازت، بغیر نکاح اکٹھے رہنے کی اجازت، اولاد نہ پیدا کرنے کا حق، مردوں کے ساتھ ہر معاملے میں مساوات، خاوند کا حقِ مباشرت عورت کی مرضی پر موقوف ہونا، عورت کو طلاق کا حق دینا وغیرہ۔ یہ سب چیزیں مسلم معاشروں پر عالمی خواتین کمشنوں اور کنونشنوں کے ذریعے مسلط کی جارہی ہیں۔

- گلوبلائزیشن، نیو ورلڈ آرڈر، ڈبلیو ٹی او، یونیسکو، یونیسیف وغیرہ کے ذریعے مغربی افکار و اقدار کو ساری دنیا خصوصاً مسلم ممالک میں رائج کرنا۔

- مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنا بھی مغربی اقوام کا ہدف ہے۔ اس کے لیے یہودی فرمیں برتھ کنٹرول کے آلات فری اور آسان قیمت پر دیتی ہیں بلکہ کنٹرول آبادی کے ادارے اور پروجیکٹوں کی مالی امداد کرتی ہیں اور ''بچے دو ہی اچھے'' کے نعرے تخلیق کرتی ہیں تاکہ مسلمانوں کی آبادی نہ بڑھے اور مغرب کے لیے خطرہ نہ بنے۔

vi۔ ثقافتی و ابلاغی اہداف و طریق کار

- ابلاغ عامہ کی جدید ترین ٹیکنالوجی مسلم ممالک کو مہیا کرنا۔

- الیکٹرانک میڈیا کو حکومتی کنٹرول سے نکال کر انہیں پرائیویٹائز کرنا اور ان پر ایمانی، اخلاقی اور اسلامی اقدار کی پاسداری کی کوئی قدغن نہ لگنے دینا۔ کوئی ضابطۂ اخلاق نہ بننے دینا، بن جائے تو اس پر عمل نہ ہونے دینا۔

- الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فحاشی و عریانی اور رقص و سرود کو عام کرنا، نوجوانوں کے جذبات کو مشتعل کرنا، خاندانی قدروں کو پامال کرنا اور جب کرپشن اور جنسی جرائم ہوں تو انہیں نمک مرچ لگا کر خوب نمایاں کرنا تاکہ اس کے برے اثرات معاشرے پر مستحکم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔

- موبائل ٹیلیفون کو سستا اور عام کرنا، اس کی سم (Sim) کے حصول پر کوئی پابندی نہ لگانا اور اسے فری تقسیم کرنا۔ موبائل میں فوٹو لینے، ریکارڈ کرنے جیسی بہت سی سہولیات مہیا کرنا۔ نوجوانوں کو رات کے فری یا سستے پیکج دینا تاکہ ان کے اخلاق خراب ہوں۔

- سوشل میڈیا کو مروج کرنا اور ان کی پہنچ تک کوئی پابندی نہ لگنے دینا۔ چنانچہ ایک سروے کے مطابق اس وقت پاکستانی نوجوان دنیا میں سب سے زیادہ ننگی ویب سائٹس دیکھتے ہیں لیکن کسی حکومت کو اس کی پروا نہیں۔ حکومت تو چھوڑ کسی دینی جماعت اور اصلاحی تنظیم نے آج تک اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اور اس کے تدارک کی مہم نہیں چلائی حالانکہ سعودی عرب کے علاوہ خود مغربی ممالک میں بچوں اور نوجوانوں پر بعض پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔

- پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا غیر رسمی تعلیم کے بہت بڑے ادارے ہیں۔ انہوں نے رسمی تعلیمی اداروں اور خاندانی نظام کو تباہ کرنے اور انہیں غیر موثر بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستانی تجربے کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ دینی جماعتوں اور اداروں نے پچھلے ستر سال میں مسلمانوں کی تربیت کے لیے جو کام کیا تھا اسے میڈیا کے اداروں نے پچھلے دس سال میں ادھیڑ کے رکھ دیا ہے۔

- میڈیا کی اسی اہمیت کی وجہ سے مغرب (خصوصاً امریکہ و یورپ) ہر مسلمان ملک کے میڈیا میں سرمایہ کاری کرتا ہے اور ایسے پروڈیوسرز اور اینکر پرسنز کو پروموٹ کیا جاتا ہے جو مغرب کے غیر اسلامی ایجنڈے کو میڈیا پر آگے بڑھائیں اور اسلامی ترجیحات کو پس پشت ڈالیں چنانچہ پاکستانی میڈیا منفی پروگرام تو سارے دکھاتا ہے لیکن قوم کی اسلامی و اخلاقی تربیت کے لیے اس کے ہاں کوئی گنجائش نہیں۔ اور دین و مذہب کے لیے کام کرنے کی اجازت دینی ہو تو مسلک پرستوں کو دی جاتی ہے جو قوم کو تقسیم کرتے اور فرقہ واریت اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلک پرستی پھیلا کر منفی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

- اپنی ناقص فکر اور حکمت عملی کی وجہ سے دینی قوتوں کو ابلاغی شعبے میں اصلاحی وتعمیری کام کرنے کی ہوش نہیں اور نہ وہ میڈیا کے منفی کام کو روکنے کی کوئی فعال کوشش کر رہے ہیں۔

vii۔ معاشرتی اہداف وطریق کار

تعلیم، میڈیا، ادب، جمہوریت وغیرہ کے ذریعے:

- معاشرے کو دین سے دور کرنا۔ غیر اسلامی رسوم ورواج کی حوصلہ افزائی کرنا۔ فحاشی، عریانی اور زنا کو رواج دینا۔ - خاندانی نظام کو کمزور کرنا

- آزادی کے نام پر لڑکیوں کو گھروں سے فرار ہو کر مردوں سے عشقیہ نکاح کرنے کی ترغیب دینا۔

- عورتوں کو ملازمتیں دلوا کر انہیں گھروں سے نکالنا اور بچوں کو تربیت سے محروم رکھنا۔

- غیر شرعی طریقوں سے عدالتوں کے ذریعے خلع اور فسخ نکاح کرانا۔

- غربت کی وجہ سے بچوں کا تعلیم حاصل نہ کر سکنا۔

- اولڈ ہوم بنانا اور بچوں کا والدین کی عزت وخدمت نہ کرنا۔

مسلمان معاشروں اور حکومتوں کے خلاف مغرب کی پرامن منصوبہ بند سازشوں کا ایک اجمالی تذکرہ ہم نے سطور بالا میں کیا ہے (حصر نہیں) جس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ مغربی فکر وتہذیب کے علم بردار ممالک کس طرح مسلمانوں کو اسلام پر عمل سے دور رکھنے اور انہیں مغربی اصول واقدار پر چلانے کے واضح اور تفصیلی پروگرام رکھتے ہیں اور ان پر تندہی سے عمل کر رہے ہیں۔

یہاں ہم اپنے قارئین کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہیں گے کہ مذکورہ بالا میں سے ہر نکتے اور ہر جزیئے پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کا تھیسز لکھا جا سکتا ہے اور لکھا جانا چاہیے۔

(البرہان مارچ ۲۰۱۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم نے مغربی فکر وتہذیب کے جن چار پہلوؤں پر تحقیق کی ضرورت پر زور دیا تھا، ان میں سے تین پر گفتگو ہو چکی، اب چوتھے کی باری ہے۔

مغربی فکر وتہذیب کے خلاف مسلم ردّعمل اور مسلم معاشرے پر اس کے اثرات

مغربی فکر وتہذیب کے خلاف مسلم ردّعمل کی تین بڑی جہتیں ہیں:

* ایک یہ کہ مغربی فکر وتہذیب کے غلبے کو قبول کر لیا جائے۔
* دوسرے یہ کہ مغربی فکر وتہذیب کو رد کر دیا جائے۔
* اور تیسرے یہ کہ ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے نظریے کے تحت اس سے مفاہمت کر لی جائے۔

اب ہم ایک ایک کر کے ہر جہت کی کچھ تفصیل بیان کریں گے اور بتائیں گے کہ ان میں کون کون سے پہلو تحقیق طلب ہیں۔

پہلا موقف: مغربی فکر وتہذیب کو قبول کر لیا جائے

مسلمانوں کے حکمران طبقات (جیسے سیاستدان، بیوروکریسی، فوج، عدلیہ) اور دیگر اہم طبقات (جیسے صحافی، ادیب، شاعر، دانشور) بلکہ پروفیشنلز (پڑھے لکھے اور ہنرمند لوگ جیسے ڈاکٹرز، انجینئرز، پروفیسرز، وکلاء وغیرہ) کی اکثریت اور علماء کرام اور اسلامی سکالرز میں سے بھی بہت سے لوگ مغرب کی فکر وتہذیب سے مرعوب ومتاثر ہیں۔ اس کی غالب تہذیب کی چکاچوند سے ان کی آنکھیں خیرہ اور دماغ مسحور ہو چکے ہیں اور وہ اسے قبول کر چکے ہیں یا اس کے ردّعمل کا شکار ہو چکے ہیں۔

قابل تحقیق سوال یہ ہے کہ مغربی فکر وتہذیب اسلام کے خلاف ہے یا نہیں؟ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مغربی فکر وتہذیب مسلم دنیا کی یونیورسٹیوں خصوصاً شعبہ ہائے علوم اسلامیہ اور دینی جامعات میں پڑھائی ہی نہیں جاتی۔ (سوال یہ ہے کہ کیوں پڑھائی نہیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جاتی، اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس پر بھی تحقیق ہونی چاہیے) لہٰذا نہ اساتذہ اس سے آگاہ ہیں اور نہ طلبہ اور نہ اس بات کو زیر تحقیق لایا جاتا ہے۔

بہر حال اگر ہم تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں کہ مغربی فکر و تہذیب خلاف اسلام ہے (جیسا کہ ہم پہنچے ہیں) تو پھر اس کے مالہ و ماعلیہ پر تحقیق ہونی چاہیے یعنی اس کی قبولیت کے اثرات ہم مسلمانوں پر اور ہمارے عقائد، ہماری فکر، ہماری تہذیب، ہمارے تمدن، ہمارے رویوں، ہماری اقدار، ہماری معاشرت، ہماری معیشت، ہماری سیاست، ہماری تجارت.... پر کیا پڑے ہیں؟ اور اس کے کیا نتائج نکلے ہیں؟ ان میں سے ہر موضوع پر الگ سے تفصیلی تحقیق ہونی چاہیے۔

قابل تحقیق سوال یہ بھی ہے کہ ہم اسلام اور اسلامی فکر کے ہوتے ہوئے کسی دوسری فکر و تہذیب کو کیوں قبول کریں؟ کیا یہ ہماری فکر و تہذیب کی جگہ نہیں لے گی؟ کیا یہ اسے Repcace نہیں کر دے گی؟ بلکہ کیا اس نے اسلام اور اسلامی فکر و تہذیب کی جگہ عملاً لے نہیں لی؟ اور مسلم معاشرے میں آج اسلامی رویوں اور اسلامی اقدار کی جگہ مغربی فکر و تہذیب کے رویے اور اقدار غالب نہیں آ گئیں؟ پھر اگر ایسا ہو، یا ہوا ہے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس کے مسلمانوں پر اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر کیا اثرات واقع ہوں گے؟ اور کیا اثرات واقع ہو چکے ہیں؟

مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہونے کے بھی کئی درجے اور سطحیں ہیں۔ مغرب زدہ مسلم حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی صرف مغربی تہذیب اور اس کے سرمایہ دارانہ نظام کی پیروی کر کے ہی کی جا سکتی ہے لہٰذا اسلام کا قانون اور شریعت اولاً تو ملک میں نافذ نہیں کرنی چاہیے اور اگر عوام اور دینی عناصر کے دباؤ پر کوئی بات ماننا بھی پڑے تو مان لو لیکن اس پر عمل حیلے بہانے ٹالتے رہو، اس پر عمل نہ کرو، اسے نافذ نہ کرو، نافذ صرف مغرب کی شریعت کو کرو یعنی مغربی فکر و تہذیب اور اس کے مالی، سیاسی، تعلیمی، عدالتی ادارے اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں قائم کرو (چنانچہ وہ انہوں نے کر دیے ہیں)۔ مغرب زدہ صحافی، ادیب اور دانشور اپنی تقریروں تحریروں، اپنے افسانوں، ناولوں، ڈراموں، کالموں میں مغرب کی تعریف کرتے ہیں۔ اس کی اقدار کو سراہتے اور مولوی کو گالی دیتے ہیں (اسلام کو گالی دینا چونکہ مشکل ہے اور معاشرہ قبول نہیں کرتا لہٰذا مولوی کو گالی دو، اسے دقیانوسی ٹھہراؤ کہ وہی معاشرے میں دین کا نمائندہ ہے اور اس کی بدنامی بالواسطہ اسلام ہی کی بدنامی ہے)۔

بہت سے علماء کرام بھی مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہیں۔ وہ کرنے کو اجتہاد اور کارِ تجدید سمجھتے ہیں کہ اسلام کو مغربی فکر و تہذیب کے مطابق ثابت کرو۔ ان کی رائے ہے کہ جہاں ضرورت ہو اسلام کی کانٹ چھانٹ کر کے اسے مغربی فکر و تہذیب کے مطابق بنا دو۔ اس کی ایک صورت اور ضرورت یہ ہے کہ قرآن کی ایسی تفسیر و تاویل کی جائے جو مغربی فکر و تہذیب کے مطابق ہو، اس میں سب سے بڑی رکاوٹ حدیث و سنت ہے لہٰذا وہ حدیث کا انکار کرتے ہیں، اسے عجمی سازش قرار دیتے ہیں، انہیں مشکوک اور ناقابل اعتبار و ناقابل اعتماد ٹھہراتے ہیں۔ رہے اسلاف و ائمہ مجتہدین کا اجماع اور ان کے اقوال و آراء تو وہ ان کو یہ کہہ کر ردّ کر دیتے ہیں کہ یہ پچھلے زمانوں کی باتیں ہیں اب حالات بدل گئے ہیں لہٰذا اب نئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

علماء کرام اور اسلامی سکالرز کے مغربی فکر و تہذیب سے مرعوب و متاثر ہونے کی ایک اور سطح یا بالواسطہ صورت ان کا اس کے ردّ عمل کا شکار ہو جانا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہے کیونکہ یہ گہری فکری بات ہے اور عام آدمی کا دھیان اس طرف نہیں جاتا۔ ہمارے عہد کی دو بڑی تحریکیں یعنی تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی اور ہمارے فہم کے مطابق دونوں مغربی فکر و تہذیب کے ردّ عمل پر مبنی ہیں۔ تبلیغی تحریک کے قائدین نے سوچا کہ جب ہم برطانیہ کو اپنے ملک سے قوت کے بل پر نکال باہر نہیں کر سکتے اور نہ حریت، جہاد اور مزاحمت کرنے والا اسلام اور نہ پورے نظام زندگی کو اپنے مطابق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈھالنے کا مطالبہ کرنے والا اسلام انگریز کو قابل قبول ہے تو اسلام کو اس طرح بے ضرر بنا کر پیش کیا جائے اور صرف لوگوں کے کلمے سیدھے کرنے اور نماز روزے تک رہا جائے تو ایسے اسلام کی انگریز مخالفت نہیں کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تبلیغی جماعت قائم ہوگئی اور انگریزوں نے اس کی مخالفت نہ کی چنانچہ وہ چل نکلی۔

اسی طرح کا اسلوب جدید اسلامی تحریکوں نے اپنایا۔ مولانا مودودیؒ اور حسن البناؒ وغیرہ نے خلافت کے خاتمے کے بعد یہ سوچا کہ طاقتور مغرب اور اس کی فکر و تہذیب کا مقابلہ صرف ایک مضبوط اسلامی ریاست قائم کر کے ہی کیا جا سکتا ہے چنانچہ انہوں نے دین کی ایسی تشریح کی کہ اسلامی ریاست اور اسلامی ریاست کا قیام اور اس کے لیے سیاسی جدوجہد ہی دین کا بنیادی مسئلہ اور نصب العین ہے اور جب انہوں نے دیکھا کہ عملی سیاسی جدوجہد مغربی جمہوریت کے بغیر نہیں ہو سکتی تو انہوں نے Face Saving کے لیے مغربی فکر و تہذیب کی سیکولر و لبرل و سرمایہ دارانہ جمہوریت میں کچھ اسلامی اصول داخل کر کے اسے 'اسلامی جمہوریت' قرار دے دیا اور پرزور مہمیں چلا کر اسے حکمرانوں سے منوا بھی لیا لیکن اس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا اور مسلم معاشروں میں مغربی فکر و تہذیب غالب آ گئی اور اسلامی اصول و اقدار اور اس کی علمبردار قوتیں پسپائی پر مجبور ہو گئیں۔

مغربی فکر و تہذیب سے متاثر ہونے کے یہ سارے اطوار بلکہ ان میں سے ہر ایک گہری تحقیق کا مستحق ہے اور اس کے ہر پہلو پر ریسرچ ہونی چاہیے۔

دوسرا موقف: مغربی فکر و تہذیب کو رد کر دیا جائے

اکثر حکمرانوں، دانشوروں اور دینی عناصر کے برعکس کئی اہل علم ایسے بھی ہیں جو مغربی فکر و تہذیب کو ردّ کرنے کا نعرہ لگاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ کم ہیں تاہم وہ اپنا موقف مسلم عوام کے سامنے رکھ رہے ہیں اور بتدریج ان کی بات سنی جا رہی ہے۔ اس کے بھی کئی رنگ اور سطحیں ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں اس کے ایک علمبردار سید قطب تھے۔ ہمارے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں یہ لئے اقبال نے اٹھائی۔ پاکستان میں ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری، سید خالد جامعی، حامد کمال الدین اور راقم الحروف کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو مغربی فکر و تہذیب کے ردّ کو دینی تقاضا سمجھتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں۔ یہاں بھی بعض لوگ مغرب کے کلی ردّ کے قائل ہیں اور بعض اصولی، بعض اس طرح ردّ کرتے ہیں کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کے معترف بھی ہیں جیسے احمد جاوید صاحب۔

بہر حال اس فکری اپروچ کا بھی تحقیقی مطالعہ کیا جانا چاہیے کہ کیا ہمیں مغربی فکر و تہذیب کو ردّ کرنا چاہیے؟ اور ردّ کرنا چاہیے تو کیوں؟ اور کیا ہم ردّ کر بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ یا جنہوں نے اسے فکری سطح پر ردّ کرنے کی کوشش کی ہے وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کامیاب نہیں ہوئے تو کیوں؟ یہ لوگ مغربی فکر و تہذیب کو ردّ کرنے کے لیے اور اسے خلاف اسلام ثابت کرنے کے لیے جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں، ان کا بھی تجزیہ کیا جانا چاہیے۔

تیسرا موقف: مغربی فکر و تہذیب سے مفاہمت

بہت سے معاصر اہل علم اور دانشور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر مغرب کی بعض باتیں صریحاً خلاف اسلام ہیں (جیسے ان کی معاشرت) تو ان میں بہت سی خوبیاں ایسی بھی ہیں جو خلاف اسلام نہیں ہیں لہٰذا ہمیں ان کی اچھی باتیں قبول کر لینی چاہیں اور غلط باتیں ردّ کر دینی چاہئیں۔ بعض اہل دین بھی یہ رائے رکھتے ہیں اور "خذ ما صفا ودع ما کدر" کے اصول پر عمل کرنے کا کہتے ہیں۔

بعض اہل دین کا رویہ یہ بھی ہے کہ مغربی فکر و تہذیب کے قائم کردہ اداروں میں اگر کچھ اسلامی اصول داخل کر دیئے جائیں تو انہیں مطابق اسلام بنایا جا سکتا ہے یعنی امور کی اسلامی تشکیل نو (Reconstruction in Islamic Perspective) کی بجائے ان کی معاصر ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق اسلام کاری کر لی جائے یعنی اسلامائیزیشن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Islamization)۔اس کے ہمارے ہاں دو بڑے اور معروف ماڈل ہیں۔ایک مولانا مودودی کا مغربی جمہوریت میں کچھ اسلامی اصول داخل کر کے اسے 'اسلامی جمہوریت' بنالینا اکثر علماء اور دینی جماعتوں نے قبول کرلیا ہے اور دوسرے مولانا تقی عثمانی کا مغربی بنکنگ میں کچھ اسلامی اصول داخل کر کے اسے 'اسلامی بنکنگ' قرار دے دینا۔ بہت سے روایتی علماء بھی اس کی مخالفت کرتے ہیں اور مغربی فکر وتہذیب کو رد کرنے والے دانشور بھی، ظاہر ہے، اسے غلط سمجھتے ہیں۔

اس طرح سوچنے والے لوگوں کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ ہمیں مغربی فکر وتہذیب کی مزاحمت نہیں کرنی چاہیے یا اسے غلط اور برا نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ مفاہمت اور ڈائیلاگ کا طریقہ اپنانا چاہیے۔ کچھ ان کی سنی جائے، کچھ انہیں اپنی سنائی جائے اور اس طرح آپس کی بہتر تفہیم کی کوشش کی جائے اور ٹکراؤ اور تصادم سے بچا جائے۔ وہ اسے مغربی مفکر سیموئل ہنٹنگٹن کے 'تہذیبوں کے تصادم' کی بجائے پرامن بقائے باہمی'' کا نام دیتے ہیں اور بین المذاہب (Inter-Faith) اور بین التہذیب (Inter-Civilization) ڈائیلاگ کو فروغ دینے کے حامی ہیں۔

بہر حال اس نقطۂ نظر کی بھی تنقیح ہونی چاہیے اور اس کے قابل عمل ہونے اور اس کے ممکنہ فوائد ونقصانات کا بھی تجزیاتی، تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ کیا جانا چاہیے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

علماء اور دینی قیادت کا فکری جمود
اسباب، مظاہر اور نتائج

ہماری مخاطب اگرچہ ساری دینی قیادت ہے یعنی دینی مدارس و مساجد کے علماء، صوفیاء، یونیورسٹیوں کے اسلامی سکالرز، محققین، دعوتی، تبلیغی اور دینی سیاسی تحریکوں کے قائدین وغیرہ لیکن اختصار کی خاطر اس مضمون میں ہم صرف ''علماء'' کے الفاظ استعمال کریں گے۔

علماء کا جمود حقیقت ہے افسانہ نہیں، لیکن اکثر لوگ بلکہ بہت سے علماء بھی یہ نہیں سمجھتے کہ ان پر جمود کا الزام کیوں لگ رہا ہے؟ اس لیے ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اس بات کو ذرا کھولیں تاکہ حقائق واضح ہو کر سامنے آسکیں۔ اس کے لیے ہم علماء کے جمود کے اسباب، مظاہر اور نتائج کے حوالے سے مندرجہ ذیل عناوین کے تحت گفتگو کریں گے:

۱۔ اجتہاد و تحقیق کا فقدان ۲۔ تقلید میں مبالغہ
۳۔ فقہ و فقہاء کی تقدیس ۴۔ مسلک کو دین سمجھنا
۵۔ فرقہ واریت کا فروغ ۶۔ غلط تصوف
۷۔ تعلیمی ثنویت ۸۔ دینی مدارس میں دینوی علوم کی عدم تدریس
۹۔ طلبہ میں اجتہاد کا ملکہ نہ پیدا کرنا
۱۰۔ دعوتی و اصلاحی جماعتوں کا دین کا ناقص تصور
۱۱۔ دین کے سیاسی غلبے کے تصور میں مبالغہ
۱۲۔ مغربی فکر و تہذیب کی عدم تفہیم اور عدم ردّ
۱۳۔ معاشرہ اور ریاست کو بے دین لوگوں کے سپرد کرنا
۱۴۔ تجدد کا ابھرنا ۱۵۔ جمود کا نتیجہ: زوال اور زوال کا استمرار

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد و تحقیق کا فقدان

اس امر پر غور کے لیے آپ مسلم عروج وزوال کے حوالے سے یہ نوٹ کیجیے کہ قرون اولی میں جب مسلمان صحیح معنوں میں دین سے وابستہ ہوئے اور ان کے اندر صلاحیتوں کا جوار بھاٹا پھوٹا تو تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس کے قرآنی فارمولے اور اسوۂ نبوی کے مطابق اس کے دو نتائج نکلے:

ایک: i۔ تعلیمِ کتاب یعنی علوم دینیہ محضہ میں تحقیق وابتکار: جیسے قرآن حکیم میں تفسیر، املاء، قراءات، ناسخ ومنسوخ وغیرہ پر کام اور حدیث وسنت میں اسماء الرجال، الجرح والتعدیل، شروحات الحدیث، مشکلات الحدیث وغیرہ پر کام، اور

ii۔ علومِ حکمت یا علومِ عمرانیہ (جن میں علوم دینیہ اور علوم عقلیہ دونوں بیک وقت درکار ہوتے ہیں) میں وفورِ اجتہاد۔ علم الفقہ، علم الاقتصاد، علم التعلیم اور علم النفس وغیرہ کی اسلامی تشکیل۔

دوسرے: علوم حکمت محضہ یعنی خالص عقلی علوم جیسے طب (میڈیسن)، ہندسہ (انجینئرنگ)، الجبراء (ریاضی)، کیمیا (کیمسٹری)، ہیئت (فلکیات یا اسٹرانومی) وغیرہ میں تحقیق وابتکار اور اس کے نتیجے میں نئی ایجادات، سائنس وٹیکنالوجی میں ارتقا اور تسخیر کائنات میں پیش رفت۔

پہلا پانچ سو سالہ دور بعض خامیوں کے باوجود سنہری دور سمجھا جاتا ہے جس میں مسلمان بڑی حد تک دین سے وابستہ تھے اور ان کی انفرادی اور اجتماعی صلاحیتیں جوبن پر تھیں۔ ترقی اور ازدہار کے دوسرے مرحلے میں مسلمان مزید پانچ سو سال نکال گئے۔ پھر وہ دینی وابستگی سے بتدریج محروم ہوتے چلے گئے اور اس کے نتیجے میں ان کی صلاحیتوں کو بھی زوال آتا چلا گیا۔ اس زوال کے نتائج مندرجہ ذیل نکلے (تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہ کا فارمولہ ذہن میں رکھیے):

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوّلاً: i۔ تعلیمِ کتاب اور علوم دینیہ محضہ میں عدم تحقیق وابتکار کا رویہ اور اس کے نتیجے میں پہلے کیے گئے کام کا اختصار، تشریح اور حواشی بلکہ اختصار در اختصار، تشریح کی بھی تشریح اور حواشی در حواشی تک محدود ہو جانا اور ان پر اسلام مخالفوں کے شبہات واعتراضات کا علمی رد نہ کرنا مثلاً عصر حاضر میں جن مستشرقین نے قرآنی قراءات اور احادیث رسول پر شبہات وارد کیے ہیں ان کا علمی جواب نہ دینا.... کہ ہمارے دینی مدارس کے علماء کرام جب تک انگریزی اور یورپی زبانیں سیکھنے پر تیار نہیں اور اپنے مدارس میں مغربی فکر وتہذیب اور اس کے فلسفیوں اور دانشوروں کو پڑھنے پڑھانے پر تیار نہیں تو ان کا جواب وہ کیسے دیں گے؟

ii۔ علومِ حکمت یا علومِ عمرانیہ (جن میں علوم دینیہ اور علوم عقلیہ دونوں بیک وقت درکار ہوتے ہیں جیسے قانون، تعلیم، میڈیا، معاشیات، سیاسیات، فلسفہ، نفسیات وغیرہ) میں عدم اجتہاد۔ ان علوم کو جب مسلم علماء نے اسلامی تناظر میں مدون کرنا ترک کر دیا اور ان کی اسلامی تشکیل سے غافل ہو گئے (علوم کی اسلامی تشکیل کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں: ایک ان علوم کے بارے میں جدید ترین معلومات جمع کرنا (Latest data collection) اور پھر ان جدید معاملات پر شرعی اصولوں کا اطلاق کرنا مثلاً معاشیات کے حوالے سے دنیا میں کثیر پیداواری (Mass production)، مشینی صنعت (Industrialization) اور جدید مارکٹنگ کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ آج اگر ایک مجتہد مسلم معاشرے میں معیشت کی اسلامی تشکیل کرنا چاہے تو وہ یہ کام نہیں کر سکتا جب تک وہ کثیر پیداواری، مشینی صنعت اور جدید مارکٹنگ کو تفصیل سے نہ سمجھتا ہو۔ یہ چیزیں چونکہ مغرب کی پیداوار ہیں لہٰذا آج کوئی مجتہد انگریزی زبان اور جدید معیشت کو سمجھے بغیر ان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ پھر اسے جدید امور میں شرعی اصولوں کی تطبیق کی مشق بھی ہونی چاہیے۔ آج کے دینی مدارس کے علماء کرام نہ تو انگریزی جانتے ہیں اور نہ جدید معیشت کو سمجھتے ہیں بلکہ یہ چیزیں دینی مدارس کے نصاب کا حصہ ہی نہیں اور وہاں نہ پڑھی جاتی ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نہ پڑھائی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے دینی مدارس میں اصول فقہ میں قرآن وسنت سے جدید مسائل کے استنباط کی مشق نہیں کرائی جاتی اور نہ جدید معاملات پر شرعی اصولوں کے اطلاق کی مشق کا کوئی موقع ان کو فراہم کیا جاتا ہے۔

ان حالات میں دینی مدارس کے علماء کرام عمرانی علوم کی اسلامی تشکیلِ نو کیسے کر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج عمرانی علوم کی اسلامی تشکیل نو میں دینی مدارس کے علماء کرام کا کوئی کردار نہیں کیونکہ ان میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں۔

ہمیں مولانا زاہد الراشدی صاحب نے بتایا کہ وہ کسی تقریب کے سلسلے میں گوجرانوالہ کے ایک مقامی مدرسے میں گئے۔ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس مدرسہ کے مفتی صاحب نے ایک استفتاء انہیں دکھایا اور رہنمائی چاہی۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے استفتاء دیکھا تو وہ جدید بنکوں سے لین دین کے حوالے سے تھا۔ مولانا کہتے ہیں کہ میں نے استفتاء مفتی صاحب کو واپس کرتے ہوئے کہا کہ مجھے جدید بنکنگ کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں اس لیے مَیں آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ سوال یہ ہے کہ مفتی صاحب نے اس استفتاء کا کیا جواب دیا ہوگا؟

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہمارے مشاہدے میں آیا: غالباً ۲۰۰۲ء میں مغربی سائنسدانوں نے بغیر آلات تناسل کے استعمال کے ڈی این اے/ جینز کی مدد سے 'ڈولی' نامی بھیڑ بقول ان کے 'تخلیق' کی۔ اس کی تصویر اور خبر جب پاکستان میں شائع ہوئی تو اخبارات میں کئی علماء کے بیانات چھپے کہ یہ طریقۂ تولید غیر شرعی ہے۔ چونکہ اس وقت تک ڈی این اے پر اردو میں کوئی مواد موجود نہ تھا اس لیے ہم حیران ہوئے کہ علماء کرام یہ فتوے کس بنیاد پر دے رہے ہیں۔ ہم اس وقت پنجاب یونیورسٹی کے دائرہ معارف اسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) میں بطور محقق کام کرتے تھے۔ دوپہر میں چائے کے وقت ہم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ ڈی این اے کیا ہوتا ہے اور مغربی سائنسدانوں نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آلات تناسل کے بغیر 'ڈولی' بھیڑ کیسے پیدا کر لی ہے؟ کوئی صاحب اس کا جواب نہ دے سکے اور علماء کے بیانات پر حیرت کا اظہار کیا۔ ہم نے یونیورسٹی کے شعبہ زوآلوجی سے رابطہ کر کے ان سے ڈی این اے کے بارے میں معلومات چاہیں تو انہوں نے ہمیں دو دن بعد بلا لیا اور ڈی این اے پر تفصیلی بریفنگ دی۔

ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے علماء جب تک جدید علوم کو سمجھیں نہیں ان کے بارے میں وہ رائے کیسے دے سکتے ہیں؟ اور جدید معاملات پر وہ شرعی اصولوں کا اطلاق کیسے کر سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے علماء کرام کا عمرانی علوم کی اسلامی تشکیل نو میں کوئی کام موجود نہیں، اور وہ اسلام کا سیاسی نظام، اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا تعلیمی نظام، اسلام کا علم النفس اور اسلامی کا فلسفۂ علم.... وغیرہ نہ مدارس میں پڑھتے ہیں اور نہ پڑھاتے ہیں اور نہ ظاہر ہے ان میں اجتہاد کر سکتے ہیں۔

ان کے یہ کام نہ کرنے کے دو نتیجے نکلے ہیں: ایک تو یہ کہ نااہل لوگوں نے یہ کام کرنا شروع کر دیا ہے جیسے اسلامی معاشیات پر پروفیسر خورشید احمد، عمر چھاپرا، نجات اللہ صدیقی وغیرہ نے کام کیا ہے جن کی اکثریت کو قرآن وسنت اور علم الاقتصاد کے کلاسک عربی مآخذ تک رسائی نہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ غیر معیاری کام کر رہے ہیں اور مغرب کی غیر اسلامی بنکنگ اور مالیات کو معمولی دخ اندوزی (پیچ ورک) سے اسلامی قرار دے رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمان ممالک مغربی ممالک کے ملحدانہ وکافرانہ سرمایہ دارانہ نظام کا اتباع کر رہے ہیں۔ ان کی مالیاتی سازشوں کا شکار ہیں، سودی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور مسلمان عوام قومی سطح پر وسائل رکھنے کے باوجود غربت وافلاس کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دینی مدارس کے علماء کرام عمرانی علوم کی اسلامی تشکیل نو کے حوالے سے اجتہاد نہیں کر پا رہے بلکہ وہ اس کی قدرت وصلاحیت ہی نہیں رکھتے۔

ثانیاً۔ علومِ حکمتِ محضہ (یعنی خالص عقلی علوم جیسے فزکس، کیمسٹری، بایالوجی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میڈیسن، انجینئرنگ، ریاضی، زراعت، صنعت اور سائنس وٹیکنالوجی) میں شریعت رحمۃً بالناس مداخلت نہیں کرتی لیکن جب مسلمان اپنے دین سے شدت سے وابستہ ہوں اور ان میں انسانی صلاحیتوں کا وفور ہو تو لازماً اس کے نتیجے میں مسلمان اس شعبے میں بھی تحقیق وابتکار سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اپنے عہد زریں میں مسلمان نہ صرف اخلاقی وایمانی لحاظ سے دنیا سے آگے تھے بلکہ وہ ان عقلی علوم اور سائنس وٹیکنالوجی کی ایجادات اور مہارتوں میں بھی دنیا کے امام تھے لیکن جب ان کی دین سے وابستگی کمزور پڑی اور ان کی انسانی صلاحیتیں کند ہونے لگیں تو اس کے نتیجے میں سائنس وٹیکنالوجی میں بھی وہ تحقیق وابتکار سے محروم ہو گئے اور زوال پذیر ہو گئے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ ان علوم عقلیہ کو علماء کرام محض 'دنیاوی علوم' کہہ کر ان کی تحقیر نہیں کر سکتے یا ان کو غیر ضروری اور غیر اہم قرار نہیں دے سکتے کیونکہ قرآن حکیم کی رو سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم الاسماء سکھایا تھا یعنی اشیاء کے ناموں کا علم، تو اس کے لیے بھی قرآن حکیم 'علم' کا لفظ استعمال کرتا ہے۔[1] اور 'سائنس' کے لفظ کا جدید عربی زبان میں ترجمہ بھی 'علم' کے لفظ سے کیا جاتا ہے جیسے 'Political Science' کا ترجمہ کیا جاتا ہے، 'علم سیاسیات' اور 'Social Sciences' کا ترجمہ کیا جاتا ہے 'عمرانی علوم'۔

یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ اسلام ایمانی واخلاقی قوت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور جسمانی ومادی (فزیکل) قوت کو ان کے مقابلے میں ثانوی حیثیت دیتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مادی قوت کی اہمیت سے انکار کرتا ہے بلکہ وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ جسمانی ومادی قوت کو بھی اپنائیں اور اس کا رعب اپنے مخالفین پر قائم کریں[2]۔ چنانچہ مسلمان اپنے عہد زریں میں اسلحہ سازی اور ڈفنیس ٹیکنالوجی میں بھی دوسری قوموں سے آگے تھے۔

---

[1] البقرہ ۲:۳۱

[2] الانفال ۸:۶۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت امیر معاویہؓ نے سب سے پہلے بحری بیڑا بنایا اور سمندروں پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم کی۔ بارود بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور منجنیق (جدید عہد میں توپ اور میزائل) کے استعمال میں بھی مسلمان دوسروں سے آگے تھے۔ عربی گھوڑے دوسری نسلوں کے گھوڑوں سے زیادہ چست، تیز اور وفادار ہوتے تھے۔ بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے خود دوڑنے اور تیرا اندازی کے مقابلے کرائے[1]، ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان میں کمال مہارت (Excellence) کا مطالبہ کیا بلکہ یہاں تک کہا کہ دین اور دنیا کا جو کام بھی کرو اسے اپنی بہترین شکل میں انجام دو۔ اسلام میں 'احسان' کا یہی تصور ہے یعنی Par Excellence کا اور State of the Art ہونے کا۔ آپ ﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ جانور ذبح کرو تو چھری تیز ہونی چاہیے، کند نہیں۔[2]

اور جب مدینہ کے کسانوں نے آپ ﷺ کے کہنے پر کھجوروں کو پیوند نہیں لگایا اور پھل اچھا نہ آیا تو بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ طریقہ اختیار کرو جس سے پھل اچھا آئے۔ دنیا کے ان معاملات کو تم (اپنے علم و تجربے کی بنیاد پر) بہتر سمجھتے ہو اور ایسے امور محل ہدایت الٰہی بھی نہیں ہوتے[3]۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان قریشی قیدیوں کو جو فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے یہ کہا کہ وہ مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا[4]۔ ظاہر ہے اس تعلیم سے مراد نوشت و خواند کی بنیادی صلاحیت تھی نہ کہ علم دین کی تعلیم۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کا تقاضا ہے کہ مسلمان عقلی علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں بھی دوسروں سے آگے ہوں لیکن ہمارے علماء کرام کا یہ حال ہے کہ وہ دینی مدارس میں دنیاوی

---

[1] سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۱۶۳۷

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۵۵

[3] ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۴۷۱

[4] مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۲۱۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علوم پڑھانے پر تیار نہیں چہ جائیکہ ان میں تحقیق وابتکار کا سوچا جائے۔ حالانکہ ہمارا نظام تعلیم شروع ہی سے علماء کرام کے ہاتھوں میں رہا ہے، موحد (Integrated) رہا ہے اور اس میں تعلیمی ثنویت نہ تھی۔ مطلب یہ کہ مسلم تہذیب اور مسلم نظام تعلیم نے ایسے افراد پیدا کیے جو مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، لغوی ہونے کے ساتھ ساتھ مورخ، جغرافیہ دان، فلسفی، منتظم اور ماہر عمرانیات بھی تھے بلکہ سائنسدان، انجینئر، ریاضی دان، طبیب، ماہر فلکیات، کیمیا دان... بھی تھے اور یہ سب ماضی میں علماء کرام کے زیر نگرانی ہوتا تھا اور اس نظام تعلیم کی کامیابی کا سہرا علماء کرام ہی کو جاتا تھا۔ تو آج اگر علماء کرام کے ہاتھوں یہ سب کام نہیں ہو رہے تو اس ناکامی کی ذمہ رداری کا بوجھ بھی علماء ہی کو اٹھانا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ علماء کرام آج دینی علوم، عمرانی علوم اور سائنسی علوم یعنی علم کے تینوں شعبوں میں جہاں تحقیق، ابتکار اور اجتہاد کی ضرورت ہے، وہاں وہ یہ کام نہیں کر رہے۔

۲۔ تقلید میں مبالغہ

تقلید کوئی بہت پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ علمی اور انتظامی لحاظ سے اس کا تجربہ ہم میں سے ہر آدمی اپنی زندگی میں کرتا ہے۔ ہمیں جب کوئی بات معلوم نہیں ہوتی تو ہم وہ کسی ایسے آدمی سے پوچھ لیتے ہیں جس کے بارے میں ہماری یہ رائے ہو کہ وہ اسے ہم سے بہتر طور پر جانتا ہے۔ علاج کروانے کے لیے ہم کسی اچھے، کوالیفائڈ، تجربہ کار اور اچھے نتائج کی شہرت رکھنے والے ڈاکٹر/ طبیب کے پاس جاتے ہیں بلکہ اچھے ڈاکٹر کو ڈھونڈتے ہیں اور پھر ڈاکٹر جو دوائی تجویز کرتا ہے اسے برضا و بخوشی اور بلا چوں و چرا استعمال کرتے ہیں اور اس میں ہم اپنی رائے سے دخل نہیں دیتے کہ دو گولی کی جگہ ایک کھائیں گے یا صبح وشام کی بجائے صرف ایک دفعہ کھائیں گے بلکہ دوا ویسے ہی استعمال کرتے ہیں جیسے ڈاکٹر کی ہدایت ہوتی ہے۔ یہی تقلید ہے۔

اس کو آپ دینی معاملات پر قیاس کر لیجیے کہ ہمیں اگر کسی معاملے کی پوری طرح خبر نہ ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو کسی ایسے عالم دین سے پوچھ لینے اور اس کی بتائی ہوئی بات پر عمل کر لینے میں کوئی ہرج نہیں جس کے بارے میں ہماری رائے یہ ہو کہ وہ دین کا صحیح اور اچھا عالم ہے اور متقی ہے، بلکہ یہ حکم شرعی ہے [1]۔ لیکن اس بات کا (جسے آپ تقلید بھی کہہ سکتے ہیں) اس بلا شرط و بلا حدود کلی اطاعت سے کوئی موازنہ نہیں ہے جو ہم قرآن وسنت سے رکھتے ہیں کیونکہ قرآن وسنت کے بارے میں ہمارا رویہ مکمل اطاعت اور تقلید محض کا ہونا چاہیے اور بلا چوں و چرا ہر مسلمان کو اللہ و رسول کی ہر بات ماننی چاہیے خواہ اس کی حکمت اور فائدہ اسے معلوم نہ ہو یا اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن ان معنوں میں تقلید کا انطباق (جسے ہم تقلید اعمی یا اندھی تقلید یا بلا سوچے سمجھے، غیر مشروط، غیر محدود تقلید کہہ سکتے ہیں) ائمہ فقہاء کی تقلید پر نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری تقلید کا اصل مرجع تو قرآن وسنت ہیں تاہم جو شخص دین کا عالم نہ ہو، قرآن وسنت کا وسیع علم نہ رکھتا ہو یا ان سے استنباط مسائل پر قادر نہ ہو تو اس میں کوئی ہرج نہیں کہ وہ تفصیلات وفروع میں (جہاں حکم شرعی واضح طور پر معلوم نہ ہوتا ہو) کسی ایسے عالم یا فقیہ کی رائے قبول کر لے جس کے علم، تفقہ اور تقویٰ پر وہ اعتماد رکھتا ہو لیکن یہ حکم عامۃ الناس کے لیے ہے نہ کہ علماء کے لیے۔ علماء کرام کا کام یہ ہے کہ وہ احکام قرآن وسنت سے معلوم کریں۔ پہلوؤں کے کام سے بھی استفادہ کریں لیکن کسی کی تقلید اعمی نہ کریں۔ تقلید اعمی سے مراد یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں کسی پہلے فقیہ کی رائے کو بلا دلیل وحجت، قرآن وسنت کی طرح آنکھیں بند کر کے قبول کرنے کو اپنا وطیرہ بنالیں۔

۳۔ فقہ وفقہاء کی تقدیس

جب بلا شروط و بلا حدود اطاعت صرف اللہ و رسول کے لیے ہے یعنی قرآن وسنت کے لیے تو فقہ کی تقدیس چہ معنی دارد؟ فقہ سے ہماری مراد ہے وہ احکام فرعیہ وتفصیلیہ جو قرآن وسنت میں واضح طور پر موجود نہ ہوں اور جنہیں اجتہاد کے ذریعے نصوص قرآن وسنت سے

[1] النحل ۱۶: ۴۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستنبط کیا گیا ہو یا قرآن وسنت کی نصوص کی روشنی میں اور ان کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی رائے قائم کی گئی ہو۔ یہ احکام اصولی طور پر دو طرح کے ہو سکتے ہیں: ایک وہ امور دینیہ جن کے بارے میں اسلاف نے کوئی رائے قائم کی ہو اور دوسرے وہ جن کا تعلق محدثات ونوازل اور زمان ومکان وعرف کی تبدیلی سے ہو۔

نوع اوّل: کے بارے میں بہترین بات وہ ہے جو عالم اسلام کے جلیل القدر عالم اور فقیہ امام ابوحنیفہؒ نے کہی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر کسی معاملے میں صحابہ کرامؓ نے کوئی رائے قائم کی ہو تو میں اسے لے لیتا ہوں (یعنی اجماع صحابہؓ حجت ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں) اور اگر صحابہؓ میں اختلافِ رائے ہو تو میں ان میں سے کسی ایک کی رائے لے لیتا ہوں اور بحیثیت مجموعی ان کی آراء سے باہر نہیں جاتا (یعنی جب صحابہ کرامؓ کی رائے کسی مسئلے میں موجود ہو تو اس کی موجودگی میں اپنی [نئی] رائے کو اس پر مقدم کرنا خلافِ ادب ہے اور غلط ہے) لیکن جہاں تک ابن سیرینؒ، سعید بن مسیبؒ اور دوسرے تابعین کا تعلق ہے تو "هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ" یعنی جس طرح انہیں اجتہاد کا حق ہے، اسی طرح ہمیں بھی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی بات بالکل صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بعد امت کے سارے علماء حق اجتہاد میں برابر ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کو اجتہاد کا حق ہے تو امام شافعیؒ کو بھی ہے، امام لیثؒ کو بھی ہے، امام سفیان ثوریؒ کو بھی ہے اور بعد میں آنے والے علماء کو بھی ہے۔ ظاہر ہے اس کا انحصار اس امر پر ہے کہ مذکورہ شخص اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور امت کو ایسے شخص کے تفقہ اور تقویٰ پر اعتماد ہو۔ اس کے لیے ہمارے اصولیوں نے مجتہد کی جو شرائط گنوائی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں یعنی ضروری ہے کہ ایسا شخص قرآن وسنت کا عالم ہو، عربی زبان کا ماہر ہو، تفقہ کا ملکہ رکھتا ہو، اسلاف کے اجتہادات سے واقف ہو، مسئلہ زیر بحث کے مالہ وماعلیہ کا فہم رکھتا ہو، متقی ہو، مسلم ہو، عاقل وبالغ ہو وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے آئمہ فقہاء میں سے کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی رائے مقدس ہے، حتمی ہے آخری ہے، ہمیشہ کے لیے صحیح ہے اور کسی کو اس کے بعد رائے قائم کرنے کا حق نہیں۔ جب ہمارے ائمہ فقہاء میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی تو آج بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے امام کی رائے مقدس ہے، حتمی ہے، آخری ہے، نا قابل تغیر ہے، اور اس کے بعد کسی کو اس کے بارے میں رائے قائم کرنے کا حق نہیں، تو وہ ایک بے اصل بات کہتا ہے، جس کے غلط ہونے کے بارے میں کوئی شک نہیں۔

لیکن جہاں تک نوع ثانی کا تعلق ہے یعنی نوازل ومحدثات کا اور زمان ومکان اور عرف میں تبدیلی کا تو امت کے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ 'الحکم یدور مع العلة' یعنی محدثات میں ہر عصر کے مجتہد کو نیا حکم 'وضع' یا 'دریافت' کرنا پڑے گا ولا عیب فیہ۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر سے فلسطین گئے تو انہوں نے کئی امور میں اپنی اجتہادی رائے (مکان اور عرف میں تبدیلی کی بناء پر) بدل لی لیکن نہ اُس عہد کے علماء نے اس کو برا سمجھا اور نہ بعد میں کسی نے کبھی اس پر تنقید کی۔ لہٰذا اس نوع کے اجتہادی احکام میں چونکہ پہلوں کی رائے موجود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو اسے بدلنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا اس لیے ایسے معاملات میں پہلے ائمہ فقہاء کی رائے کو مقدس، حتمی، آخری اور نا قابل تغیر قرار دینا بالکل بودی بات ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہوتا ہے کیونکہ اگر اجتہاد میں غلطی کا امکان تسلیم نہ کیا جائے تو اجتہاد اور وحی میں فرق کیا رہا؟ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی عالم اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کے لیے دوہرا اَجر ہے لیکن اگر وہ غلطی کرے تو بھی اس کے لیے اکہرا اجر ہے[1] کیونکہ اس نے بہر حال ایک شرعی ذمہ داری ادا کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جس کے لیے وہ مستحق اجر ہونا چاہیے۔

---

[1] صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۸۰۵

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ کہ فروعات وتفصیلات میں احکام اجتہادیہ کو مقدس، حتمی، آخری اور نا قابل تغیر سمجھنے کا ہمارے جلیل القدر ائمہ فقہاء میں سے کسی نے کبھی دعوی نہیں کیا اور اگر کوئی کم سواد آج یہ دعوی کرتا ہے تو اس کا موقف کمزور، بودا اور نا قابل التفات ہے۔

اور جب ائمہ فقہاء کی فروعات میں اجتہادی آراء کو تقدس حاصل نہیں ہے تو فقہ کو، جو ان آراء کے مجموعے کا نام ہے، کیوں کر تقدس حاصل ہوسکتا ہے؟ اور اگر کوئی اس کے تقدس اور حتمیت کا دعوی یا مطالبہ کرے تو کیونکر اس کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ امام غزالی نے احیاء کے پہلے باب کتاب العلم میں بالکل صحیح کیا ہے کہ دین کا ماخذ قرآن وسنت کو قرار دیا ہے اور فقہ کو عمرانی علوم میں شمار کیا ہے[1]۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن وسنت کے ساتھ فقہ کو دین کا ماخذ قرار دینا بالکل غلط ہے۔ اگر چہ فقہ کی اہمیت مسلمہ ہے کہ یہ ہر مسلمان کی روزمرہ کی ضرورت کی چیز ہے لیکن اس کو اہم سمجھنے کا یہ مطلب کب ہے کہ اسے دین کے مآخذ کی طرح مقدس گردانا جائے۔ اِس وقت ہمارے دینی مدارس (اور دینی تعلیم) کا یہ حال ہے کہ فقہ کی تعلیم کو قرآن وحدیث پر بھی ایک گونا فوقیت دی جاتی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن پڑھاتے ہوئے قرآنی آیات سے اپنے فقہی موقف کو صحیح ثابت کیا جاتا ہے اور اسی طرح حدیث پڑھاتے وقت زور ان احادیث پر اور ان کی ایسی تشریح پر دیا جاتا ہے جس سے اس مدرسے کے فقہی مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ گویا ہمارے دینی مدارس میں تدریس القرآن والحدیث پر فقہ کا رنگ غالب ہے۔ اسی طرح اکثر بڑے دینی مدارس میں دارالافتاء اور مفتی صاحب موجود ہوتے ہیں، لیکن شیخ القرآن یا شیخ التفسیر صاحب موجود نہیں ہوتے۔ بہت سے مدارس میں 'تخصص فی الفقہ' کا کورس درس نظامی کے بعد کرایا جاتا ہے جبکہ قرآن اور علوم القرآن اور حدیث اور علوم

---

[1] آج کل مغربی تہذیب میں بھی قانون یعنی (Law) کو عمرانی علوم (Social Sciences) کا ایک حصہ شمار کیا جاتا ہے (اگر چہ مغربی تہذیب کا یہ موقف ہمارے لیے کوئی حجت نہیں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحدیث کے بارے میں تخصص شاذ ہی کہیں ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہماری مساجد میں اکثر و بیشتر دینی احکام کی اہمیت، حکمتیں اور فوائد اور ان کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی بجائے ان کے بارے میں فقہی مسائل بتائے جاتے ہیں جو کسی ایک مخصوص فقہی مکتب فکر پر مبنی ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہمارے دینی مدارس اور مساجد میں ہر کہیں فقہ چھائی ہوئی ہے اور اسے قرآن وحدیث کی طرح مقدس بنا دیا گیا ہے بلکہ اسے قرآن وحدیث کہہ کر پیش کیا جاتا ہے۔

متاخرین میں سے ہمارے ہم نام ایک بڑے عالم گزرے ہیں جو ابن عابدین شامی کے نام سے معروف ہیں۔ علامہ شامی نے اور متاخر حنفی فقہاء میں سے بعض دوسروں نے اجتہاد پر گفتگو کرتے ہوئے مجتہد کی اقسام بیان کی ہیں کہ ایک تو ہوتا ہے مجتہد مطلق، اس کے بعد مجتہد فی المذہب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اصحاب التخریج والترجیح ہوتے ہیں اور پھر عام فقہاء کی باری آتی ہے۔ ہم علامہ شامی کی جلالت علمی کے معترف ہیں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی یہ تقسیم مخدوش اور قابل ردّ ہے۔ ہمارے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ علامہ شامی اس رائے میں اس لحاظ سے شاذ اور منفرد ہیں کہ صحابہ اور تابعین تو رہے ایک طرف امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، ابن حنبلؒ میں سے کسی کی یہ رائے نہیں رہی۔ خود احناف کے اکابر میں سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور ان کے تلامذہ میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی۔ علامہ شامی تو بارہویں صدی ہجری کے عالم ہیں، متقدم حنفی فقہاء میں سے کسی عالم نے یہ بات نہیں کہی۔

۲۔ دور زوال اور تقلیدی رجحانات کی فروغ پذیری کے ماحول میں ان کی اس تقسیم نے بہت سے خلط مبحث بلکہ مباحث کو جنم دیا ہے مثلاً اس نے یہ تاثر پیدا کیا کہ مجتہد مطلق صرف بانیانِ ائمہ مذاہب تھے، ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوسکتا اور علماء میں باقاعدہ یہ بحث چھڑ گئی کہ کیا اب کوئی مجتہد مطلق ہوسکتا ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات یہ ہے کہ اس سوال کے اٹھائے جانے کی کیا تک ہے؟ کیا قرآن وسنت میں کہیں ذکر ہوا ہے کہ بانیان مذاہب مجتہدین مطلق ہوں گے اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوسکتا؟ کیا امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ اور ابن حنبلؒ نے کبھی دعوی کیا تھا کہ وہ مجتہد مطلق ہیں اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوگا؟ ہم کہتے ہیں کہ اس سوال کے اٹھانے جائے کا جواز کیا ہے؟ اور یہ سوال اٹھایا ہی کیوں جائے؟ کیونکہ قرآن وسنت کی رو سے اسلام اللہ کا آخری دین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ یہ دین قیامت تک کے لیے ہے اور اس کے قیامت تک قابل عمل اور صالح رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اجتہاد کا دروازہ آخر وقت تک کھلا رہے تو علامہ شامی صاحب 'مجتہد مطلق' کی اصطلاح وضع کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کیوں کرتے ہیں کہ ائمہ مذاہب کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوسکتا؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ائمہ مذاہب کے بعد اب اجتہاد نہیں ہوسکتا! جناب کیوں نہیں ہوسکتا؟ اس کے نقلی اور عقلی دلائل کیا ہیں؟ ہم یہاں اتنی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا ہے یا یہ کہ اب کوئی مجتہد مطلق نہیں ہوسکتا! ہم ان کے مزعومہ دلائل ایک ایک کر کے ذکر کریں اور پھر ہر ایک کا مسکت جواب دیں، بلکہ یہ کہنے پر اکتفا کریں گے کہ سارے نقلی اور عقلی دلائل اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ قیامت تک اجتہاد کا جاری رہنا ختم نبوت اور اسلام کے شمول وکمال اور اس کے قابل عمل رہنے کا لازمی تقاضا ہے اور جو لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسلام کے نادان دوست ہیں۔

۳۔ علامہ شامی کی اس تقسیم نے اجتہاد مطلق (اور اجتہاد) کی بے جا تقدیس میں اہم کردار ادا کیا ہے اور لوگوں میں یہ تاثر پھیل گیا ہے کہ اجتہاد کوئی ایسی ارفع ترین چوٹی ہے جسے سر نہیں کیا جاسکتا۔ اب جن لوگوں میں اجتہاد کی اہلیت ہے، وہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اجتہاد کر سکتے ہیں اور اگر کوئی اجتہاد کرے یا اجتہاد کا لفظ استعمال کیے بغیر دینی معاملات میں اپنی رائے ظاہر کرے تو اسے پتھر مارنے والے تو بہت ہیں لیکن اس کی قدر کرنے والا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں (حالانکہ پیغمبر اعظم وآخر حضرت محمد ﷺ نے اسے مستحق اجر قرار دیا ہے) اور ہم جو علامہ شامی کی اس رائے سے اختلاف کر رہے ہیں تو ہمیں خدشہ ہے کہ ہماری بھی شدید مخالفت ہوگی۔

۵۔ یہ بھی اجتہاد کی تقدیس ہی کی ایک صورت ہے کہ ائمہ مذاہب یا بڑے علماء کی رائے سے اختلاف کو مذموم سمجھا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مذمت کی دلیل کیا ہے؟ ائمہ مذاہب ہوں یا دیگر بڑے فقیہ، ہم سب کا احترام کرتے ہیں اور ان کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ائمہ مذاہب (جو مجتہدین مطلق سمجھے جاتے ہیں) کی آراء ناقابل تغیر ہیں؟ کیا وہ قرآن وسنت کی نصوص کی طرح مقدس اور حتمی ہیں؟ کیا ان بزرگوں پر وحی نازل ہوتی تھی؟ یا ان کا موقف ان کی اجتہادی آراء ہیں جو غلط بھی ہوسکتی ہیں اور صحیح بھی؟ جب ان میں عدم صحت کا امکان موجود ہے تو پھر ان کی تقدیس چہ معنی دارد؟ لیکن اس کے باوجود ان سے اختلاف کو مذموم سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں یاد آیا کہ ایک دفعہ ہم نے محکمہ اوقاف پنجاب کی بادشاہی مسجد لاہور میں قائم علماء اکیڈمی میں لیکچر کے دوران حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کسی رائے سے بڑے ادب واحترام سے دبے لفظوں میں اختلاف کا اظہار کیا تو ایک معمر عالم دین برافروختہ بلکہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے کلاس میں احتجاج کیا (اور بعد میں انتظامیہ سے جا کر شکایت کی)۔ اُن کا کہنا یہ تھا کہ آپ ہوتے کون ہیں حضرت شاہ صاحبؒ سے اختلاف کرنے والے؟ آپ کو اس کی جرأت کیسے ہوئی؟ آپ کی حیثیت حضرت شاہ صاحبؒ کے مقابلے میں کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسا علمی رویہ ہے؟ اور ائمہ اربعہ ودیگر کبار فقہاء کی آراء کو قرآن وسنت کی نصوص کی طرح مقدس سمجھنا کیوں ضروری ہے؟ اور علمی مسائل میں ان سے اختلاف کرنا قابل مذمت کیوں ہے؟

خلاصہ یہ کہ بلاشبہ فقہ وفقہاء کی اہمیت ہے لیکن اسے قرآن وسنت کی طرح مقدس بنا دینا غلط ہے۔ اسی طرح علامہ عابدین اور بعض دوسروں کا اقسامِ مجتہدین کا موقف بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کمزور، شاذ اور قابل ردّ ہے۔

۳۔ مسلک کو دین سمجھنا

تقلید اعمی کے بڑھتے ہوئے میلانات اور فقہ وفقہاء کبار کی تقدیس کے رجحان نے عصر حاضر میں اس رویے کو جنم دیا ہے کہ آج کل علماء کی اکثریت بالعموم اپنے فقہی وکلامی مسلک کو عین دین سمجھتی ہے اور اپنے فقہی مذہب کو 'دین' بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی یوں نہیں کہا جاتا کہ قرآن وسنت کی تعلیمات یہ ہیں اور ان کی تشریح وتفسیر میں ہمارے فلاں وفلاں حضرت کی یہ رائے ہے اور اس کے برعکس شافعیہ کی یہ رائے ہے اور مالکیہ کی یہ رائے ہے.... بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اور خود ہم بارہا کے اس کے عینی شاہد ہیں کہ ایک مقتدی مولانا صاحب سے نماز یا دین کا کوئی 'مسئلہ' پوچھتا ہے اور مولوی صاحب اسے حنفی فقہاء کی آراء دین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ گویا یہ دین کی یا نصوص قرآن وسنت کی واحد تعبیر ہو بلکہ عین دین ہو۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ لوگوں نے اور خود علماء نے مسلک اور دین میں فرق سمجھنا ترک کر دیا ہے۔ ان کا مسلک ہی ان کے لیے دین ہے اور اس مسلک کے لیے وہ تقدیس واحترام کے وہی جذبات رکھتے ہیں جو دین کے لیے رکھنے چاہئیں بلکہ اکثر علماء اپنے مسلک کی حمایت کے لیے وہی غیرت وحمیت اور عصبیت رکھتے ہیں جو صرف دین کے لیے رکھنی چاہیے۔ یوں مسلک 'معیارِ حق' بن گیا ہے بلکہ یہ 'معیارِ حق' ہونا نیچے کو سفر کرتا رہتا ہے یعنی جو حمیت وغیرت دین کے لیے ہونی چاہیے وہ مسلک کے لیے ہوتی ہے پھر مسلک بھی (مثلاً حنفیت) تقسیم ہوتا ہے اور دیوبندی عالم دیوبندیت کے لیے اور بریلوی علماء بریلویت کے لیے وہی حمیت اور غیرت رکھتے ہیں جو 'دین' کے لیے رکھنی چاہیے۔ پھر نیچے کی طرف یہ سفر مزید جاری رہتا ہے اور دیوبندی علماء میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو 'حیاتی' ہیں او رحیاتی ہونے کو معیارِ حق سمجھتے ہیں اور مماتیوں کو غلط اور گمراہ قرار دیتے ہیں اور 'حیاتی' موقف کے لیے حمایت اور غیرت وحمیت کے وہی جذبات رکھتے ہیں جو 'دین اسلام' کے لیے رکھنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہئیں۔ یہ لوگ مسلک کے اس اختلاف کو بنیادی اور جزری اختلاف قرار دیتے ہیں بلکہ اپنے سے مختلف مسلک ومشرب رکھنے والوں کو غلط، گمراہ، ضالّ، مضل اور بے دین سمجھتے اور کہتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۴۔ فرقہ واریت کا فروغ

فرقہ واریت اور مسلک پرستی نتیجہ ہے تقلید اعمی کے فروغ، مسلک کو دین سمجھنے اور کار فقہاء کو مقدس سمجھنے کا۔ فرقہ واریت کا مطلب ہے یہ کہنا کہ صرف میرا مسلک صحیح ہے اور باقی سارے مسالک غلط ہیں۔ پھر اپنے مسلک کو صحیح ثابت کرنا اور دوسرے مسالک کو غیر صحیح، غلط بلکہ مبنی بر گمراہی ثابت کرنا اور ان کے ابطال کی کوشش کرنا۔

فرقہ واریت کا مطلب یہ بھی ہے کہ فرقے اور مسلک کو تعصب اور تحزب کی بنیاد بنایا جائے جس طرح کہ پاکستانی معاشرے میں فرقے تحزب کی بنیاد ہیں۔ مسجدیں اللہ کا گھر ہوتی ہیں لیکن ہمارے ہاں ہر مسجد کسی نہ کسی فرقے اور مسلک کی ہوتی ہے اور یہ بات اس مسجد کے نام کا جزو ہوتی ہے اور نمایاں طور پر مسجد کی پیشانی پر یا نمایاں جگہ لکھی جاتی ہے اور اس کا برسر عام اعلان کیا اور ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ یہ مسجد دیوبندیوں کی ہے یا بریلویوں کی ہے یا اہل حدیثوں کی ہے۔ مسجد کا امام صرف اسی مسلک کا ہوسکتا ہے اور عام طور پر اسی مسلک کے ماننے والوں کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہم جب چھوٹے تھے تو اگر بریلویوں کی مسجد میں کوئی اہل حدیث نماز کے لیے آجاتا تو باقاعدہ مسجد دھلوائی جاتی تھی کہ ناپاک ہوگئی ہے۔ یا کوئی غیر مقلد یا آزاد خیال بریلویوں کی مسجد میں چلا جاتا اور اس کے سر پر ٹوپی نہ ہوتی تو اسے گھورا جاتا، تنبیہ کی جاتی اور ایسے شخص کے سر پر زبردستی ٹوپی جمائی جاتی۔ اب الحمدللہ! وہ سختی نہیں رہی اور کچھ کشادگی ماحول میں پیدا ہوگئی ہے۔

اسی طرح پاکستان میں ہر دینی مدرسہ کسی نہ کسی فرقے اور مسلک کا ہوتا ہے اور اس میں صرف اسی مسلک کے ماننے والوں کے بچے داخل ہوسکتے ہیں اور اساتذہ بھی صرف اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلک کے ہوتے ہیں۔قرآن وسنت کی تشریحات بھی اس طرح کی جاتی ہیں کہ مدرسے کا مسلک صحیح ثابت ہواور دوسرے مسالک کو غلط اور گمراہ کن ثابت کیا جائے۔ یوں ان دینی مدارس میں دین کے عالم نہیں اس فقہی مسلک کے سپاہی اور علمبردار تیار کیے جاتے ہیں۔

مدرسے اور مسجد کے علاوہ فرقے اور مسلک کی بنیاد پر تحزب کا تیسرا بڑا دائرہ دینی سیاسی جماعتوں کا ہے کہ ہر مسلک کے لیڈر نے ایک سیاسی جماعت بنالی ہے بلکہ ہر مسلک کے اندر جتنے لیڈر ہیں انہوں نے اس مسلک کی اپنی دینی سیاسی جماعتیں بنا رکھی ہیں۔اس تقسیم در تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ سب ناکام ہیں اور یہ ناکامی ڈھکی چھپی نہیں،نوشتۂ دیوار ہے اور ہر کوئی جو سر میں بھیجا رکھتا ہے۔اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جب آپ ایک مسلک کی بنیاد پر جماعت بناتے ہیں اور دوسرے مسالک سے آپ کی حریفانہ کشمکش پہلے سے موجود ہے تو دوسرے مسالک والے آپ کو ووٹ کیوں دیں گے اور آپ کو کامیاب کیوں بنائیں گے؟

پھر یہ تفریق اور تعصب علماء تک محدود نہیں رہا بلکہ علماء نے اسے عوام تک منتقل کر دیا ہے۔یوں یہ تقسیم اور فرقہ واریت عوام میں پھیل گئی ہے اور اس نے مسلم معاشرے کی یکجہتی اور ہم آہنگی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔یوں علماء ہوں،خواص ہوں یا عوام فرقہ واریت کے اس تعصب اور زہر نے سب کے فکر وعمل کو مسموم کر رکھا ہے اور ہماری طرح کے لوگ جو اس فرقہ بازی سے اٹھ کر اور اس سے بالاتر رہتے ہوئے دین کا کام کرنا چاہتے ہیں، ان کی پذیرائی کرنے والا کوئی نہیں۔یوں فرقہ واریت ہر سو چھائی ہوئی ہے اور اس نے مذہب اور دین کی جگہ لے لی ہے اور اس کے بغیر دین کا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔

ہمارے مخاطب چونکہ علماء کرام ہیں لہٰذا ہم انہیں کیسے بتائیں کہ قرآن وسنت کس طرح تفرقہ بازی کی مذمت کرتے ہیں اور مسلمانوں میں اخوت،مؤدت اور بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتے ہیں کہ علماء کرام پہلے سے یہ آیات واحادیث پڑھتے پڑھاتے ہیں اور جانتے ہیں۔بتایا تو ان کو جاتا ہے جو جانتے نہ ہوں۔جو جانتے ہوں (بلکہ جو عالم اور علامہ ہوں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کو کیسے بتایا جائے؟ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اس صورت حال کے پیدا کرنے اور جاری رکھنے کی بنیادی ذمہ داری تو علماء کرام پر ہی عائد ہوتی ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے (لیکن علماء کو شاید اس کا احساس نہیں) کہ ان کو پھاڑنے اور تقسیم کرنے کا کام بنیادی طور پر استعمار نے کیا تھا۔ اب گورے استعمار کے بعد کالے استعمار سے ہمارا سابقہ ہے یعنی مقامی مسلم حکمران طبقے (سیاستدان، بیوروکریسی، فوج، عدلیہ، پولیس....) یہ مغربی قوتوں کے ایما پر علماء کو باہم لڑانے اور تقسیم کرنے میں مصروف عمل ہیں اور اس میں ان کا اپنا فائدہ بھی ہے کہ مولوی صاحبان آپس میں لڑتے رہیں اور وہ آرام سے حکومت کرتے رہیں۔

اس فرقہ واریت کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ علماء کے درمیان تفرق وتشتت اور عدم اتحاد کا سبب ہے۔ علماء کے مسالک، جماعتیں، ادارے سب ایک دوسرے کے حریف ہیں، حلیف نہیں۔ یہاں تک کہ وہ پاکستان کے مسلمانوں تک دین پہنچانے، انہیں اچھا مسلمان بنانے، ملک میں شریعت نافذ کرنے اور غیر اسلامی قوتوں کا مقابلہ کرنے جیسے بنیادی کاموں کے لیے بھی متحد ہونے کو تیار نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں بے دینی پھیل رہی ہے، عام آدمی دین سے دور ہو رہا ہے اور معاشرے وریاست میں سیکولرزم اور لبرل ازم کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے لیکن فرقہ واریت کی وجہ سے دینی قوتوں کو اب بھی اس امر کا احساس نہیں کہ وہ دین کے لیے جمع ہوں اور ان حالات کا مقابلہ کریں۔

یہ سنجیدہ اور بزرگ علماء کرام کا کام ہے کہ وہ ان حالات کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ اس بڑھتی ہوئی فرقہ واریت کے اسباب کیا ہیں اور وہ پھر ان کا توڑ بھی کریں۔

۵۔ غلط تصوف

اسلام قوت وحرکت کا دین ہے اور مسلمانوں کا تزکیے کا ادارہ تصوف اس کا نقیض نہ تھا۔ یہ دنیا کی غیر ضروری محبت دل سے نکالتا تھا، دنیا سے بے تعلق نہ کرتا تھا۔ لیکن جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصوف میں بگاڑ آ گیا تو اس میں رہبانیت اور جمود کے جراثیم سرایت کر گئے۔ دور متاخر کے صوفیا نفس کشی کے لیے جنگلوں بیابانوں میں نکل جاتے، آبادیوں سے باہر اپنا مسکن بناتے اور علائق دنیا سے پرہیز کرتے۔ حالانکہ اسلام میں 'تہذیب نفس' کا تصور تھا نہ کہ 'نفس کشی' کا۔ شروع کے صوفیاء دین کے باقاعدہ عالم ہوتے تھے، بعد میں یہ خصوصیت بھی جاتی رہی۔ غرض دور متاخرین کا تصوف قوت وحرکت کی بجائے جمود و تعطل کا استعارہ بن گیا اور دنیا سے کٹ جانا اور اس میں ملوث نہ ہونا محمود ہو گیا۔ ہم عمومی بات کر رہے ہیں ورنہ استثناءات تو ہر ضابطے، قانون اور روایت میں ہوتے ہیں اور تصوف میں بھی اچھے لوگ ہمیشہ موجود رہے اور آج بھی ہیں۔

۶۔ تعلیمی ثنویت

تعلیم وتربیت ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کی تعمیر شخصیت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ مسلم نظام تعلیم کا امتیازی وصف اوّل روز ہی سے یہ رہا ہے کہ طلبہ کی تعلیم وتربیت اس انداز سے کی جائے کہ وہ مستقبل میں اچھے اور عملی مسلمان ثابت ہوں۔ انہیں دین کا ایک متوازن تصور دیا جائے تاکہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکیں۔ وہ نہ صرف اپنی انفرادی زندگی میں دینی تعلیمات پر عمل کریں بلکہ اسلامی تناظر میں اپنی اجتماعیت یعنی مسلم معاشرے اور ریاست کی تشکیل، بقاء، استحکام اور استمرار میں بھی اپنا حصہ ڈالیں۔ لیکن جب مسلم نظام تعلیم وتربیت میں کمزوریاں پیدا ہوئیں اور اس نے طلبہ میں وہ جذبہ اور وہ وژن پیدا کرنا بند کر دیا جو مطلوب تھا تو پہلے اس کے معیار مطلوب میں کمی آئی اور پھر یہ بتدریج مکمل فقدان کی طرف بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ پہلے استعمار کے دباؤ میں تعلیمی ثنویت پیدا ہوئی اور پھر علماء نے اسے برضا ورغبت قبول کر لیا کہ ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعلیمی ثنویت کیا ہے؟ دین و دنیا میں تفریق، معاشرے کی مسٹر اور ملّا میں تقسیم۔ دین کا ایسا یک رخا اور گوسفندانہ تصور جس میں مسلم فرد کی غیر متوازن انداز میں تعمیر سیرت ہو اور مسلم اجتماعیت (معاشرے اور ریاست) کی عظمت و حشمت ہدف ہی نہ ہو۔

۷۔ دینی مدارس میں دنیاوی علوم کی عدم تدریس

تعلیمی ثنویت کا بنیادی مظہر یہ ہے کہ دین کے نام پر ایسی تعلیم دی جائے جس میں کارِ دنیا ہدف نہ ہو۔ اب ہم علماء کرام کو کیسے سمجھائیں کہ دین و شریعت تو نام ہی اس چیز کا ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزاری جائے۔ اگر دنیا کی زندگی اسلام کے مطابق گزارنا دینی تعلیم کا ہدف نہ ہو تو یہ دین کا کیسا تصور ہے؟ اور یہ کیسی دینی تعلیم ہے؟ دنیا تو مزرعۃ الآخرۃ ہے۔ یہاں بیج نہیں بوؤ گے تو آخرت میں کاٹو گے کیا؟ دنیا تو دار العمل ہے، اگر یہاں انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق اعمال دین کے مطابق نہ ہوں گے تو دار الجزاء میں ہمیں ملے گا کیا؟ جب (اسلامی تناظر میں) دنیاوی سرگرمیاں مطلوب ہی نہ ہوں، ہدف ہی نہ ہوں تو لازماً آپ حرکت و قوت سے محروم ہو جائیں گے اور جمود و تعطل کا شکار ہو جائیں گے۔

۸۔ طلبہ میں اجتہاد کا ملکہ پیدا نہ کرنا

اجتہاد کی تقدیس ہی کی وجہ سے علماء کرام اپنے طلبہ کی اس طرح تربیت نہیں کرتے کہ ان میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہو بلکہ وہ انہیں تقلید ہی کا درس دیتے ہیں اور پختہ مقلد بنا کر نکالتے ہیں۔ اگر علماء اپنے طلبہ یعنی مستقبل کے علماء میں اجتہاد کا ملکہ پیدا کرنا چاہتے ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ:

- طلبہ کو اصول فقہ کا مضمون گہرائی میں جا کر پڑھایا جائے اور مذاہب اربعہ (بلکہ شیعہ کے بھی) اصول قیاس و استنباط انہیں تفصیل سے بتائیں جائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- پھر انہیں نصوص سے اخذ واستنباط کی مشق کرائی جائے یعنی ان کے سامنے کوئی منتخب قرآنی آیت رکھی جائے یا کوئی حدیث رکھی جائے اور ان سے کہا جائے کہ ان سے مسائل کا استنباط کرو اور اس میں سابقہ فقہاء کے کام کو سامنے رکھ کر اس کی نقل نہ کرو بلکہ خود سوچو۔ [سابقہ فقہاء کا کام بطور نمونہ پہلے سے ان کے علم میں ہونا چاہیے] طلبہ سے یہ مشق بار بار کرائی جائے۔

- طلبہ کے سامنے جدید مسائل رکھے جائیں اور ان سے مطالبہ کیا جائے کہ ان کے بارے میں حکم شرعی دریافت کرو۔ کسی استاد سے یا ساتھی سے مدد نہ لو۔ خود تحقیق کرو۔

- اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ فقہ میں صرف حنفی فقہ کی کوئی کتاب پڑھانے پر اکتفانہ کیا جائے (آج کل صرف ہدایہ پڑھائی جاتی ہے اور بعض جگہ قدوری بھی اور یہ دونوں فقہ حنفی کے متون ہیں) بلکہ انہیں مذاہب کے تقابلی مطالعے کی کوئی کتاب پڑھائی جائے جیسے البدایہ والنہایہ، تاکہ ان کا مطالعہ ایک مسلک تک محدود نہ رہے بلکہ دوسرے مسلک کے دلائل اور احکام بھی ان کی نظر سے گزریں اور انہیں احساس ہو کہ یہ سب فروعی اجتہادی احکام ہیں، ان میں سے کسی مسلک کو بھی اوفق بالقرآن والسنۃ سمجھ کر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ کسی ایک مسلک کو تقدس حاصل نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں دوسرے مسالک کی آراء بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنی ان کے مختار مسلک کی کوئی رائے۔

- تقابلی مطالعہ میں مغربی قانون واصول قانون، اقوام متحدہ کے چارٹرز اور کنونشنز اور پاکستانی قوانین کا مطالعہ بھی شامل ہونا چاہیے کیونکہ جب تک معاصر حالات اور ماحول کی خبر نہ ہو صحیح اجتہاد نہیں ہوسکتا۔

اگر ان باتوں کا اہتمام کیا جائے تو توقع ہے کہ طلبہ میں اجتہاد کا ملکہ پیدا ہوگا اور ذہین اور محنتی طلبہ مستقبل میں اسے بڑھا کر فقیہ اور مجتہد بننے کے اہل ہوسکیں گے۔

۹۔ دعوتی واصلاحی جماعتوں کا دین کا ناقص تصور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں انفرادی اور اجتماعی۔ انفرادی زندگی کا تعلق فرد سے ہوتا ہے اور اجتماعی زندگی کا معاشرے اور ریاست سے۔ اسلام انسانی زندگی کے ان دونوں پہلوؤں سے اعتناء کرتا ہے اور دونوں کے لیے مکمل رہنمائی عطا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں پہلوؤں پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزار کر دکھائی اور آپ ﷺ کا طرزِ عمل قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ اور نمونہ و ماڈل ہے۔ اس حوالے سے اسلام کی اپروچ یہ ہے کہ وہ بات تعمیر و اصلاح فرد سے شروع کرتا ہے اور پھر معاشرے اور ریاست کی تشکیل و تعمیر بھی اسی سے کراتا ہے۔

آج اس کا بہترین حل یہ ہے کہ آدمی مانے تو پورے دین کو لیکن عملی جدوجہد کسی ایک میدان میں کرے (تقسیم کار کے اس اصول پر ہم نے تیسرے باب میں ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے) اور اس طرح کرے کہ وہ دین کے دوسرے شعبوں سے مربوط ہو اور ان کی تائید کرے .... لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں یہ ہوا ہے کہ ایسی دعوتی و اصلاحی تنظیمیں، ادارے اور تحریکیں وجود میں آ گئی ہیں جو فرد پر اس طرح محنت کرتی ہیں کہ اسے اجتماعی زندگی (معاشرے اور ریاست) سے مربوط نہیں کرتیں۔ اس کی مثال ہمارے ہاں تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کی ہے۔ دینی مدارس اور تصوف کے حلقے بھی اسی نقطۂ نظر سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔

۱۰۔ دین کے سیاسی غلبے کے تصور میں مبالغہ

کچھ اہل علم نے خلافت کے خاتمے، مسلمانوں کے زوال، نکبت، غلامی اور مغربی فکر و تہذیب کے عروج و غلبے سے یہ سمجھا کہ اصل چیز تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی بدلے، اسلامی ریاست قائم ہو اور وہ اس قوت و اقتدار کو اسلام کے غلبے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے استعمال کریں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے سیاسی جدوجہد شروع کی اور غیر صالح مسلم حکمرانوں کے حریف کے طور پر سامنے آئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم یہاں جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان دینی سیاسی جماعتوں اور تحریکوں نے اجتماعی تبدیلی کے لیے براہ راست سیاسی جدوجہد کو ذریعہ بنایا اور ان سے قرآن وسنت کی اس بات سے صرفِ نظر ہو گیا کہ تبدیلی کی بنیاد فرد ہے اور فرد کی تبدیلی کی اساس تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس ہے لہٰذا جب تک فرد کو اسلامی مقاصد کے لیے نہ بدلا جائے، معاشرے اور ریاست کی سطح پر کوئی تبدیلی آ ہی نہیں سکتی۔

اس بات کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ دینی فکر کے جمود کی وجہ سے جب امت کو مغربی فکر وتہذیب کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا تو بعض اہل علم نے مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر دعوت واصلاح کی ایسی حکمت عملی وضع کی جو اجتماعی زندگی کے تغیر پر منتج نہیں ہوتی تھی یا پھر اس کے مقابلے میں کچھ اہل علم نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو اس طرح بدلنا چاہا کہ اس میں فرد کی تبدیلی کے بنیادی اصول سے صَرفِ نظر ہو گیا۔ پہلے نقطۂ نظر کی مثال تبلیغی جماعت، دینی مدارس اور اہل تصوف ہیں تو دوسرے کے علمبردار جماعت اسلامی، تنظیم اسلامی اور تحریک اسلامی وغیرہ۔

۱۱۔ مغربی فکر وتہذیب کی عدم تفہیم اور عدم ردّ

علماء کے فکری جمود اور علمی عدم تحرک کا ایک بڑا نتیجہ اور مظہر یہ ہے کہ علماء کو اس امر کا احساس ہی نہیں کہ آج اسلام اور مسلمانوں کو جو سب سے بڑا خارجی چیلنج درپیش ہے وہ مغربی فکر وتہذیب کا اور اس کے علمبردار مغربی ممالک کا ہے۔ اہل مغرب نے زوال پذیر مسلم معاشرے کی ہلتی ہوئی دیوار کو دھکا دے کر گرا دیا اور گھر پر قبضہ کر لیا۔ انہوں نے مسلم ممالک کو نہ صرف لوٹا، اجاڑا اور تباہ کیا بلکہ انہیں ہمیشہ غلام رکھنے کے لیے ان کو علمی لحاظ سے مفلس اور فکری طور پر غلام بنایا۔ ان کا نظام تعلیم ختم کیا، ان کا نظام عدالت، قانون، سیاسی ادارے، ثقافتی منہج سب کو ادھیڑ ڈالا اور ان کے اجتماعی ڈھانچے کی اپنی فکر وتہذیب کے مطابق تشکیلِ نو کی تاکہ ایسی مسلمان نسلیں پروان چڑھیں جو برائے نام مسلمان ہوں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فکری اور علمی لحاظ سے مغرب کی غلام ہوں اور وہ اس میں کامیاب رہے۔ اس کے بعد دوسری جنگ عظیم کے بعد جب یورپی ممالک کمزور ہونے اور مسلمان ممالک کو آزادی دینے پر مجبور ہوئے تو انہوں نے پلاننگ کی کہ اقتدار ان لوگوں کو منتقل ہو جو اس کے فکری غلام ہوں۔ اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے۔ پھر انہوں نے کامیابی سے یہ کام بھی کیا کہ ایسے لوگ ہی اقتدار میں رہیں اور ان کی پالیسیوں اور مقاصد کے لیے کام کرتے رہیں تاکہ مسلمان نشاۃ ثانیہ کے لیے اسلام کی طرف نہ پلٹیں۔ اس کے باوجود کچھ ممالک سر اٹھانے میں کامیاب ہو گئے تو اب امریکہ و یورپ نے اپنی مہیب اور جدید جنگی مشینری سے ان کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ افغانستان، اعراق اور لیبیا کا حشر ہمارے سامنے ہے۔ شام اور یمن اجڑ رہے ہیں پاکستان اور ایران وغیرہ دباؤ میں ہیں۔

علماء یہ سب ہوتا دیکھتے رہے۔ عہد غلامی میں انہوں نے اتنا کیا کہ نئے طرز کے مدارس کے ذریعے انہوں نے دین کو معاشرتی اور مذہبی سطح پر زندہ رکھا اور عہد غلامی کے خاتمے کے لیے سیاسی جدوجہد کرتے رہے لیکن اس سارے عرصے میں انہیں یہ احساس نہیں ہوا کہ مغرب کا چیلنج صرف سیاسی اور عسکری نہیں، اس سے بڑھ کر علمی، فکری اور تہذیبی ہے اور یہ کہ انہوں نے مغرب کے اس علمی و فکری چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا بلکہ انہیں اس کا احساس ہی نہیں۔ وہ تو انگریزی زبان پڑھنے پڑھانے کے لیے تیار نہیں جو مغربی فکر و تہذیب کو سمجھنے کا دروازہ اور اس کی تفہیم کی طرف پہلا قدم ہے۔ پاکستان کے کسی مدرسے میں 'مغربی فکر و تہذیب کا تفہیمی اور تنقیدی مطالعہ' شامل نصاب نہیں۔ جب علماء مغربی فکر و تہذیب کو سمجھتے ہی نہیں تو وہ اس کا رد کیا کریں گے؟ اس سے بڑھ کر علماء کے علمی و فکری جمود کا ثبوت کیا ہوگا؟

۱۲۔ معاشرہ اور ریاست کو بے دین لوگوں کے سپرد کرنا

پاکستان میں معاشرہ اور ریاست کی دین سے دوری کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ اہل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دین نے ریاست کو اسلامی بنانے کے لیے افرادِ کار تیار اور مہیا نہیں کیے۔ ظاہر ہے جب علماء کی تعلیم کا مقصد مسجد اور مدرسے کے لیے آدمی تیار کرنا ہو، وہ اپنے طلبہ کو عصری/ دنیاوی علوم کی تعلیم ہی نہ دیں، اپنے طلبہ کو ریاستی اداروں میں کام کرنے کے قابل ہی نہ بنائیں اور جدید تعلیم کے اداروں میں جو کروڑوں مسلمان بچے پڑھ رہے ہیں، ان کے نظام تعلیم میں وہ موثر اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام ہی نہ کریں تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ وہ خود معاشرے اور ریاست کو بے دین لوگوں کے سپرد کر رہے ہیں۔ علماء میں اگر فکری جمود نہ ہوتا تو وہ اس بات کی اہمیت کو سمجھتے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اقدامات کرتے!

۱۳۔ تجدد کا اُبھرنا

اگرچہ مسلم معاشرے میں تجدد کا سبب مغربی فکر و تہذیب سے مرعوبیت اور اس کے غلبہ و بالادستی سے متاثر ہو جانا ہے اور متجد دین میں اس خواہش کا ابھرنا ہے کہ وہ اسلام کو مغربی فکر و تہذیب کے مطابق ثابت کریں یا گھڑ کر اس کے مطابق بنائیں تاکہ مسلمان بھی مغربی فکر و تہذیب کی پیروی کریں اور ان کی رائے میں دنیا میں ترقی کریں لیکن تجدد کے ابھرنے کی دوسری بڑی وجہ علماء کا جمود بھی ہے بلکہ دیکھا جائے تو تجدد جمود کا ردّ عمل ہے۔ ظاہر ہے جب آپ ان امور میں بھی اجتہاد نہیں کریں گے جہاں اجتہاد کی ضرورت ہے تو وہ کیا کہتے ہیں کہ خانۂ خالی را دیواں می گیرند تو ظاہر ہے ایسے لوگ بھی اجتہاد کرنے آموجود ہوں گے جو اس کے اہل نہیں ہیں یا جن کے دماغ میں فتور ہے کہ اسلام کو تبدیل کر کے، اس کی تاویل کر کے اسے غیر اسلام کے مطابق بناؤ کہ ان کی رائے میں اس میں اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہے۔

ہماری رائے میں تجدد کے خاتمے اور حوصلہ شکنی کے لیے ضروری ہے کہ علماء حالت جمود سے نکلیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں اجتہاد کریں۔ لیکن اگر وہ یہی کہتے رہیں کہ ہم میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں اور ہم تقلید ہی کرتے رہیں گے تو ظاہر ہے نوازل و محدثات کی کمی نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور زمان ومکان کی تبدیلی کی وجہ سے پہلے کے اجتہادات میں تغیر بھی ضروری ہے۔ تو یہ کام اگر نہ کیا جائے تو خلاء پیدا ہو جائے گا جسے پُر کرنا ضروری ہے.... جسے اگر اہل لوگ پُر نہیں کریں گے تو نااہل لوگوں کا ہاتھ کون پکڑے گا؟ کیونکہ آج کل کے مغرب زدہ حکمران تو متجددین کو خوش آمدید کہیں گے نہ کہ ان کی حوصلہ شکنی کریں گے۔

حل کیا ہے؟

سوال یہ ہے کہ جمود بھی غلط ہے اور تجدد بھی غلط ہے تو حل کیا ہے؟ ہماری رائے میں حل حالت اعتدال ووسط میں ہے۔ مطلب یہ کہ اہل سنت کے علماء آگے آئیں اور جہاں ضرورت ہو وہاں اجتہاد کریں اور یہ کہنا چھوڑ دیں کہ ہم اجتہاد کے اہل نہیں اور ہم اجتہاد نہیں کریں گے۔ وہ علامہ ابن عابدینؒ کی اس تقسیم سے بھی صَرفِ نظر کریں جو انہوں نے اجتہاد اور مجتہدین کے حوالے سے کی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ صحیح خطوط پر اجتہاد کریں گے۔ صحابہ اور اسلاف کے اجماع اور جمہور ائمہ کی آراء کا احترام کریں گے اور نصوص سے اخذ واستنباط کا کام صحیح اصولوں پر کریں گے۔ لیکن ظاہر ہے اگر وہ یہ کام نہیں کریں گے تو امت کا نقصان ہوگا اور اس کا خدشہ بڑھ جائے گا کہ پھر نااہل لوگ اجتہاد کریں گے، جو قرآن وسنت سے استنباط کے وقت ان کی من مانی تشریح کریں گے اور رائے قائم کرتے وقت صحابہ کرام واسلاف کے اجماع اور جمہور علماء کی رائے کو کوئی وزن نہیں دیں گے اور ایسی آراء قائم کریں گے جو غیر متوازن ہوں گی، جو دین کے مزاج کے خلاف ہوں گی، جو غیر اسلام کے تقاضوں اور مقاصد کو پورا کرنے والی ہوں گی نہ کہ اسلامی تقاضوں اور مقاصد شریعت کو پورا کرنے والی ہوں گی۔

۱۴۔ جمود کا نتیجہ زوال اور زوال کا استمرار

جمود کا حتمی نتیجہ ہے زوال اور اسلام کی ہزیمت اور مسلمانوں کی ذلت ورسوائی۔ ہم اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عظیم حادثے سے گزر چکے اور گزر رہے ہیں لیکن ہم ڈھیٹ ہیں اس شتر مرغ کی طرح جو طوفان کے وقت سر ریت میں دیا لیتا ہے اور یہ تصور کر لیتا ہے کہ کوئی طوفان نہیں آیا اور آیا بھی تو خیریت سے گزر جائے گا۔

جمود کا زوال سے بھی زیادہ خطرناک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ احساس زیاں اور احساس زوال کو کچل دیتا ہے۔ آپ اس زوال کے عادی ہو جاتے ہیں کولہو کے اس بیل کی طرح جو دن رات گھومتا رہتا ہے اور گھومنے کی غایت اور شعور بھی کھو دیتا ہے، یہاں تک کہ آپ کو احساس ہی نہیں رہتا کہ آپ غلام ہیں۔ یہ بے حسی دراصل جمود، فکری غلامی اور ذہنی افلاس کا منطقی نتیجہ ہوتی ہے اور جب آپ فکری غلامی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہی نہیں.... جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ 'مسلمانوں کے عروج وزوال' کا موضوع ہمارے ملک بلکہ عالم اسلام کے کسی دینی مدرسے اور کسی جدید یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہی نہیں نہ اس کے لیے کوئی تحقیقی سنٹر کسی مسلم یونیورسٹی میں قائم کیا گیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ زیاں سے زیادہ بڑا زیاں یہ ہے کہ احساسِ زیاں جاتا رہے اور غلامی سے بڑا نقصان یہ ہے کہ احساسِ غلامی جاتا رہے۔ ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہمارے علماء اور ہمارے دانشور جمود کی اس منزل پر ہیں جہاں حریت فکر ایک خواب ہے، جہاں اجتہاد کا سوچنا جرم ہے، جہاں تحقیق کا مطلب اسلاف کے اقوال جمع کرنا ہے۔

....حالت یہ ہے کہ جو کوئی علماء اور دانشوروں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کرے وہ بھی مجرم ہے اور پتھروں کا مستحق.... یا اللہ! ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور ہماری اعانت فرما۔

تو خیر! ہم یہ کہہ رہے تھے کہ جمود کا نتیجہ زوال ہی نہیں زوال کا استمرار بھی ہے کیونکہ جب آپ کی سونگھنے کی حس ختم ہو جائے تو آپ پھولوں بھرے باغیچہ میں بھی جائیں تو آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو خوشبو نہیں آئے گی۔ جب آپ کو احساس ہی نہیں کہ آپ حالتِ زوال میں ہیں اور آپ اس پر غور وفکر کرنے پر تیار نہیں کہ ہماری اس نکبت کا سبب کیا ہے اور ہم اس سے کیسے نکل سکتے ہیں... تو آپ عملاً حالتِ زوال سے کیسے نکل سکتے ہیں؟ تو ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جمود نہ صرف سببِ زوال ہے بلکہ ہمارے زوال کے استمرار کا سبب بھی ہے۔

حاصلِ بحث:

یہ کہ ہمارے علماء کرام کو احساس فرمانا چاہیے کہ وہ جمود کا شکار ہیں اور انہیں اس اجتہاد، تحقیق، ابتکار اور حریت فکری کی طرف مراجعت کرنی چاہیے جو قرآن وسنت کا تقاضا ہے اور جو ان کے اسلاف اور ائمہ مجتہدین کا طرزِ عمل تھا۔ (البرہان فروری ۲۰۲۰ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

معیار (اسلامی علوم میں جامعاتی تحقیق کی زبوں حالی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسٹس ڈاکٹر محمد الغزالی[1]

پاکستانی یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ میں تحقیق

تحدیات اور تقاضے

[پاکستانی یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ میں تحقیق کے موضوع پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی دوروزہ ورکشاپ منعقدہ ۹، ۱۰ جنوری ۲۰۱۳ء سے جسٹس ڈاکٹر محمد الغزالی کا کلیدی خطاب]

حمد وثناء کے بعد

اسلامی تحقیق میں معیار کا حصول اور جستجو ایک فطری امر ہے۔ یہ معیار زندگی کے ہر شعبہ میں، ہر علم وہنر میں مطلوب ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو انسانی تہذیب میں کوئی ترقی، کوئی وسعت نہیں ہوسکتی تھی۔ دنیا کے ہر ملک، معاشرہ اور ثقافت میں ترقی اور عروج کا حصول اور اس کے لیے مسلسل کوشش کرنا اور تمام صلاحیتوں اور ہر ممکن وسائل کا خرچ کرنا تاریخ انسانی کا لازمی حصہ رہا ہے۔ آج بھی ہر جگہ یہ جدوجہد جاری ہے اور انسانی زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہے گی۔

پھر اسلامی تحقیق کے میدان میں تو بطریق اولیٰ یہ ہم سب کا مقصد ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہی علوم ومعارف کی وہ اعلیٰ ترین سطح ہے جہاں تک انسانوں کی رسائی ممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ علوم الوحی سے اعلیٰ اور ارفع کسی اور علم کی حیثیت نہیں ہوسکتی؛ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، یہ علم وہ ہے جو اس قابل ہے کہ اس کی خاطر زندگی کے بہترین لمحات وقف کر دیے جائیں اور بہترین وسائل کو اس میدان میں کھپا دیا جائے۔ یہ ایک ظاہر اور بدیہی بات ہے کہ خود خالق کائنات کی مرضی اور منشا کا علم اس کی بنائی ہوئی مادی دنیا یا اس کی مخلوق حیوانی

---

[1] جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان (شریعت اپیلنٹ بنچ) سابق پروفیسر ومحقق ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یا انسانی زندگی کے بارے میں معلومات سے بہرحال افضل اور برتر ہوگا۔ اس لیے اگر مسلسل ترقی اور اعلیٰ معیار علم کے کسی بھی شعبہ میں قابل حصول ہے تو اسلامی تحقیق کے میدان میں تو یہ بہت زیادہ ضروری ہے۔

ساتھ ہی اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اسلامی علوم کی دنیا، جس سے ہم اور آپ وابستہ ہیں، اس کے بنیادی طور پر تین دائرے ہیں اور ہماری ساری سرگرمیاں اور کاوشیں انہی تینوں دائروں میں گردش کرتی ہیں یا یوں کہیے کہ ان تینوں دائروں میں ان کو گردش کرتے رہنا چاہیے۔ پہلا دائرہ عام معاشرہ کا ہے یعنی ہماری علمی جدوجہد کے اثرات ہماری سماجی زندگی پر نظر آنے چاہئیں اور اس ملک کے عام مسلمانوں کو بہرحال اس حد تک اسلامی تعلیم ضرور حاصل کر لینی چاہیے کہ جس سے:

۱۔ ان کے عقائد درست ہو جائیں، بالفاظ دیگر ان کے دل و دماغ میں وہی کائناتی نظریہ مستحکم ہو جو اسلام نے ہمیں عطا کیا ہے اور جس کے بغیر ساری اسلامی تعلیم بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس نظریہ کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت پر ہمارا پختہ ایمان و یقین ہے۔ ایک مسلمان دنیا کو اسی نظریہ کی معرفت سے دیکھتا اور سمجھتا ہے اور یہی ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا اساسی نظریہ کائنات (World View) ہے۔

۲۔ دوسرا عمومی ہدف اسلامی تعلیم کا یہ ہے کہ لوگوں کی عبادات درست طریقہ پر منضبط ہو جائیں اور اہل ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے راسخ ہو اور مسلسل روبہ ترقی رہے۔

۳۔ تیسرا ہدف عام معاشرہ کی اسلامی تعلیم کا یہ ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے تمام معاملات، انفرادی ہوں یا اجتماعی، ان کے درمیان آپس کے تعلقات کی تنظیم ہو یا غیر مسلموں کے ساتھ ان کے روابط کی ترتیب، یہ سارے حقوق و فرائض اور اخلاق و آداب احکام شریعت کے مطابق استوار ہو جائیں۔ یہ ہیں وہ بنیادی اہداف جو ایک عمومی اسلامی تعلیم کے پیش نظر رہنے ضروری ہیں۔ ان تینوں میں ہم کس حد تک کامیاب رہے ہیں اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائزہ بھی ہمیں لیتے رہنا چاہیے۔

دوسرا دائرہ وہ ہے جس میں ہم اور آپ اور ہمارے سب رفقاء براہ راست شریک ہیں۔ اس کا ہدف وہ حضرات ہیں جو اسلامی علوم میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس آتے ہیں۔ اس مہارت کا تعلق پڑھنے پڑھانے سے بھی ہے اور تصنیف و تالیف کے مشاغل سے بھی۔ ہم سب مختلف حیثیتوں میں اس عظیم امانت کا بوجھ اٹھائے کھڑے ہیں۔ چاہے ہم تدریس کے کام سے وابستہ ہوں یا تدریس کے ساتھ ساتھ مزید تحقیق کے کام میں مشغول ہوں یا اس سے بڑھ کر آئندہ کے لیے علوم اسلامیہ کے ماہر اساتذہ اور محققین کی رہنمائی اور تربیت کے عمل سے وابستہ ہوں۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور فضل سے ہی اس قابل ہوئے ہیں کہ اس بابرکت اور عظیم الشان ذمہ داری پر مامور کیے جائیں۔ درحقیقت یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے جو ہمارے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے یہ بظاہر 'تشریف' مگر دراصل 'تکلیف' ہے کیوں کہ اس کائنات کی تخلیق اور اس میں انسان کی بطور خلیفۃ اللہ فی الارض کے اعلیٰ منصب پر تقرری کا براہ راست تعلق ہماری موجودہ ذمہ داری سے ہے اور ہماری اس تعلیمی و تحقیقی سرگرمی سے ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافت کے مقاصد کی تکمیل کے لیے بنایا، اس کی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیاء والمرسلین کے ذریعہ اس سلسلۂ تعلیم و ہدایت کی تکمیل فرمائی۔ اب تا قیامت اس آخری ہدایت الٰہی کو تعلیمات نبوی کی روشنی میں انسانوں تک پہنچایا جاتا رہے گا اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ایک جماعت کو ہمیشہ تیار کرتا رہے گا۔ جس دن اس ہدایت کا سلسلہ منقطع ہوا وہی اس کائنات کا آخری دن ہوگا۔ جس لمحہ اس کائنات میں جاری و ساری لا الہ الا اللہ کا اعلان انسان کی جانب سے ختم کیا گیا اسی آن قیامت قائم ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ سارا نظام ہستی ہمارے اس ایمان پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اس واضح حقیقت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم ایسوں پر کیسی بھاری امانت کا وزن ڈالا گیا ہے۔ اس کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادائیگی کا دارومدار یقینا توفیق الٰہی پر ہے۔ اس کام میں ہماری ذمہ داریاں جتنی بھی محدود ہوں مگر بہر حال وہ ذمہ داریاں ہیں اور بے حد اہم ہیں اور ہم سب سے سنجیدہ اور ہمہ وقت لگن کے ساتھ بھرپور سرگرمی کا مطالبہ کرتی ہیں۔

ہمارے اس منصب کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے موجودہ دائرہ سے تیسرے دائرہ میں داخل ہوں یہی وہ دائرہ عمل ہے جو میری آج کی معروضات کا اصل موضوع ہے۔ جیسا کہ آغاز میں عرض کیا گیا، علوم اسلامیہ کے میدان میں مسلسل ترقی، گہرائی، وسعت اور بلند پرواز کی ضرورت اظہر من الشّمس ہے، یہ ضرورت زندگی کے کسی اور شعبۂ اختصاص پر علی الاطلاق فوقیت رکھتی ہے اور ہمارے میدانِ عمل کے تمام شعبہ ہائے اختصاص میں ترقی کا یہ عمل انتہائی ضروری ہے، یعنی علوم اسلامیہ کے شجرہ طیبہ کی ہر ہر شاخ میں برگ و بار لانے اور اس کو مسلسل ثمر بار کرنے کا عمل بہر حال ہمیں کرنا پڑے گا اور خدانخواستہ اگر ہم نہ کر سکے تو کوئی اور یہ کام کرے گا لیکن یہ کام بہر صورت ہو کر رہے گا۔ یہ ایسا شعبۂ مہارت ہے جو زوال کا شکار کبھی نہ ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو بالتاکید واجب الوقوع ہے کیوں کہ یہ واجب الوجود کا وعدہ ہے اور اٹل وعدہ ہے: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ ظاہر ہے کہ اس محکم قرآنی اعلان میں حفاظت سے مراد صرف نص قرآنی ہی نہیں بلکہ قرآن کا پیغام بھی اس حفاظت میں شامل ہے اور یہی پیغام علوم اسلامیہ کا جوہر ہے۔ اگر یہ بات یقینی ہے تو یہ امر بھی حتمی ہے کہ کچھ اہل علم اس کام پر تا قیامت مامور رہیں گے۔

یہ بھی ایک مسلمہ آفاقی حقیقت ہے کہ علم و فکر یا تجربہ و مہارت کے کسی میدان میں جب کوئی اعلیٰ کامیابی کی منزل حاصل ہوتی ہے تو اس کے نتائج و ثمرات نیچے تک، معاشرہ کی ہر سطح پر پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ طبی میدان میں غیر معمولی تجربات تو کچھ افراد ہی کرتے ہیں مگر ان کے ثمرات سے ایک عالم فیض یاب ہو جاتا ہے جس سے نہ صرف طبی مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے بلکہ ایک عام شعور کی سطح بھی طبی معاملات میں بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ماحولیات

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کے شعبہ میں ماہرین کسی نئے تجربہ یا مشاہدہ تک پہنچ جاتے ہیں تو ان کے تحقیقی نتائج کے اثرات دوررس ہوتے ہیں اور عام انسانوں کا ماحولیاتی شعور بلند تر ہو جاتا ہے۔ علوم تجربی کا ہر شعبہ حتیٰ کہ ادب اور فنون لطیفہ کا میدان بھی اس بات کے ثبوت فراہم کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر گزشتہ دو دائروں کی ترقی، عروج اور مسلسل بہتری ہمیں منظور ہے تو اس تیسرے اور اہم ترین دائرہ عمل سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس آخری دائرہ کو ہمیں اپنا اصل مطمح نظر بنانا پڑے گا۔ ہمیں اپنی مکمل صلاحیتوں اور ممکنہ وسائل سے کام لے کر اسلامی تحقیق کے اعلیٰ معیارات تک پہنچنے اور نئی منزلوں تک رسائی حاصل کرنے کی مسلسل کاوش اور کوشش کرنی ہو گی۔

اگر بہت پیچھے جا کر اپنے اسلاف کو ہم نہ بھی دیکھیں تو کم از کم ماضی قریب میں اپنی گذشتہ ایک دو نسلوں کے کارناموں کا جائزہ ہم ضرور لے سکتے ہیں اور یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان بزرگوں نے باوجود قلت وسائل کے کیا کیا کام کر لیے اور تحقیق کا کس قدر اعلیٰ معیار ہمارے سامنے رکھ گئے۔

بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہماری اس پاک سرزمین میں گذشتہ پچاس ساٹھ سال کے دوران ایسی نابغۂ روزگار شخصیات ہمارے سامنے سے گزر کر چلی گئی ہیں اور ایسی ایسی منفرد ہستیاں اپنی عبقریت کا جلوہ دکھا گئی ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری سوچوں میں بس جائیں اور ہم ان کے عطا کردہ پیمانوں سے آج اپنے کو پرکھنا شروع کر دیں تو ہم میں سے کتنوں کا پتہ پانی ہو جائے اور عرق انفعال کے قطرے ہم میں سے اکثر کو غسلِ ندامت سے گزار دیں۔ ہمارے اس ملک پاکستان میں ڈاکٹر حمید اللہؒ، سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید عبدالقدوس ہاشمیؒ، مولانا عبدالعزیز میمنیؒ کے علاوہ ہمارے مدارس سے وابستہ بزرگوں میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مولانا یوسف بنوریؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ جیسے علماء اور محققین میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ علم کا مینار اور نسلوں کا معمار تھا۔ ایسے درخشاں ستاروں کی موجودگی میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے پاس نہ مثالوں کی کمی ہے نہ نمونہ کا کوئی فقدان۔ بات صرف ہمارے ارادہ و دلچسپی کی ہے اور خلوص نیت اور عزیمت کی ہے۔ وسائل کی کمی کا ہم آج رونا نہیں رو سکتے کہ ان حضرات کے مقابلہ میں تو ہمارے ہاتھ میں پیسے کی ریل پیل اور وسائل کی بہتات ہے۔

آج اگر ضرورت ہے تو اس امر کی کہ ہم میں سے ہر ایک اپنا کڑا محاسبہ کرے اور اپنی کوتاہیوں پر نظر ڈال کر تلافیٔ مافات کرے۔ بالتحدید اس سلسلہ میں جس اقدام کی ضرورت ہے اس کا رخ ہم میں سے ہر ایک کا خود اپنی طرف ہی ہونا چاہیے اور اپنے عمومی رخ کو بدلتے ہوئے اپنے رویے بھی اس مقصد کی خاطر ہمیں فوراً بدل لینے چاہئیں۔ اس اقدام کے میری محدود نظر میں مندرجہ ذیل فوری اہداف ہونے چاہئیں:

۱۔ آئندہ ہمارے ذریعہ جن طلبہ یا اساتذہ کا انتخاب عمل میں آئے اس کا معیار مسابقتی قابلیت ہونا چاہیے گویا ہمیں کمیت سے کیفیت کی جانب آنا پڑے گا۔

۲۔ طلبہ کے ساتھ بطور معلّم ہمیں اپنے سابقہ رویہ کو یکسر بدلنا ہوگا اور اپنی اعلیٰ روایاتِ تعلیم و تربیت کا بھرپور احیاء کرنا ہوگا۔ ایک مدرس کا رابطہ اپنے طالب علموں سے ۲۴ گھنٹے کا ذہنی رابطہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے۔ استاذ کا مقام وہی ہے جو باپ کا ہوتا ہے اور باپ کی شفقت مقررہ اوقات تک محدود نہیں رہ سکتی۔ ورنہ پھر مدرس ایک سرکاری ملازم تو ہوسکتا ہے مدرس نہیں ہوسکتا۔ نہ اس کے نصیب میں وہ برکات کبھی آسکتی ہیں جو معلّم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع استاذ کے حصہ میں خود بخود آتی ہیں۔ یہ کام بظاہر مشکل مگر درحقیقت بے حد آسان ہے۔ اس میں نہ اضافی بجٹ کی ضرورت ہے نہ کسی سرکاری منظوری پر یہ اقدام موقوف ہوسکتا ہے، محض نیت کرنے کی دیر ہے، اس نیت کے بدلتے ہی نتائج بدلتے نظر آئیں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس فیصلہ کے بعد آپ کے مکتب سے جو برآمد ہوگا وہ علامۃ الدھر ہوگا بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو جوہر قابل آپ کی تربیت پا کر نکلے گا وہ بقدر ظرف محروم واپس نہیں جائے گا بشرطیکہ نیت اس کی بھی طلب علم ہی ہو نہ کہ حصول سند برائے جلب مال وزر۔ یہ بات آج بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمات میں سے ہے کہ ساری ٹیکنالوجی ایک طرف اور استاد شاگرد کا تعلق وتعامل دوسری طرف اور اس پر بھاری ہے۔ ورنہ دنیا کی سب جامعات ومدارس سے استاد برطرف ہوتے اور کلاس روموں میں ایک ایک کمپیوٹر فی طالب علم مہیا کر کے بہت سا بجٹ بچا لیا جاتا۔

۳۔ ابتدائی قدم کے طور پر ہمارے درمیان خصوصی دلچسپی کے میدان تقسیم کر لیے جائیں اور باہم مشاورت سے ہم یہ طے کر لیں کہ فلاں جامعہ کے کلیہ علوم اسلامیہ کو مثلاً علوم القرآن کا مرکز کمال بنایا جائے گا، فلاں کو مرکز علوم السنۃ، مرکز علوم فقہ، مرکز سیرت وتاریخ، مرکز کلام وفلسفہ، فنون وآداب اور کسی ایک جامعہ میں خصوصی مرکز بعنوان: ''تحقیقات علوم اسلامیہ برصغیر میں'' ہو جائے۔ اس ابتدائی اساس کے قائم کرنے کے بعد دیگر شعبوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ رائج الوقت علوم انسانیہ کو اسلامی معیار علم سے پرکھا اور برتا جا سکتا ہے۔ لیکن اصل اساس ہمیشہ قرآن وسنت اور ان کی روشنی سے پیدا ہونے والے علوم اسلامیہ کو حاصل رہے گی۔ مثال کے طور پر جب مارکسی نظریہ حیات کا زور تھا تو بعض ممالک میں علوم وافکار اور زندگی کے تمام تصورات وتخیلات کو مخصوص مارکسی نظریہ سے قبول اور رد کرنے کا عمل جاری ہوا۔ بالکل اسی طرح ہم طالبانِ اسلام کو یہ حق حاصل ہے اور بدرجہ اولیٰ اس کام کو انجام دینا ہماری ذمہ داری رہے گی کہ ہم بقول علامہ اقبالؒ ''جملہ علوم انسانیہ کی پیش رفت پر ناقدانہ نگاہ رکھیں'' اور ان افکار اور رویوں کو جو انسانی تہذیبوں میں رواج پا رہے ہیں اپنی کسوٹی پر پرکھ کر جو بات ہمارے مقاصد کے لیے اپنی افادیت ثابت کر دے اس کو قبول کر لیں اور باقی ہر چیز سے علی الاعلان برأت ظاہر کر دیں۔ اس تنقیدی مطالعہ سے ہمیں ایک طرف اپنے فکری نظام کو اپنی شرائط پر وسعت دینے کا موقع ملے گا اور دوسری جانب ہم ان بے شمار منتشر اور مفسدانہ رجحانات اور خیالات سے اپنے جسد ملی کو محفوظ کر لیں گے جن کا آج کل ذرائع ابلاغ پر سیلاب آ رہا ہے اور گھر گھر میں یہ سیلابِ بلا اپنی جگہ بنانے کی کوشش میں دن رات مصروف ہے۔ تیسرا فائدہ اس مطالعہ سے یہ ہوگا کہ ہمارے وہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بھائی بہن جو مضر اجنبی خیالات کے زیر اثر آتے جا رہے ہیں، ان تک ہم اپنے اسلامی پیغام کو زیادہ موثر انداز میں پہنچا سکیں گے کیوں کہ ہم ان کی زبان میں ان سے بات کر سکیں گے اور ان کے سوالات کے جواب اطمینان بخش طریقہ پر فراہم کریں گے۔

جب وہ مرحلہ آ جائے گا کہ مجوزہ مراکز اپنے اپنے میدان عمل میں سرگرم ہو کر مفید نتائج سامنے لانے لگیں تو ہم ضروری تیاری کے ساتھ اس نام نہاد تہذیبی مکالمہ میں بھی داخل ہو سکتے ہیں جو آج ایسا دنگل بن گیا ہے جس میں ہمارے بھائی بند بغیر سوچے سمجھے داخل ہوتے رہتے ہیں اور فائدہ کی بجائے نقصان کما کر واپس آ جاتے ہیں۔ بسا اوقات ہر طرح کے بے مقصد نزاع اٹھا کر اور بے سود بحث وجدال پر وقت اور وسائل کا ضیاع ہی کیا جاتا ہے۔ جس پر اکثر واثمھما اکبر من نفعھما کا گمان ہونے لگتا ہے۔

آخری بات جو یہ طالب علم آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ساری کاوش بے معنی اور ہر تدبیر صفر ہو کر رہ جائے گی اگر ہم ابتدائی مراحلِ تعلیم و تربیت ہی کے دوران اس قابل نہ ہو سکے کہ ان مستقبل کے علماء اسلام کے دلوں سے اغیار کا رعب یکسر نکال دیں۔ جو کلمہ پڑھ کر ہم اپنی زندگی کا پسندیدہ راستہ اختیار کرتے ہیں اور ساری زندگی اس راہ پر چلتے ہوئے مرحلہ بہ مرحلہ کمال تحقیق کی آخری منزل تک رسائی چاہتے ہیں، وہ منزل ہمیں کیسے مل سکتی ہے اگر راہ منزل ہی کے درست ہونے کا پتہ نہ ہو؟ اس دنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ جس نصب العین پر عین الیقین کی طرح بھروسہ اور اطمینان نہ ہو وہ بیٹھے بٹھائے ہاتھ آ جائے اور ہمیں کچھ کرنا دھرنا نہ پڑے۔ یقین کا بار بار کمزور پڑنا، راہ راہ پر قدم ڈگمگانا، کھیل تماشوں کے طفولی شوق میں نظروں کا کہیں نہ کہیں بہک جانا، دل و دماغ کا شیطانی طلسمات میں بار بار الجھنا عوام الناس کی حد تک تو فطری بات ہے جو اس عالم رنگ و بو سے ختم کبھی نہیں ہو سکتی لیکن جو لوگ اساتذہ کے مقام پر فائز ہیں ان سے کسی قدر عزیمت کی توقع بے جا نہیں۔ یہ حضرات اگر ان راستے کی رکاوٹوں کو چپ یا راست کر کے نکل جائیں تو پھر یہ رکاوٹیں ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔ ایمان جو ہماری دل کی دولت اور ہر مسلمان کا اصل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرمایہ ہے اسے تو چھونے کی مجال کسی کو نہیں۔ اسی ایمان اور بندگی کے عملی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ہی علم انسانی کو مستقل وجود بخشا گیا۔ اس طرح علم کا حصول اور اس کی رہبری میں ترقی و کمال تک پہنچنا ہمارے لیے مقامِ بندگی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی، غرض بھی ہے اور غایت بھی، منشا بھی ہے اور مقصود بھی، اس لیے کہ ہمارا مالکِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، وہی ہمارا ملجا و ماویٰ ہے، ہماری ہر امید اسی سے قائم اور سارے کا سارا بھروسہ اسی پر ہے۔ اسی ذاتِ واحد و أحد و صمد کے سہارے ہم کھڑے ہیں کہ وہی واحد معبود ہے اس لیے وہی ہمارا اصل مقصود ہے کہ وہی علی الاطلاق موجود بھی ہے۔

اگر آج ہم اپنی خواہشات اور ارادوں کو، محرکات اور نیتوں کو، اپنے اہداف و غایات اور اغراض و مقاصد کو اس مالک و مولیٰ کی مرضی سے ملا دیں اور 'مرضی مولی از ہمہ اولیٰ' قال سے حال بن جائے تو ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔ اگر آج ہی سے ایسا ہو سکے کہ ہماری منزلِ مراد و اقتا رضائے خدائے ذوالجلال بن جائے تو خود سوچیے کہ ہمارے ادبار کو اقبال سے بدلنے میں کیا دیر لگ سکتی ہے؟ آج اگر ہمارے ملی افکار کے خزانوں میں، ہماری من کی دنیا اور خوابوں میں، ہمارے چھپے ہوئے سپنوں کی تنہائیوں میں، ہمارے تمدنی ذوق کی بلند پروازوں میں یہی ایک نغمہ لا الہ الا اللہ گونجنے لگے تو کیا پھر بھی منظر نہیں بدلے گا؟ آج کثرت زاغ و زغن سے اٹے ہوئے، پرشور و شر قومی سیاست کے ایوانوں کے بجائے مراکزِ اختیار و اقتا خدائے واحد کے اقتدارِ اعلیٰ کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، ہر سو اگر یہی صدا بلند ہونے لگے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا؟ یہ سب کچھ پل بھر میں بدل سکتا ہے: ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾۔

مگر ہو کیا رہا ہے؟ آبادیوں کے ایسے جنگل اگ آئے ہیں جو بربادیوں کے چنگل میں محبوس ہیں، ہماری فکر و شعور کی دنیا میں آج کیا ناٹک ہو رہا ہے؟ ذرا سوچیے! ہو یہ رہا ہے کہ ہر سو ایک تہی دامن، قابض، مقبوضہ اور منقبض، نیم بشر آمادہ بشرّ ایک فکر غیر انسانی اور منہ زور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جبلتِ حیوانی کا راج ہے۔ یہی فکر یا بے فکری ہمارے دل و دماغ، حواس اور جذبات پر مسلط ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ فکر بے شعور و بے سمت، بدراہ اور بدکار ہے۔ قیام پاکستان کے ابتدائی عرصہ کے بعد جس تہذیبی قیادت کا ہم شکار ہوئے ہیں اور زیادہ تر بے خبری سے شکار ہو گئے ہیں وہ نام نہاد قیادت ہر لحاظ سے ذلت آمیز اور ضلالت آموز ہے۔ اس کا فکری مواد در آمد از جہالت براہ جہالت ہے اور مسلسل بسوئے جاہلاں رواں دواں ہے۔ اس تہذیبی یلغار کا نشانہ ہمارے جسد ملی کا ریشہ ریشہ اور رواں رواں ہے۔ اپنی اقدار، اپنی تہذیب و ثقافت کی یہ مسلسل تباہی ہم ان حضرات کے ہاتھوں مسلسل دیکھ رہے ہیں جنہیں ہماری قومی ترقی اور ملی عروج کا نقیب بننا چاہیے تھا لیکن ہمارے یہ قائدین آتش نمرود، رقص بوجہل اور شرار بولہبی کے خیرہ کن نظاروں کی چکاچوند کے سامنے سپر انداز ہو کر مبہوت کھڑے ہیں۔ ان لوگوں کی عقلیں مسلوب ہو گئیں ہیں، ضمیر مصلوب ہو چکے ہیں اور پیران حرم صحن کلیسا میں مست نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف عوام کالأنعام ہیں جو مسلسل گہرے ہوتے اور پھیلتے اندھیروں میں غلطاں و پریشاں ہیں۔ کچھ 'معززین' نام نہاد روشن خیال مگر پست حوصلہ غلام ایسے ہم پر حاوی ہو گئے جو اس ہلاکت خیز قافلہ میں شامل ہو کر پردۂ محمل کی تلاش میں سرگرم اور سرگرداں ہیں۔ انہوں نے کبھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا کہ کہاں سے آئے تھے اور کدھر کو نکل گئے ہیں۔ انہوں نے بزعمِ خود اسی من پسند 'لیلیٰ' کے سایۂ عاطفت میں اپنا گوشۂ عافیت بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ طوفانِ نوح کی لہروں میں بھی مانندِ بہار مست ہیں، صرصرِ عاد اور صیحۂ ثمود بھی ان کو کانوں میں رس گھولتی موسیقی سنائی دیتی ہے۔ مگر جس چیز کو یہ لوگ سفینۂ ثقافتِ جدید سمجھ کر اس پر سوار ہوئے ہیں وہ درحقیقت فرنگی لباس میں رنگ برنگا ایک قرنطینہ ہے۔ اس کو یہ لوگ سفینۂ نجات سمجھ کر دم بہ دم اس میں داخل ہو رہے ہیں اور دم بخود ہو کر اپنے کو اس ثقافتی قفس میں مقید کرنے کو بے تاب ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جوش و خروش سے اس قید کو بخوشی قبول بھی کر رہے ہیں۔ اس 'سفینۂ نجات' کے سواروں پر کرگسوں کا پہرہ ہے۔ ان کے ہر طرف دوستوں کے رنگ میں دشمن گرگوں کے غول آراستہ ہیں اور یہ سب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواب گراں میں گہری نیند سوتے ہوئے سوئے بحر ظلمات رواں دواں ہیں۔ ان کی منزل شیاطین الانس والجن کی جانب سے ملنے والی موعودہ نقد ملنے والی 'جنت' ہے جس میں ان کو بافراط اور بلاحساب نعمت عاجلہ کی مسرتوں سے ہمکنار ہو جانے کی امید دلائی گئی ہے۔ گو ان نعمتوں کے خلود اور پائیداری کا کوئی بیمۂ کفالت اس جدید سفینۂ نجات کے سواروں کو نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم یہاں غفلت کے قافلہ پر سوار ہو کر آنے والوں کو فوری لذتوں کا کچھ سامان ضرور مہیا کیا جا سکتا ہے۔ اس نعمت موعودہ کے حصول کی واحد ضمانت فرعونِ وقت اور قارونِ زماں لوگوں کی لن ترانیاں اور للکاریں ہیں جو اس کشتیٔ نجات کے سواروں کی ڈھارس بندھاتی رہتی ہیں۔ سفینۂ غفلت کے پشتیبان آلہۂ وقت اور اصنامِ تجدد ان مسافروں کی امیدوں کا مرکز اور آرزوؤں کا محور ہیں۔

اس پیش منظر اور پس منظر میں اب یہ فیصلہ ہمیں خود ہی کرنا ہے کہ اِدھر آتا ہے ہماری جبلت کا پروانہ یا اُدھر جاتا ہے۔ فیصلہ تو ہمیں کرنا ہے اور دو راستوں میں سے ایک ہی کا انتخاب کرنا ہے۔ ہمارے ارادہ اور اختیار کو دعوت دینے والے ان دو راستوں کے علاوہ تیسرا کوئی درمیانی راستہ ہمارے پاس ہے بھی نہیں۔ یہ ایک گھمبیر صورت حال ہے اور انتہائی اضطراب کی حالت ہے۔ ذرا ذہن پر زور ڈالیں اور بہ چشمِ بصیرت اگر ہم اپنے اندر اور باہر کو ٹٹولیں تو معاملہ کی سنگینی کا اندازہ ب آسانی کیا جا سکتا ہے۔

ہمیں نیک و بد سمجھانے والے، بار بار یاد دہانی کرانے والے ہمارے سامنے عملی راہ ہدایت کے دروازے کھولنے والے رہبر اور رہنما ہمیں سمجھا کر کب کے جا چکے۔ وہ تو اپنی منزل مراد پا کر شاد آباد ہو کر اپنے اصلی مسکن میں جا کر بس چکے۔ ہمارے پاس آج نہ زیادہ وقت ہے نہ کئی متبادل راستے، یہ بات البتہ ضرور ہے کہ اگر کوئی دلجمعی اور یقین کامل کے ساتھ دوسرا متبادل اور دور رس راستہ اختیار کر لیتا ہے تو اس کے سامنے کئی نئے امکانات کھل جاتے ہیں۔ اس کو ایک نیا عالمِ ایجاد و امکاں نظر آنے لگتا ہے جو حیرت و مسرت سے بھرپور ہے، امید کی روشنی سے منور ہے اور مایوسیوں کا یہاں کوئی گزر نہیں۔ اس راہ پر چلنے والوں کو ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نئے دشتِ امکان کا راستہ نظر آ جاتا ہے۔ حدودِ حواس اور قیودِ حیوانیت کے پردوں کو ہٹا دیں اور ادراک کی سرحدوں کے پار اتر جائیں تو ایک نئے کہکشانِ نور میں ہماری آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ عزم و ہمت، کاوشِ اخلاص اور عشقِ حقیقی کی مدد سے دم بھر میں پار اتر کے ہم ایک عالمِ خلود میں پہنچ سکتے ہیں۔ یوں ہم ایسے شبستان میں جا کر ان حلقۂ عاشقاں میں شامل ہو سکتے ہیں جنہوں نے ازل سے حمد باری کا سرمدی نغمہ گایا ہے اور مسلسل یہ نغمہ جاوداں وہاں سنائی دے رہا ہے اور اس عالم میں مسلسل یہ صدا بلند ہو رہی ہے۔ اس طرح انبیاء اور رسولوں کی دکھائی ہوئی شاہراہ ہمیں صاف اور سیدھی نظر آ سکتی ہے بشرطیکہ ہم ادھر دیکھنا چاہتے بھی ہوں اور اندھیروں میں بھٹکنے کی بجائے واقعتاً ہمیں سچائی اور روشنی کی سچی تلاش ہو، پھر ہم ب آسانی اپنے ایک فیصلہ سے امید اور کامیابی کے ساحل امان پر اتر سکتے ہیں۔ اس راہ پر سفر کا عزم اور کوشش کرنے والوں کا اصل انعام یہ ہوتا ہے کہ وہ بالآخر جملہ صفاتِ جلال و جمال و کمال سے مالا مال وصال کے منتظر اپنے محبوب حقیقی کے دربار میں حاضر ہو سکتے ہیں اور اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کے قرب کی لذت حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر اس راہ کی خوبی یہ بھی ہے کہ باوجود ہر ننگ و عار کے اور عمر بھر کے گناہوں کے بار کے محض اس خالق و مالک کے حضور جھک کر اس ذات وحدہ لاشریک کی نافرمانی کو ترک کرتے ہوئے اس کے سامنے اظہار ندامت کر کے بذریعہ توبہ اس محبوب حقیقی کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اس نصب العین کے حصول کی واحد شرط یا قیمت حب الٰہی ہے جس کا چراغ جونہی جلتا ہے دلوں میں فوراً اجالا ہونے لگتا ہے بشرطیکہ ہم بھی اپنی محبت میں کھرے اور سچے ہوں اور اس پر قائم رہیں۔ یہ ایسی محبت ہے جو دنیا کی ہر چیز کی نفی کرنے کا یا اسے ترک کرنے کا مطالبہ ہم سے نہیں کرتی۔ اس محبت الٰہی کا تقاضا ہم سے صرف یہ ہے کہ ہم اس محبتِ حقیقی یا عشقِ حقیقی کو دنیا کی ہر چیز پر حاوی اور غالب کر سکیں۔ محض اتنی قیمت ادا کر کے ہم فلاحِ دنیا اور سعادتِ عقبیٰ کی انمول دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ اک حیاتِ جاوداں اور اس کی ابدی مسرتوں کے مقابلہ میں یہ قیمت ہرگز زیادہ نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس صاف شفاف علم نافع کے چشمۂ جاری سے مسلسل فیض یاب فرمائے۔ علوم اسلامیہ کی جو بے بہا دولت ہمیں عطا کی گئی ہے ہمیں اس کی قدر و قیمت کی صحیح پہچان نصیب ہو اور اس دولت کو عروج و ترقی دینے کے عظیم الشان مقصد میں ہم اپنے کو کھپا دیں۔ ہماری ہر بھول چوک، غلطی، غفلت اور انحراف کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اور ہمیں اپنے اولیں دشمن اور آخری حریف ابلیس کی ریشہ دوانیوں اور چشم بازیوں سے بچا کر اپنی حقیقی منزل، یعنی جنت رضوان میں پہنچا دیں تاکہ ہم بال آخر اپنے آبائی گھر، ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے مسکن یعنی جنت میں پہنچ کر مکمل سکون پا جائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مقرّ حقیقی کے علاوہ آدمی کہیں سکون پا نہیں سکتا۔ اس فانی دنیا کے تمام وسائل پر قابض ہو کر بھی مکمل خوشی کسی انسان کا مقدر کبھی نہیں بن سکتی۔ اس ایمان اور یقین کو دل و دماغ میں پختہ اور راسخ کئے بغیر اسلامی تحقیق تو کجا، خود ہماری نجات ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یقین کامل عطا فرمائے، ہر قسم کے انحرافات اور غفلتوں کے پردوں کو ہمارے دل و دماغ سے ہٹا دے اس طرح کہ ہم سراب کاذب کے سحر سے آزاد ہوں اور عشق حقیقی کی شراب صافی ہمیں نصیب ہو۔

دین کا میدان چاہے وہ علم کا ہو یا عمل کا۔ ایک بے حد سنجیدہ سوچ اور دوررس فیصلہ کا ہم سے تقاضا کرتا ہے۔ آج اگر ہم نے یہ درست فیصلہ نہ کیا تو پھر کسی اسلامی تعلیم و تحقیق سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر یقین سے کوئی شخص خالی رہ جائے یا یہ یقین ایسا ہو کہ اس پر شکوک غالب آ جائیں، یا زبان سے ہم یقین کامل کا اعلان کرتے رہیں مگر ہمارا دل اور دماغ ابلیس و طاغوت کے پسندیدہ نظریات اور رویوں سے مرعوب ہوتا رہے تو پھر ایسے حضرات کی جگہ اسلامی تحقیق کی دنیا میں نہیں، انہیں کوئی اور مشغولیت تلاش کر لینی چاہیے۔ (البرہان جنوری ۲۰۱۳ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

یونیورسٹیوں میں اسلامی تحقیق

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبۂ عربی وعلوم اسلامیہ نے 9,10 جنوری 2013ء کو دوروزہ ورکشاپ منعقد کی جس کا مرکزی موضوع اسلامی علوم میں تحقیقی مناہج کی یکسانیت تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب (پروفیسر علوم اسلامیہ اور وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی) نے اسلامی ریسرچ میں رٹے رٹائے موضوعات سے ہٹ کر زندہ موضوعات پر تحقیق پر زور دیا اور اس ضمن میں ماہنامہ البرہان کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ راقم نے اس کانفرنس میں اسلامی علوم کی تدریس وتحقیق کو معیاری بنانے کے لیے جو تجاویز پیش کیں ان میں سے چند اہم، اختصار کے ساتھ، یہاں درج کی جارہی ہیں:

۱۔ یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ اور ان کے سارے پروفیسرز مل کر ایک ملک گیر کونسل بنائیں تاکہ علوم اسلامیہ کی معیاری تدریس وتحقیق کے لیے اجتماعی کوششیں بروئے کار لائی جاسکیں۔

۲۔ مسلم معاشرے کو جو مسائل آج درپیش ہیں ان کی اکثریت مغربی فکر وتہذیب کے مسلم معاشرے پر اثرات کا نتیجہ ہے لہٰذا یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغربی فکر وتہذیب کی تفہیم اور اس کے تنقیدی اور اسلام سے تقابلی مطالعہ کو نہ صرف شامل نصاب کریں بلکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے موضوعات کے انتخاب کے وقت بھی انہی کو نمایاں جگہ دی جائے۔

۳۔ یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ کے فضلاء کی اکثریت رسوخ فی العلم سے محروم ہوتی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ طلبہ کو عربی زبان میں مہارت حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح اکثر طلبہ انگریزی میں دسترس نہیں رکھتے۔ لہٰذا بنیادی زبانوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہارت ضروری ہے تاکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے سطحی نہ ہوں اور طلبہ اصل مآخذ سے رجوع کرنے کے قابل ہوں۔

۴۔ عمومی اور مغربی طرق تحقیق (یعنی Qualitative and Quantitative Research) کے علاوہ 'اسلامی طرق تحقیق' کا ایک الگ مضمون ہونا چاہیے تاکہ طلبہ تحقیق کے اسلامی اسالیب سے واقف ہوسکیں اور ان پر عمل کرسکیں۔

۵۔ تحقیق میں تخلیقیت اور اصالت (Originality) کو مدنظر رکھا جائے اور نئے آئیڈیاز پیش کیے جائیں۔ رٹے پٹے موضوعات پر محض جمع معلومات (Mechanical Research) کے کام پر تحقیق کی ڈگری نہ دی جائے۔

۶۔ جدید تعلیمی اداروں کے نصابات مؤثر اسلامی تعلیم وتربیت سے محروم ہیں اور دینی مدارس 'دینی تعلیم' کے نام پر اپنے طلبہ کو عصری علوم سے محروم رکھے ہوئے ہیں۔ یہ سیکولرزم اور تعلیمی ثنویت غیر اسلامی ہے لہٰذا وحدت تعلیم کے تصور پر، قرآن وسنت کی روشنی میں اور منہج سلف کے مطابق نہ صرف علوم اسلامیہ کے موجودہ نصابات پر نظر ثانی کی جائے بلکہ عمرانی علوم کی بھی اسلامی تناظر میں تدوین نو کی جائے۔ علوم اور نصابات کی مذکورہ تناظر میں اسلامی تشکیل نو بھی یونیورسٹی سطح پر تحقیق کا اہم جزو ہونی چاہیے۔ (البرہان جنوری ۲۰۱۳ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

پاکستانی یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علومِ اسلامیہ میں تحقیق کی زبوں حالی

'اسلامی علوم میں تحقیق کے جدید مناہج' کے موضوع پر سرگودھا یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ نے ۸ اور ۹ جون ۲۰۱۵ء کو دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا اور اس میں سینئر اساتذہ کے مقالات وخطابات کا اہتمام کیا۔ مدیر البرہان نے اس موقع پر جو گفتگو کی وہ بعض حک و اضافے کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ ہماری روایت کے مطابق اگر کوئی صاحب اس موضوع کے حق میں یا اس کے خلاف کچھ لکھنا چاہیں یا ڈاکٹر صاحب کی تحریر پر تبصرہ کرنا چاہیں تو ہمارے صفحات حاضر ہیں۔ ادارہ

حمد وثناء کے بعد! ہمیں دیے گئے موضوع 'اسلامی طرز تحقیق کی اہم خصوصیات' کے موضوع کو تھوڑا سا تبدیل کر کے ہم نے اسے ایک سوال کی شکل دے دی ہے کہ کیا ہماری یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ میں اچھی تحقیق ہو رہی ہے؟ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم اپنے بعض تجربات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ زیر بحث موضوع پر کچھ روشنی بھی ڈالیں گے اور تحقیق جیسے ٹھوس اور خشک موضوع پر گفتگو کو دلچسپ بنانے میں میری اور آپ کی مدد بھی کریں گے۔

۱۔ سعودی عرب میں کئی سال عربی میڈیم میں تعلیم حاصل کر کے جب ہم نے فقہ و اصول فقہ میں ایم اے (ماجستیر) کر لیا تو ہمیں شوق پیدا ہوا کہ اب مغربی یونیورسٹیوں اور پروفیسروں سے استفادہ کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے UK کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی سے رابطہ کیا جس نے ہمارے موضوع کی مناسب سے لندن یونیورسٹی کے 'سکول آف اوری اینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز' کے شعبۂ اسلامی قانون کے پروفیسر نوئل کلسن کو ہمارے مجوزہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پی ایچ ڈی تھیسز کی نگرانی کے لیے آمادہ کرلیا۔ پروفیسر موصوف اس وقت مغربی دنیا میں اسلامی قانون کے شعبے میں سند کی حیثیت رکھتے تھے اور فقہ اسلامی پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ میں نے انہیں 'اسلام میں اجتہاد اور قانون سازی۔ ایک تقابلی مطالعہ' کے موضوع پر خطۃ البحث (Synopsis) بھجوایا جو انہوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ مغربی قانون میں تمہارا مطالعہ اتنا وسیع نہیں کہ تم پی ایچ ڈی کی سطح کا تحقیقی کام کرسکو۔ دوسرے یہ کہ مسلمان چودہ صدیوں سے اجتہاد کر رہے ہیں اور اس پر لکھ رہے ہیں لہٰذا اس میں بھی کوئی قابل لحاظ اچھا تحقیقی کام نہیں ہوسکتا۔ میں نے اصرار کیا کہ عصر حاضر میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت ایک اچھا موضوع ہے اور اس پر کام کی گنجائش موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ عصر حاضر میں اجتہاد (Scope of Ijtehad) پر ایک تحریر لکھ کر بھیجو۔ میں نے پوری محنت کر کے وہ تحریر بھجوادی لیکن پروفیسر صاحب نے اسے بھی رد کر دیا اور کہا کہ اس موضوع پر کسی تازہ تحقیق کی ضرورت نہیں، میں نے مجبوراً بعض دوسرے موضوعات بھیجے جن میں سے ایک پروفیسر صاحب نے منظور کرلیا اور میں نے اس پر کام شروع کر دیا۔

اس بات کو غالباً دو سال گزر گئے۔ میں ابھی ریاض سعودی عرب میں ہی تھا اور ایک دن عصر کے بعد سعودی ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ 'مقامی خبروں' کا پروگرام لگ گیا جس میں یہ دکھایا جارہا تھا کہ جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ کے ایک محقق نے اجتہاد کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے آج اس کا امتحان اور پبلک ڈیفنس ہے۔ پھر ہم نے حیرانی سے دیکھا کہ اساتذہ اور مذکورہ محقق ہال میں داخل ہوئے اور ایک ملازم ایک 'ہاتھ ریڑھی' جس میں ہمارے ہاں عام طور پر اینٹیں ڈھوئی جاتی ہیں، دھکیل کر لا رہا تھا جس میں بڑی تقطیع کی دو ضخیم جلدوں میں مقالہ لادا گیا تھا کیونکہ وہ اتنا وزنی تھا کہ مذکورہ محقق کے لیے اسے اٹھا کر لانا دشوار تھا۔

۲۔ ہمارے ریاض میں قیام کے دوران مدیر تکبیر محمد صلاح الدین صاحب (اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) سے دوستی ہوگئی تھی چنانچہ راقم جب لاہور منتقل ہوگیا تو جب وہ کراچی سے لاہور آتے تو وہ مجھ سے رابطہ کرتے اور میں دن بھر ان کو دوستوں سے ملوانے میں ان کا ساتھ دیتا۔ ایک دن انہوں نے مجھے فون کیا اور اپنے ایک دوست کا پیغام کہیں فوراً پہنچانے کو کہا جو گلبرگ میں حسین چوک لبرٹی کے قریب ایک سرکاری رہائش گاہ میں مقیم تھے۔ سوئے اتفاق سے اس وقت میرے پاس سواری موجود نہ تھی۔ جون کے آخری دن، دوپہر کا وقت اور شدید گرمی۔ میں نے رکشے سے اتر کر مکان تلاش کرنا شروع کیا اور پسینے سے شرابور ہوگیا۔ خدا خدا کر کے اس نام کی تختی ایک مکان پر مل گئی اور میں نے گھنٹی بجا دی۔ قدرے تاخیر کے ساتھ داڑھی مونچھ کے بغیر ایک بزرگ تشریف لائے اور گرمی سے میرا برا حال دیکھ کر بغیر کچھ پوچھے اندر لے گئے۔ کمرہ ٹھنڈا تھا ائیر کنڈیشنر چل رہا تھا۔ انہوں نے مجھے ٹھنڈا پانی پلایا اور سانس لینے کے بعد اس دوپہر گردی کا سبب پوچھا۔ پتہ چلا وہ مطلوبہ آدمی نہ تھے۔ بہرحال انہوں نے مجھے تھوڑی دیر ستانے کے لیے کہا اور اس دوران ایک دوسرے سے تعارف ہوگیا۔ وہ حال ہی میں اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب کے منصب سے ریٹائر ہوئے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ پنجاب یونیورسٹی کے دائرہ معارفِ اسلامیہ سے وابستہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا یہ ادارہ کیا کام کرتا ہے؟ تو میں نے کہا 'اسلام پر تحقیق' وہ کہنے لگے 'اسلام پر تو کوئی تحقیق ہو ہی نہیں سکتی'۔ مجھے یہ تبصرہ عجیب لگا اور میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا 'کیوں نہیں ہوسکتی؟' کہنے لگے کہ اگر میں کہوں کہ خدا ایک نہیں دو ہیں اور تحقیق سے اسے ثابت کرنے کی کوشش کروں تو کیا آپ کا ادارہ مجھے اس تحقیق کی اجازت دے گا؟ میں نے کہا 'مشکل ہے'۔ کہنے لگے 'اسی لیے میں کہہ رہا ہوں کہ اسلام میں تحقیق کی گنجائش ہی نہیں ہے'۔

۳۔ دسمبر ۱۹۸۹ء میں پاکستان میں امریکی سفارت خانے نے امریکی محکمہ اطلاعات کی مدد سے پاکستانی پروفیسروں اور دانشوروں کے ایک آٹھ رکنی وفد کو دورۂ امریکہ کی دعوت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دی تا کہ وہ 'امریکہ میں اسلام' کا عملی مشاہدہ کر سکیں۔ راقم الحروف بھی اس وفد کا ایک رکن تھا۔ ہم لوگ جب پہلے دن واشنگٹن میں اکٹھے ہوئے تو ہم نے سنت کے مطابق پروفیسر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری صاحب (اُس وقت ڈائریکٹر جنرل ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) کو امیر وفد مقرر کر لیا۔ اس طویل سفر کا آخری پڑاؤ، ڈیٹرائٹ میں امریکی مسلم ماہرین عمرانیات (American Muslim Social Scientists) کی دو روزہ کانفرنس تھی۔ یاد رہے یہ ایسوی ایشن ایک اعلیٰ پائے کا بین الاقوامی تحقیقی جریدہ American Journal of Islamic Sociel Sciencs بھی شائع کرتی ہے جس میں اسلامی علوم سے متعلق اہم مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر انصاری صاحب کا کلیدی خطاب تھا چنانچہ ہم نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔ منتظمین نے ایک سیشن 'پاکستانی یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ پر تحقیق' بھی رکھا (کیونکہ ہمارے وفد کے زیادہ تر لوگ یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ سے وابستہ تھے) جس میں ہمارے وفد کے ارکان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی موضوع پر بحث کی۔ سیشن اس نتیجے پر پہنچا کہ پاکستانی یونیورسٹیوں کے شعبۂ ہائے علوم اسلامیہ میں اچھا معیاری تحقیقی کام نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ ماحول پر روایتی علماء کا دباؤ ہے جس میں تقلید اور Status quo برقرار رکھنے کا رجحان غالب ہے۔

۴۔ نیپا (نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پبلک ایڈمنسٹریشن لاہور۔ اب اس ادارے کا نام کچھ اور ہو گیا ہے) سی ایس پی افسروں کی تربیت کا ایک ادارہ ہے۔ اس میں 'پاکستان کی اسلامائزیشن' پر ہمارا لیکچر تھا۔ دوران تقریر جب قانون سازی کی اسلامائزیشن کا ذکر ہوا تو ہم نے اجتہاد اور شرائط مجتہدین کا بھی ذکر کیا۔ لیکچر کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ چند دن پہلے ایس ایم ظفر صاحب (معروف قانون دان) کا لیکچر تھا اور انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ اگر عربی نہ آتی ہو تو قرآن حکیم کا ترجمہ دیکھ کر بھی اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم نے کہا 'آپ میں سے کتنے لوگ ایم اے انگلش ہیں'؟ کئی لوگوں نے ہاتھ اٹھا دیے۔ ہم نے کہا 'آپ میں سے کوئی اگر انگلش لٹریچر میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے انگلینڈ جائے اور فرض کیجیے کہ شیکسپیئر کے ڈراموں پر پی ایچ ڈی کرنا چاہے تو کیا وہ ایسا کر سکتا ہے اگر اسے انگریزی زبان نہ آتی ہو؟' سب نے کہا 'یہ ممکن نہیں' ہم نے کہا تو کیا خدا کی کتاب ہی اتنی ہلکی اور مظلوم ہے کہ آپ کو اس کی زبان نہ آتی ہو تو پھر بھی اس کے الفاظ کی باریکیوں اور اس کے مفاہیم کی دقیقہ سنجیوں پر آپ بحث کریں؟ تو سب خاموش ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یہ نظام تعلیم کا قصور ہے کہ آپ کو عربی نہیں پڑھائی جاتی ورنہ آپ جیسے ذہین لوگ جس طرح انگریزی میں اچھے ہیں، اسی طرح عربی میں بھی اچھے ہوتے۔ دوسری طرف عربی آتی ہے ان بوریہ نشین مولویوں کو جو مدرسوں کی چٹائیوں پر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ یہ تاریخ کا جبر ہے اور اسے بدلنے کا کام بھی آپ ہی کو کرنا چاہیے۔ ورنہ اس طرح کے لطیفے جنم لیتے رہیں گے کہ ہم نے اسلام آباد میں وزارت قانون کے اس انڈر سیکرٹری سے پوچھا جس نے حدود قوانین کا مسودہ تیار کیا تھا کہ کیا آپ کو عربی آتی ہے تو اس نے کہا 'نہیں'۔ اور ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب نے 'حسن تفسیر' کے نام سے ایک ضخیم تفسیر لکھی ہے اور اس کے مقدمے میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر کسی کو عربی نہ آتی ہو اور وہ تفسیر لکھنا چاہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

۵۔ یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور نے حال ہی میں Inferential Statstics کا مضمون عمرانی علوم (خصوصاً بزنس وفنانس) میں تحقیق کے ہر طالب کے لیے لازمی کر دیا ہے تاکہ طلبہ کو مغربی طرز تحقیق خصوصاً Quantitative Research میں، جسے سائنٹفک ریسرچ سمجھا جاتا ہے اور جس کی بنیاد تجربہ ومشاہدہ اور Data analysis پر ہوتی ہے، طاق کر دیا ہے۔

معاف کیجیے گا! تمہید طولانی ہو گئی۔ اب ہم صلب موضوع کی طرف آتے ہوئے اس سوال کا جواب دیتے ہیں، جو ہم نے اپنی گفتگو کی ابتداء میں اٹھایا تھا کہ 'کیا ہماری

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ میں اچھی تحقیق ہو رہی ہے؟' اور ہمارا جواب یہ ہے کہ نہیں ہو رہی۔ کیوں نہیں ہو رہی؟ آیئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں؟

۱۔ ناقص تربیت

ہماری یونیورسٹیوں میں طرق تحقیق یا منہج تحقیق (Research Methodology) کے عنوان سے جو کورس ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے وہ ناقص اور غیر موثر ہے۔ اس میں ایک تو روٹین کی باتیں سکھائی جاتی ہیں کہ تحقیقی مقالہ کیسے لکھا جاتا ہے؟ خطۃ البحث کس طرح تیار کیا جاتا ہے اور حوالہ کس طرح دیا جاتا ہے وغیرہ۔ دوسرے اس میں تحقیق سے متعلق ساری باتیں وہ ہیں جو مغرب سے درآمدہ ہیں اور اسلامی تناظر سے محروم ہیں، مثلاً یہی بات کہ اسلام میں تحقیق کا سکوپ کیا ہے اور اس کی ترجیحات کیا ہے؟ ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے، جو ایک نابغۂ روزگار مفکر اور ماہر تعلیم تھے، اس موضوع پر ایک شاندار کتابچہ لکھا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہمیں مکینیکل ریسرچ کی نہیں کری ایٹو (Creative) ریسرچ کی ضرورت ہے۔

ہماری تجویز یہ ہے کہ کوئی ادارہ ملک کے ایسے ممتاز اسلامی دانشوروں اور ماہرین تعلیم کو جمع کرے جو صاحبِ الرائے ہوں اور اپنی سوچ رکھتے ہوں (نہ کہ مغرب کی نقالی ہی کو منتہائے علم وفن سمجھتے ہوں)۔ وہ صرف اس موضوع پر غور کرنے کے لیے سر جوڑ کر کسی جگہ تین چار دن کے لیے بیٹھیں اور اس وقت تک کہیں نہ جائیں جب تک اسلامی علوم میں 'منہج تحقیق' کا ایک موزوں اور موثر کورس مدوّن نہ کر لیا جائے۔

۲۔ بنیادی مراجع تک عدم رسائی

طلبہ کی عموماً بنیادی مآخذ (Primary Sources) تک رسائی نہیں ہوتی اور ان کی تحقیق کا انحصار ثانوی مآخذ پر ہوتا ہے۔ کتابوں کی تلاش وحصول بھی ایک مسئلہ ہے لیکن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اکثر طلبہ کو اچھی عربی آتی ہے اور نہ اچھی انگریزی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک طالب علم اچھا اسلامی سکالر بن ہی نہیں سکتا، عمدہ تحقیق کر ہی نہیں سکتا جب تک اسے عربی پر عبور نہ ہو اور وہ عربی مآخذ سے براہ راست استفادہ نہ کر سکتا ہو۔ اسی طرح ہمارے زمانے میں کہ متداول علوم کا بہت بڑا ذخیرہ انگریزی زبان میں ہے۔ مغرب میں اسلام اور مسلمانوں پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور مغربی فکر و تہذیب مسلم علوم اور معاشرے پر شدت سے اثر انداز ہو رہی ہے اور اس کی تفہیم اور اس کے علمی و فکری چیلنج سے نمٹنے کے لیے انگریزی پر دسترس ناگزیر ہے لہٰذا انگریزی سے عدم واقفیت اچھی تحقیق میں بلاشبہ ایک رکاوٹ ہے۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں کسی کو اس امر کا احساس تک نہیں۔ اگر ہو تو پی ایچ ڈی بلکہ ایم فل علوم اسلامیہ میں بھی داخلہ کے لیے عربی و انگریزی میں پیشگی مہارت کی شرط رکھی جا سکتی ہے لیکن کوئی یونیورسٹی اس کا اہتمام نہیں کرتی۔ اس کے لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایم اے اسلامیات میں صرف ان طلبہ کو داخلہ دیا جائے جو عربی و انگریزی میں نہ صرف ڈگری رکھتے ہوں بلکہ عملاً ان پر دسترس بھی رکھتے ہوں یا کم از کم ایم اے اسلامیات میں عربی و انگریزی کی تدریس لازمی کر دی جائے تاکہ فارغ التحصیل ہونے تک طلبہ کو ان زبانوں میں ضروری مہارت حاصل ہو جائے۔ چونکہ ہزاروں طلبہ ایم اے کر چکے ہیں اور ایم فل علوم اسلامیہ میں داخلہ کے خواہش مند ہیں تو چلیے اس مرحلے پر ہی، اگرچہ یہ مرحلہ زبانوں کی تدریس کے لیے غیر موزوں ہے، عربی و انگریزی کی تدریس کا انتظام کورس ورک کے پورے سال میں کر دیا جائے تاکہ ان کی یہ کمی پوری ہو جائے۔

۳۔ ذوق و شغف

اچھی تحقیق صلاحیت کے علاوہ ذوق، شغف اور رجحان (Aptitude) کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ آج کل لوگوں کی اکثریت اس لیے یم فل اور پی ایچ ڈی کرتی ہے تاکہ انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملازمت ملنے میں آسانی ہوجائے۔ جو ملازم ہیں ان کو ماہانہ الاؤنس مل جائے یا اگلے درجے میں ترقی مل جائے۔ ان محرکات کی بناء پر وہ روپیٹ کے ڈگری کی خاطر برا بھلا مقالہ لکھ کر امتحان پاس کر لیتے ہیں اور بس۔ اصلی چیز یہ ہے کہ طالب علم میں تحقیق کا ذوق پیدا ہوجائے، یہ اس کا شوق اور Passion بن جائے اور اس کا ساری زندگی کا مشغلہ اور عادت بن جائے۔ اس ذوق کی آبیاری میں استاد کا کردار اہم ہے۔ وہی استاد طالب علم میں تحقیق کا ذوق پیدا کرسکتا ہے جو خود محقق ہو اور تحقیق جس کا مستقل ذوق اور رجحان بن چکی ہو۔

تحقیق کے ذوق کی ایک بنیادی ضرورت ہے تنقیدی سوچ (critical thinking) رکھنا یعنی ہر بات میں کیوں اور کیسے کا رجحان اور کثرت سے سوال کرنے اور اٹھانے کی عادت۔ ہمارے ایک استاد، اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے، کہا کرتے تھے کہ ۹۸ فی صد لوگوں کو سوال کرنا نہیں آتا اور ۹۹ فی صد لوگوں کو جواب دینا نہیں آتا۔ تحقیق کا طالب علم وہ ہے جو کثرت سے سوال کرے، خود سے بھی اور دوسروں سے بھی اور پھر ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑا ہو اور کمر ہمت باندھ لے۔

تحقیق کا طالب علم کبھی 'بے رائے' نہیں ہوسکتا۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کئی طالب علم میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں 'سر مجھے کوئی موضوع بتایئے' ایسے طالب علموں کی میں کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتا بلکہ انہیں کہتا ہوں کہ اپنی سوچ اور ترجیح کے مطابق تین چار موضوعات لے کر آؤ اور وہ بھی لکھ کر، زبانی نہیں، پھر بات کریں گے۔ ان موضوعات پر گفتگو کے دوران ہی موضوع اکثر فائنل ہوجاتا ہے۔

۴۔ انٹرنیٹ کا استعمال

کتاب خانوں اور لائبریریوں کے علاوہ آج کل لاسلکی مراجع (Digital Sourses) بھی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ ہر موضوع پر ہزاروں کتابیں اور تحقیقی مضامین انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور ایسے سرچ انجن اور ادارے موجود ہیں جو متعلقہ کتب و تحقیقی مضامین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک آپ کو رسائی مہیا کرتے ہیں اور یہ سہولت صرف انگریزی ہی میں نہیں عربی میں بھی موجود ہے۔ علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ اور اصول فقہ اور دوسرے اسلامی علوم کی ہزاروں کتابوں کے متون انٹرنیٹ پر موجود ہیں جن سے استفادے کا زیادہ رجحان ابھی ہمارے ہاں ترقی نہیں پاسکا۔ متعلقہ قرآنی آیات و احادیث کی تلاش کا کام بھی اب انٹرنیٹ نے آسان کر دیا ہے۔ منہج تحقیق کے کورس کی تدریس کے دوران لائبریری اور انٹرنیٹ سے عربی اور انگریزی مراجع سے استفادے کی طلبہ کو باقاعدہ مشق کرائی جانی چاہیے۔

اردو میں انٹرنیٹ پر کتابیں اور مضامین ابھی تک کم ہیں۔ وکی پیڈیا (Vikipedia) اور گوگل نے اردو میں کام کی ابتداء کر دی ہے۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ اس غرض سے خطیر فنڈز مہیا کرے بلکہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لیے قومی سطح کا ایک ادارہ بنا دینا چاہیے۔ اردو میں اسلامی علوم پر ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ اگر وہ سب انٹرنیٹ پر مہیا ہوجائے تو یہ علم کی ایک بڑی خدمت ہوگی اور علم و تحقیق کے فروغ میں اہم کردار ادا کرے گی۔

اسی طرح ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر ہر مضمون میں جتنا تحقیقی کام ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے وہ انٹرنیٹ پر آ جائے۔ اس سے موضوعات کے اعادے (Duplication) سے بچا جا سکے گا اور طلبہ کو موضوع کے انتخاب کے وقت پتہ چل جائے گا کہ کن موضوعات پر پہلے کام ہو چکا ہے اور کن نئے موصوعات پر کام کی گنجائش ابھی موجود ہے۔ یہ کام HEC یا کوئی باوسائل پبلک سیکٹر یونیورسٹی کر سکتی ہے۔

۵۔ موضوع تحقیق (Research Topic)

یہ تحقیق کے ہر طالب علم کا مسئلہ ہے کہ وہ اپنے موضوع تحقیق کا انتخاب و تعین کیسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے؟ بلکہ یہ اساتذہ کا مسئلہ بھی ہے کیونکہ موضوع تحقیق کے انتخاب وتعین کے لیے ہر طالب علم کسی نہ کسی استاد کے پاس ہی جاتا ہے۔ ہر یونیورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ کو چاہیے کہ وہ اپنی ترجیحات کے مطابق اپنے اساتذہ سے مجوزہ موضوعات تحقیق کی ایک فہرست بنوا کر شعبے کی ویب سائٹ پر رکھوا دے تاکہ طلبہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ HEC ایسے موضوعات کی فہرستوں کو یکجا کر کے ایک جامع (Censolidated) فہرست طلبہ کی سہولت کے لیے اپنی ویب سائٹ پر آن لوڈ کر سکتی ہے۔

- ہر تعلیمی ادارے، شعبے اور اس کے سربراہ کی تحقیق میں کچھ ترجیحات ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ یہاں ہم بطور نمونہ تحقیق میں اپنی کچھ ترجیحات آپ کے سامنے رکھتے ہیں:

ا۔ اسلام اور مغربی فکر وتہذیب

یہ ایک وسیع ایریا اور تھیم (Theme) ہے جس میں کئی جہات سے کام کی ضرورت ہے مثلاً:

i۔ بدقسمتی سے ابھی تک ہمارے نظام تعلیم اور ہمارے علمی وتحقیقی اداروں میں مطالعۂ مغرب (Occidentalism) کا رجحان پیدا نہیں ہوا جو ہماری نالائقی اور بے حسی کا زندہ نمونہ ہے جب کہ کسی بھی زندہ تہذیب اور معاشرے کا جب دوسری تہذیب اور فکر سے تعامل (Inter action) ہو اور واسطہ پڑے تو پہلی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اسے جانا جائے، اسے سمجھا جائے اور اس کی تفہیم حاصل کی جائے لیکن ہماری یونیورسٹیوں میں اور ہمارے دینی مدارس میں مغربی فکر وتہذیب کے مطالعے کا کوئی اہتمام نہیں اور ہمارے علمی و تحقیقی اداروں میں اس پر تصنیف وتالیف کا کوئی چلن نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ اور طلبہ کی اکثریت یہ جانتی ہی نہیں کہ مغرب کی فکری تحریکیں جیسے تحریک نشأۃ ثانیہ (Renaissance)، تحریک اصلاح مذہب (Reformation)، تحریک تنویر (Enlightenment)، جدیدیت (Modernity) اور مابعد جدیدیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(Post-modernity) کیا ہیں؟ اسی طرح ہمارے 'پڑھے لکھے' لوگوں کی اکثریت مغربی افکار کے بارے میں نہیں جانتی کہ ہیومنزم، سیکولرزم، کیپٹل ازم، سائنٹسزم، انڈی ویجیولزم، لبرلزم، پازیٹوازم..... وغیرہ کیا ہیں؟ اسی طرح ہمارے مذہبی لوگ اہم مغربی فلاسفہ اور مفکرین کی آراء سے ناواقف ہیں جیسے دیکارت، کانٹ، لاک، ہوبز، ہیگل، نطشے، سارتر وغیرہ کی فکر سے وہ آگاہ نہیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ صرف مغربی فکر وتہذیب کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے بلکہ دنیائے فکر میں تموج کا سبب بنے ہیں۔

ii۔ اسلام اور مغربی فکر وتہذیب کا تقابلی مطالعہ کیا جانا چاہیے مثلاً مغربی فکر وتہذیب میں تصور انسان کیا ہے اور اسلام کا تصور انسان کیا ہے؟ ان کا تصور دنیا کیا ہے اور ہمارا تصور دنیا کیا ہے؟ اس طرح کا تقابلی مطالعہ دونوں تہذیبوں اور ان کے بنیادی افکار کی تفہیم میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

iii۔ مغربی فکر وتہذیب مسلمانوں کے لیے ایک علمی وفکری چیلنج بھی رکھتی ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام واحد سچا دین ہے اور قیامت تک کے لیے قابل عمل ہے تو مسلم اساتذہ، محققین اور دانشوروں کو اسے اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنا ہوگا اور اس کی خوبیوں کو دنیا کے سامنے ثابت کرنا ہوگا۔ اسی طرح اگر ان کا ادعا یہ ہے کہ مغربی فکر وتہذیب انسانیت کے لیے باعث ضرر ہے، وہ غیر فطری اور غیر اسلامی ہے اور مسلمانوں کو اسے رد کر دینا چاہیے تو یہ بات بھی انہیں اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنی اور دنیا پر ثابت کرنی ہوگی۔ مسلم اکیڈیمیا اور محققین کے لیے یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

iv۔ پچھلے دو سو سال میں مسلم معاشروں اور مغربی فکر وتہذیب کے علمبردار معاشروں میں گہرا تعامل وقوع پذیر ہوا ہے۔ پہلے ٹکراؤ پھر مغرب کا غلبہ پھر مسلم ممالک کی آزادی۔ ان ادوار میں مغرب نے پرامن ذرائع اور قوت وجبروت دونوں طریقوں سے مسلم معاشرے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی ہے۔ اس باہمی تعامل کی وجہ سے مسلم معاشرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بے شمار مسائل سے دو چار ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں مغربی فکر و تہذیب کو قبول اور ردّ کرنے کی کئی سطحیں ہیں، کلی قبولیت اور مرعوبیت۔ محتاط اور محدود قبولیت۔ مکمل ردّ، محتاط استفادہ۔ ہر سطح کا اپنا استدلال اور اپنے مسائل ہیں جن کا مطالعہ از بس ضروری ہے تا کہ مثبت سوچ بچار کے بعد موزوں نتائج اور حل تک پہنچا جا سکے۔

۲۔ اسلامی علوم کی تدوین نو

اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ فرما دیا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے آخری رسول ہیں اور اسلام کو تا قیامت باقی اور قابل عمل رہنا ہے تو اس نے کمال حکمت سے یہ اسکیم بنائی کہ وہ بنیادی امور جن کے ادراک میں انسانی عقل ٹھوکر کھا سکتی تھی اور جن کے بغیر انفرادی اور اجتماعی زندگی کو صحیح بنیادوں پر استوار نہیں کیا جا سکتا تھا، ان کے بارے میں نصوص نازل فرما دیں۔ تاہم اجتماعی امور یعنی معاملات کے وہ پہلو جو مستقبل میں تغیر کا تقاضا رکھتے تھے، ان کے بارے میں تفصیلی احکام دینے کی بجائے پالیسی اصول دے دیئے اور یہ بات (امت کے) مجتہدین پر چھوڑ دی کہ وہ اس کی تفصیلات نصوص کی روشنی میں اپنی عقل و تجربے سے وضع کرتے رہیں۔ یہ چیز، جسے شرع میں اجتہاد کہا جاتا ہے، تقاضا کرتی ہے کہ معاملات کے اس غیر منصوص حصے پر ہر ملک و معاشرے میں اور ہر زمانے میں کام ہوتا رہے۔

مسلمان جب تک آزاد رہے یہ کام ہوتا رہا۔ قرون اخیرہ میں یہ کمزور ہوا اور دور غلامی میں استعمار نے اس کی گنجائش کم کر دی۔ اب جب کہ مسلمان ممالک آزاد ہو چکے ہیں اور مغربی فکر و تہذیب کا شکنجہ کچھ ڈھیلا ہوا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ معاملات میں مطلوب یہ اجتہادی کام زور شور سے شروع کریں تا کہ یہ مغربی تہذیب کے اصولوں اور اداروں کی جگہ لے سکے۔

علم اور تعلیم کے شعبے میں اس کی صورت یہ ہے کہ سارے عمرانی علوم جیسے سیاسیات،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معاشیات، نفسیات، سماجیات، تعلیم، فلسفہ، تاریخ، قانون.....وغیرہ کو اسلامی اصولوں اور عصری ضرورتوں کے پیش نظر ان کی تدوین جدید اور تشکیل نو کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کا نصاب بھی از سر نو تشکیل دیا جائے اور ان کی درسی کتب بھی نئی تیار کی جائیں اور یہ کام اسی اجتہادی سپرٹ اور صورت میں کیا جائے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تاکہ اس علمی کام کے نتیجے میں مسلم معاشرے اور ریاستیں اپنے اجتماعی معاملات عملاً ان کے مطابق چلا سکیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے محققین اپنے آپ کو قرآن، حدیث، فقہ جیسے روایتی اسلامی علوم تک محدود سمجھنا چھوڑ دیں اور عمرانی علوم کی اسلامی تشکیل نو کو بھی اپنے دائرۂ کار کا حصہ سمجھیں۔

۳۔ مسلم عروج وزوال

آج جب کہ ملتِ اسلامیہ مغرب کی غلامی کے چنگل سے نکل چکی ہے، تقدم اور ازدہار کی خواہاں اور عظمت گم گشتہ کی متلاشی ہے، اس امر پر غور بہت ضروری ہے کہ صدر اوّل میں اس کی قوت وحشمت کا راز کس امر میں پوشیدہ تھا اور پھر اسے زوال کیوں آیا؟ ان دو سوالوں کا جواب اگر بحث وتحقیق کے بعد تفصیل سے دے دیا جائے تو اس وقت امت کے تقدم و ازدہار کا لائحہ عمل تیار کرنا آسان ہو جائے گا۔ ہماری رائے میں یہ موضوع اتنا اہم ہے کہ اس پر عالم اسلام میں کئی ریسرچ سنٹر بننے چاہئیں اور اس پر بہت سے پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جانے چاہئیں۔

۴۔ اساتذہ کا کردار

سطور بالا میں ہم نے یونیورسٹی کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ میں تحقیق کی جس زبوں حالی کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا ذمہ دار کون ہے؟ خود احتسابی اور خود تنقیدی ایک مشکل کام ہے اور یہ جرأت وہمت کا تقاضا کرتی ہے اور ہم جو علوم اسلامیہ کے پروفیسر یا صدور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شعبہ ہیں (اور صدر شعبہ بھی بالعموم پروفیسر ہی ہوتا ہے) ہمیں اخلاقی جرأت سے کام لے کر یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اور جب ہم ذمہ داری قبول کر لیں گے تو پھر ہی ہم اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ہمارے طلبہ کو اگر عربی و انگریزی نہیں آتی تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کی تدریس کا ہم انتظام کریں۔ اگر ریسرچ میتھاڈولوجی کا کورس غیر موثر ہے تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسے موثر بنائیں اگر طلبہ Digital Sources سے ناواقف ہیں تو یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ انہیں ان سے مانوس کریں، ان کا تعارف انہیں کروائیں بلکہ انہیں ان میں طاق کریں۔ اگر طلبہ تحقیق کا کام مارے باندھے محض ڈگری حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں تو یہ ہمارا کام ہے کہ ان میں اس کا ذوق پیدا کریں تاکہ یہ ان کا شوق اور عادت بن جائے۔ اگر وہ روایتی اور پھسپھے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں تو ہم اساتذہ ہی اس کے ذمہ دار ہیں کیونکہ یہ ہم ہی ہیں جو ان موضوعات کو قبول کرتے ہیں۔ یہ ہم ہیں جو تھیسز کی نگرانی کا موثر اہتمام نہیں کرتے، طلبہ کو گائیڈ نہیں کرتے اور ان سے اچھی تحقیق نہیں کرواتے۔ بعض اوقات ہم تحائف بھی قبول کر لیتے ہیں اور سفارش بھی۔ یوں نااہل لوگ زیادہ محنت و مشقت کے بغیر آسانی سے ایم فل و پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر ایک استاذ نالائق بھی ہو تو پھر بھی اگر وہ چاہے تو اچھی ریسرچ کروا سکتا ہے کیونکہ ہم نے معاشرے میں دیکھا ہے کہ چور کبھی نہیں چاہتا کہ اس کا بیٹا چور ہو اور رشوت خور کبھی نہیں چاہتا کہ اس کا بیٹا رشوت خور ہو بلکہ وہ اپنی اولاد کو با اخلاق اور با کردار دیکھنا چاہتے ہیں لہٰذا اگر ایک استاد بعض لحاظ سے کمزور بھی ہو لیکن اگر وہ مخلص ہو تو اسے کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی کمزوریاں اس کے شاگردوں تک منتقل نہ ہوں بلکہ اس کے شاگرد لائق ہوں۔ لہٰذا ہم اساتذہ کو چاہیے کہ اپنا احتساب کریں اور اچھی تحقیق کروانے کی کوشش کریں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امید ہے کہ میری اس گفتگو سے اسلامی تحقیق کے کچھ پہلو واضح ہو گئے ہوں گے، طلبہ کو اچھی تحقیق کے تقاضوں سے کچھ آگاہی ہوئی ہوگی اور میں معذرت خواہ ہوں اساتذہ برادری سے اگر میں نے ان کی شان میں کچھ گستاخی کر دی ہو کہ اپنی کمزوریوں کا ادراک، نشان دہی اور ان پر قابو پانے کا عزم ہی کامیابی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔(البرہان جولائی ۲۰۱۵ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد امین

یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے علوم اسلامیہ۔خبردار، ہوشیار!

دینی مدارس کی اصلاح کے نام پر امریکی و یورپی ایجنسیوں اور این جی اوز کی فنڈنگ

ہمیں ہری پور یونیورسٹی کے صدر شعبۂ علوم اسلامیہ کی طرف سے سپارک (SPARC یعنی Society for Peace and Conflict Resolution) کے نام سے قائم سوسائٹی کا بہترین کاغذ اور چارکلر میں چھپا ہوا نیوز لیٹر موصول ہوا ہے جس میں دینی مدارس کے اصلاحاتی پروگرام اور یونیورسٹی طلبہ کی مختلف سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ پچھلے سال شعبۂ علوم اسلامیہ بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان نے ایک انٹرنیشنل کانفرنس دینی مدارس کے حوالے سے منعقد کی۔ جب ہم اپنا مقالہ پڑھنے کے لیے وہاں گئے تو پتہ چلا کہ یہ پروگرام بھی اسلام آباد کی ایک امریکن فنڈڈ این جی او کے تعاون سے کیا گیا تھا۔ شعبہ علوم اسلامیہ پشاور یونیورسٹی بھی ایسی ایجنسیوں/ این جی اوز کے تعاون سے دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے پروگرام کرتا رہا ہے۔ مشرف دور میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی مغربی ایجنسیوں کے لیے سروے اور تحقیقی کام کرتی رہی ہے جس میں لاہور کی ایک پرائیویٹ یونیورسٹی کے شعبہ علوم اسلامیہ سے بھی اعانت طلب کی گئی۔ اسلام آباد کا انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز بھی ایسی ایجنسیوں/ این جی اوز کے تعاون سے دینی مدارس کی ادارہ جاتی اور نصابی اصلاحات پر کام کرتا رہا ہے۔ اسلام آباد اور دوسرے کئی شہروں میں امن وتعلیم اور بین المذاہب ہم آہنگی اور انٹرفیتھ ڈائیلاگ کے حوالے سے بھی مغربی ایجنسیوں کے مالی تعاون سے کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔

علماء کرام کو بھی اس ضمن میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ چند سال پہلے بعض مغربی ممالک نے دینی تعلیم کے وفاقوں کے ذمہ داران کے مطالعاتی دورے کا اہتمام کیا۔ تب سے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنظیم کے جنرل سیکرٹری مغربی ایجنسیوں/ این جی اوز کی مالی معاونت سے بین المذاہب ڈائیلاگ وہم آہنگی کے لیے کام کر رہے ہیں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں کانفرنسیں اور ورکشاپیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔ ایسی ایجنسیوں/ این جی اوز کے مالی تعاون سے کام کرنے والی ایک مقامی این جی او پاپولیشن پلاننگ اور برتھ کنٹرول کے حوالے سے علماء کو باقاعدہ فنڈنگ کرتی رہی ہے۔ یہ چند وہ واقعات ہیں جو راقم کے ذاتی علم میں ہیں۔ اگر تعلیم وتحقیق یا صحافت سے وابستہ کوئی صاحب اس موضوع پر تحقیقی رپورٹ مرتب کریں تو ہوش ربا انکشافات سامنے آسکتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے نظام تعلیم اور خصوصاً دینی مدارس میں اصلاحات کی ضرورت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مغربی ممالک کی اس سے دلچسپی کا سبب کیا ہے؟ اور ہمارے لوگ اگر اس طرح کی اصلاحات پر کام کرنا چاہتے ہیں تو خود کریں اور علماء کرام کی مشاورت سے کریں۔ یہ کام وہ مغربی ایجنسیوں/ این جی اوز کی مالی معاونت سے کیوں کرتے ہیں؟ وہ کیوں محسوس نہیں کرتے کہ اس کام کی مثال حضرت علیt کے اس قول گرامی جیسی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ''کلمۃ الحق یرید بھا الباطل''۔ کون نہیں جانتا کہ دینی مدارس کے حوالے سے مغرب کا اپنا ایک ایجنڈا ہے۔ وہ ان کے کام کو بنیاد پرستی اور انتہا پسندی سمجھتا ہے اور انہیں دہشت گردی کی نرسریاں اور سہولت کار قرار دیتا ہے۔ وہ ان کو غیر موثر کرنا چاہتا ہے بلکہ ان کا خاتمہ چاہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ مغرب کے پیسے سے ان کے لیے کام کرنے والے ہمارے سکالرز، علماء، صحافی اور ادارے کیا چاہتے ہیں؟ کیا ان کے پیش نظر محض مالی منفعت ہے؟ محض مغرب کی مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے ان کے ایجنڈے پر کام کرنا تو اخلاقی پستی کی علامت ہے اور بعض لوگ اس کے ڈانڈے ملت فروشی اور ملت سے غداری سے جا ملاتے ہیں لہٰذا ایسی حرکتوں سے اجتناب ضروری ہے۔ (البرہان مئی ۲۰۱۶ء)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایس ایم محمد ادریس [1]

ہماری جامعات: سامراجی نقطۂ نظر کی پرورش گاہیں

میں کوئی عالم و فاضل نہیں بلکہ ایک کارکن ہوں جس نے اس دور میں پرورش پائی جب ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں نوآبادیاتی نظام کے ستائے ہوئے لوگ انصاف، آزادی، خودمختاری اور حریت کے لیے دلیرانہ جدوجہد کر رہے تھے۔

میں بھی اپنی نسل کے انہی سامراج مخالف لوگوں میں سے تھا، جن میں اس نظام کی مخالفت کے بیج اوائل عمری ہی میں بو دیے گئے تھے۔ یہاں میں ایک ذاتی تجربہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔

پینانگ میں ایک اینگلو چائینز اسکول میں جو کہ ایک مشنری اسکول تھا، میں نے اپنی انگریزی کی استانی مس مورٹون کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور اسکول میں نیکر پہننے سے انکاری ہو گیا۔ میں اپنے اوپر اس قسم کی کوئی بھی پابندی عائد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ مس مورٹون کی ناراضی کے باوجود میں لمبے پاجامے ہی پہنتا رہا تاکہ مسلمانوں کے طرزِ لباس سے وابستہ رہ سکوں۔ مزاحمت کا یہ جذبہ میرے اندر اور میری نسل کے سامراج مخالف لوگوں میں اب بھی زندہ ہے۔

جب سامراجی نظام کا جھنڈا 'یونین جیک' سرنگوں ہوا تو ہمیں اس بات کا یقین تھا اور ہم اس پر بہت خوش تھے کہ ہم نے خود کو صدیوں پرانے نوآبادیاتی نظام کے شکنجوں سے آزاد کرا لیا ہے اور اب ہم اپنی زبان، تہذیب، روایات اور نظامِ تعلیم پر فخر کرتے ہوئے دوسری اقوام میں سربلند اور ممتاز ہو سکتے ہیں۔

یہ حقیقت کہ ہمارا یہ یقین سطحی اور غیر موزوں تھا، مجھ پر اس وقت آشکار ہوئی جب میں

---

[1] چیف ایڈیٹر ماہنامہ 'تھرڈ ورلڈ ریسرجنس' ملائیشیا [عالمی کانفرنس سے اختتامی خطاب]

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۷ء میں کلاڈ آلویرز اور تھرڈ ورلڈ نیٹ ورک (Third World Network) کے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ کلکتہ کے دورے پر تھا۔ ہم کھانا کھانے کے لیے ایک ریستوان میں گئے لیکن مجھے محض اس بناء پر داخل ہونے سے روک دیا گیا کہ میں سارونگ (ملایا کے قومی لباس) میں ملبوس تھا۔ یہ میرے لیے بہت مایوسی کی بات تھی کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مس مورٹون ابھی بھی آس پاس ہی موجود ہیں حتیٰ کہ مہاتما گاندھی کی سرزمین پر بھی۔

ہم اس بات کا ادراک کرنے سے قاصر رہے کہ نو آبادیاتی نظام نے ہمارے معاشروں میں گہری جڑیں بنالی ہیں۔ اس نے نہ صرف ہماری سیاست و معیشت پر قابو پایا بلکہ یہ نو آبادیاتی نظام کے شکار لوگوں کے لیے اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ یہ ایک ایسی پرفریب قوت تھی جو ہماری زندگی کے ہر شعبے میں نفوذ کر گئی تا کہ ہمارے اوپر مکمل قابض ہو سکے۔

میرے ساتھیو! ہم میں سے یہاں موجود لوگوں میں سے کتنے اس روگ سے صحیح طریقے سے واقف ہیں جو ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ اس کانفرنس میں جو کچھ بھی کہا اور کیا گیا ہے، اس کے برخلاف ہم میں سے کتنے لوگ بطور نمونہ اپنا قومی لباس زیب تن کرنا پسند کریں گے۔ ہم ایسا کرنے میں بہت شرمندگی محسوس کریں گے۔ ہمیں یہ بات خوفزدہ کیے دیتی ہے کہ یہ لباس قابل قبول نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے ہمیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ یہ اس آزار کا خفیف سا درجہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ سنجیدہ صورت حال یہ ہے کہ ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جلد کو گورا کرنے، پلکوں کو بھاری بنانے اور بالوں کو بھورا کرانے کے چکروں میں ہیں تا کہ خود کو ایشیائی باشندوں کے بجائے کوہ قاف کے نقلی باشندوں میں تبدیل کر سکیں۔

جھوٹ کا جال

نو آبادکار، اپنی جارحیت کے زعم میں، دنیا بھر میں اپنے نو آبادیاتی کارناموں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیے کسی بھی قسم کی اخلاقی حدود و قیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ جھوٹ کا ایک جال بنتے ہیں کہ ان کے محکوم لوگ بچگانہ، غیر مہذب اور مضحکہ خیز مخلوق ہیں جنہیں تہذیب یافتہ بنانے کی ضرورت ہے۔ ایسے بدترین واقعات بھی موجود ہیں جہاں انہوں نے مقامی لوگوں سے انسانیت سوز سلوک کیا اور ان کے خلاف نسل کشی کے مرتکب ہوئے۔

لارڈ میکالے نے، جس نے ہندوستان کا نظام تعلیم ترتیب دیا تھا، انتہائی نخوت سے یہ اعلان کیا کہ تمام تاریخی معلومات، جو سنسکرت زبان میں لکھی گئی تمام کتابوں سے لی گئی ہیں، کی قدر و قیمت ان ادنیٰ خلاصوں سے بھی کم ہے جو انگلستان میں ابتدائی مدارس میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ایک سفید جھوٹ ہے، کیونکہ یورپ نے اس امر کا اعتراف کیے بغیر (جیسا کہ وہ احیائے علوم کی تحریک سے یہ ذکر حذف کر دیتے ہیں) عربوں، ہندوستانیوں، چینی لوگوں اور امریکہ کے سرخ ہندی باشندوں کے وسیع ذخائر علمی سے بہت کچھ مستعار لیا ہے۔

نو آبادیاتی نظام تعلیم ان جھوٹی باتوں کو فروغ دینے کا ذریعہ تھا۔ اس کا مقصد منتظمین، کلرکوں، پیشہ ور افراد اور علمی اکابرین کی ایک ایسی کھیپ تیار کرتا تھا جو نو آبادیاتی نظام کو قائم رکھ سکے اور اس کا دفاع بھی کر سکے۔ ان کی تعلیم نے ان کی تاریخی و تہذیبی جڑوں کو کاٹ ڈالا اور مغربی رسوم، اقدار اور تصورات سے لا جوڑا، جو ان کے اندر پیوست کر دی گئی تھیں۔

اس بنیادی سماجی جوڑ توڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے نو آبادیاتی ذہن رکھنے والی ادنیٰ تخیل کی حامل اور تخلیقی صلاحیت سے عاری مقامی اشرافیہ تیار کر دی۔ انہیں ایسی مسخ شدہ شخصیت بنا کر رکھ دیا جو خود اعتمادی، عزت نفس اور وقار سے عاری تھی۔ ان کا طرزِ زندگی، ذوق اور اقدار عام لوگوں سے کوسوں دور جب کہ اپنے نو آبادیاتی آقاؤں کے خاصا قریب تھا۔ ان کے بارے میں جیسا کہ لارڈ میکالے نے کہا کہ یہ ان لوگوں کی جماعت تھی جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی، ملائیشیائی، چینی یا افریقی تھے لیکن اپنی پسند و ناپسند، اپنی آراء، اخلاقیات اور ذہنیت کے اعتبار سے انگریز تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نوآبادکاروں کے چلے جانے کے بعد، اقتدار اس طبقے کے ہاتھوں میں آ گیا۔ انہوں نے اداروں مثلاً سول سروس، عدلیہ، پولیس اور جامعات وغیرہ کا انتظام وانصرام سنبھال لیا۔ یہ طبقہ نوآبادیات ہی کی پیداوار تھا تاکہ وہ اس کے مفادات کا تحفظ کر سکے اور ان کے فلسفے اور نظریات کو نقصان پہنچائے بغیر اس پر عمل درآمد جاری رکھوا سکے۔

ہماری جامعات سامراجی تصورات کی پرورش گاہیں ہیں، وہ اپنے تعلیمی نمونوں کے ذریعے مغربی بالادستی کو دوام بخشتی ہیں جو کہ ہماری تہذیب، زبان، طرز زندگی، نظام تعلیم اور عظمت کے لیے تباہ کن ہے۔

حقیقی آزادی حاصل کرنے اور خود اپنی حقیقت سے روشناس ہونے کے لیے ہمیں خود کو اس مغربیت سے پاک کرنا ہوگا جو ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے۔ جیسا کہ اشیس نندی اور دوسرے لوگوں نے اپنی کتاب The Blinded Eye:500 years of Christopher Columbus میں لکھا ہے:

'اندرونی کولمبس، بیرونی کولمبس کی نسبت زیادہ بڑی رکاوٹ ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کی سائنس، اس کی معیشت، فطرت کی طرف اس کے رویے، جنس اور صحت کے متعلق اس کے نظریات، دوسروں کے متعلق اس کے نقطۂ نظر اور ان کی زبانوں نے ہمارے اندر گہری جڑیں بنالی ہیں۔ ان چیزوں کو جڑوں سے نکال پھینکنا یقیناً تکلیف دہ امر ہوگا لیکن ایسی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے اس بنیادی کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا جائے۔'

اپنے آپ کو اندرونی کولمبس سے نجات دلانے کے مشن پر عمل پیرا ہونے کے لیے 'سٹیزنز انٹرنیشنل' نے بعض دیگر اداروں کے ساتھ مل کر تدریس وتحقیق کے موضوع پر تین بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کی ہیں۔ ہم نے نصاب کی ازسرنو تشکیل اور بالادستی کے مسائل پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ نظریاتی اور عملی اعتبار سے ہم ایسی علمی دنیا کا حصہ نہیں بننا چاہتے جہاں ہمارا کردار محض ثانوی اور نقالوں کا سا ہو۔

اس کانفرنس میں، جو کہ جامعات کو نوآبادیات سے پاک کرنے کے موضوع پر پہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کانفرنس تھی، نصاب کو یورپی اثرات سے، خواہ وہ نظریاتی ہوں یا طریقہ کار سے متعلق، آزاد کرانے پر غور کیا گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم استعماریت کے خاتمے کی نشاندہی کے قابل اہل علم حضرات کو مدعو کریں گے تاکہ وہ نصاب کے متعلق اپنے غیر یورپی تصورات کے بارے میں تبادلہ خیال کر سکیں کہ یہ نصاب کیسے معلوم ہوتے ہیں، کیا یہ مستند ثابت ہوں گے اور کیا یہ سوشل سائنس کے تناظر میں ایسی بنیاد ثابت ہوں گے جو یورپی تصورات کے رنگ میں رنگی ہوئی نہ ہو۔

کیا ہم اس سمت میں مزید پیش قدمی کر سکتے ہیں اور ان سوشل سائنسز کو جو ہمارے لیے بے کار ہیں اور ہماری اقدار اور مذہبی روایات سے لگا نہیں کھاتیں، نصاب میں شامل یا خارج کرنے کی آزادی حاصل کر سکتے ہیں اور خود اپنے لیے نئی سوشل سائنسز ترتیب دے سکتے ہیں؟

آیئے، خود اپنے ساتھ دیانتدار ہو کر سوچیں، یا تو ہمیں اس عزم و ہمت کا مظاہرہ کرنا ہوگا کہ ہم سماجی اعتبار سے اپنے لیے فائدہ مند سائنس ایجاد کر سکیں، یا ہمیں سماجی سائنس کی اندھا دھند تقلید بند کرنا ہوگی۔ کچھ یہاں اور کچھ وہاں سے مستعار لے کر ایک ایسا ملغوبہ تیار ہوگا جو کسی کو بھی متاثر نہ کر سکے گا اور درحقیقت بے معنی ہوگا۔

ہم اپنے ورثے کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کہ خطرے میں ہے۔ ہم ان بیڑیوں کو جو کہ ہمیں باندھ کر غلام بنائے ہوئے ہیں، ہٹائے بغیر مکمل طور پر آزاد اور خودمختار نہیں ہو سکتے۔

اگر میکالے نے اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لیے ترجمان تیار کیے تھے تو آپ میں سے آگاہی اور علم رکھنے والے تمام افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کنٹرول کا رخ بدلنے کے لیے قیادت کریں اور اس کام کو شروع کرنے کی اوّلین جگہ ہماری جامعات کے اندر ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ ہماری جامعات میں بھی ایسی تبدیلیاں لانے کی کوشش کو ایک انتہا پسندانہ مشق گردانا جائے گا۔ ہماری نفسیات میں مغرب کا اثر ونفوذ اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے ہٹ کر سوچنا ایک ناقابل تخیل بات ہے، اس ڈر سے کہ ہم غربت اور پسماندگی کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ سوچنا تو ایسا ہے جیسے نوآبادیاتی نظام کے آنے سے پہلے کوئی تہذیب موجود ہی نہیں تھی۔

تبدیلی آ سکتی ہے، اگر آپ ذرائع ابلاغ پر نظر دوڑائیں۔ کئی عشروں تک ہر کوئی یہی شکایت کرتا تھا کہ دنیا کے ذرائع ابلاغ پر چند ایک مغربی ایجنسیاں قابض ہیں۔ الجزیرہ نے اس قبضے کو کسی حد تک توڑ ڈالا اور سماجی واقعات کو دیکھنے کا ایک بالکل مختلف، زیادہ پرکشش اور زیادہ مبنی برحقیقت انداز متعارف کروایا۔

بہارِ عرب (Arab Spring) کے غنچوں پر بھی نظر دوڑائیں۔ ایک طویل عرصے تک ہمارا خیال تھا کہ آمریت اور استبداد عرب دنیا کی مستقل حالت ہیں۔ ظلم کے شکنجے کو توڑ پھینکنے کی جرات دکھانے سے عربوں میں انقلاب آئے گا بالکل اسی طرح جیسا کہ ترکوں نے عسکری تسلط سے نجات کے لیے پیش قدمی کی تھی۔

بین الاقوامی اداروں، جیسا کہ اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی و ثقافتی ادارے (UNESCO)، پر ایک مقدس فرض عائد ہوتا ہے جسے کوئی اور ادا نہیں کر سکتا۔ یہ فرض ہے تہذیبوں کی حفاظت، انسانیت کے وسیع تنوع کی حفاظت، اس کی زبانوں، اس کے روایتی علوم اور مہارتوں کی حفاظت کا۔ یونیسکو اس دوڑ میں شامل نہیں ہو سکتا کہ تہذیبوں کا ادغام ہو اور ان متنوع تہذیبوں کو کچل کر ایک ہی برتر بھاری بھرکم عالمگیر تہذیب کی حکمرانی ہو جو دوسری تہذیبوں کا احترام نہیں کرتی۔ یونیسکو کو اس امر کو یقینی بنانا چاہیے کہ سماجی سائنس بھی اسی قدر متنوع رہے جتنی خود انسانیت ہے اور اس امر کو بھی کہ تہذیبیں اور ان کے علوم یقینی طور پر محفوظ اور سلامت رہیں (بشکریہ 'مغرب اور اسلام')۔ (البرہان اکتوبر ۲۰۱۴ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید خالد جامعی [1]

علوم اسلامیہ میں تحقیق کی ابتر صورتِ حال

علماء کرام، علوم اسلامیہ کے پروفیسرز اور پی ایچ ڈی کے طلبہ توجہ فرمائیں

ہمارے ایک محترم دوست جو عالمِ دین بھی ہیں، ایک کانفرنس میں مقالہ پڑھنے سعودی عرب جارہے تھے۔ مقالہ ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر تھا۔ انہوں نے ای میل سے اس کا مسودہ ہمیں بھیجا اور درخواست کی کہ اس میں پندرہ بیس حوالوں کا اضافہ کردیجیے اور مقالے کی نوک پلک سنوار دیجیے۔

آج کل عالمی کانفرنسوں میں شرکت کا شوق بعض علماء کو مضمون نگار بننے پر اکسا رہا ہے۔ ویسے بھی جب سے علماء نے سیکولر مخلوط تعلیمی اداروں سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنا شروع کی ہے، سیکولر اداروں میں ملازمت کے مواقع انہیں ملے ہیں اور اب ۲۵ ہزار روپے پی ایچ ڈی الاؤنس بھی ملنے لگا ہے، جو کسی مدرسے کے شیخ الحدیث کی تنخواہ کے برابر ہے، تو ان میں محقق اور مقالہ نگار بننے کا شوق بڑھتا جارہا ہے۔ گو پی ایچ ڈی کرنے والے ان فضلاء کا مطالعہ بہت محدود ہے۔

نظریہ ارتقاء پر حضرت والا کا مقالہ پڑھ کر ہمیں اندازہ ہوا کہ مضمون نگار کی اکثر معلومات کا سرچشمہ الندوہ کی فائل، شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، مولانا مودودی کی تحریروں اور مولانا آزاد کی تفسیر و مضامین کے سوا کچھ نہیں۔ کچھ عربی جرائد کے مضامین اور کچھ اُردو انگریزی اسلامی جرائد کے مقالات سے استفادہ کیا گیا تھا لیکن اصل مآخذ سے رجوع کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی تھی۔ راقم نے مضمون ملنے پر حضرت والا سے عرض کیا: ڈارون نے اپنی ایک Note Book میں Tree of life کا ذکر کیا ہے۔ وہ درخت

---

[1] سابق ناظم شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے؟ اس کے بارے میں آپ کچھ جانتے ہیں؟ جواب ملا: جی نہیں، کبھی سنا نہیں۔

ہم نے پوچھا: ڈارون پر 'روایت' کے مکتب فکر کی تنقید کیا آپ نے پڑھی ہے اور حسین نصر کی کتاب *Traditional Islam in the Modren World* میں جو تنقید ہے کیا وہ آپ کی نظر سے گزری ہے؟ جواب ملا: جی نہیں۔ ہم نے پوچھا: انسائیکلوپیڈیا فرانسے جلد پنجم میں Living organism کے مدیر اور فرانسیسی ماہر ارضیات پال لیموان نے مختلف شرکاء کی تحریروں پر جو نوٹ لکھا ہے کیا وہ آپ نے دیکھا ہے؟ جواب ملا: اس کتاب کا نام بھی نہیں سنا۔ ہم نے کہا: کیا آپ نے ڈارون کی Note Books دیکھی ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔

پھر ہم نے پوچھا: کیا آپ نے فرانسیسی ماہر حیاتیات پروفیسر لوئی بونوغ کے تحقیقاتی مقالے دیکھے ہیں؟ [پروفیسر بونوغ نے نظریہ ارتقاء کے حامی کئی سائنس دانوں سے بحث کی اور تنقید سے اس نظریے کو غلط ثابت کیا تو جواب ملا کہ اس کے باوجود ہم ارتقاء کو ایسا ہی یقینی سمجھتے ہیں گویا کہ اسے معروضی طور پر ثابت کیا جا چکا ہو۔ بونوع نے جواباً لکھا کہ سائنس ہم سے ایمان بالغیب کا مطالبہ کر رہی ہے۔ ارتقاء کا نظریہ ایک الہامی حقیقت کے لبادے میں پیش کیا جا رہا ہے۔] جواب ملا: جی نہیں۔ ہم نے کہا: کیا ڈگلس ڈیور صاحب کی کتاب *The Transformist Illusion* نظر سے گزری ہے؟ جواب ملا: جی نہیں۔ پھر ہم نے پوچھا: Evanshute کی کتاب *Flaws in the Theory of Evolution* آپ نے پڑھی ہے؟ جواب ملا: نہیں۔

اس کے بعد ہم نے پوچھا: سائنس کی نئی شاخ Molecular Phylogeny کے بانی کی تحقیقات سے کیا آپ واقف ہیں؟ جواب ملا: اس علم کی شاخ اور موضوع سے ہم واقف نہیں۔ ہم نے کہا: کیا آپ نے جدید علوم کی فہرست، فرہنگ اور تعارفی لغت پڑھی ہے؟ جواب ملا: جی نہیں۔ پھر ہم نے پوچھا: ڈارون کے Life Tree کے بعد ارتقائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنس کے میدان میں Tangled Tree,Life Web کی اصطلاحات آئیں، کیا آپ ان سے واقف ہیں؟ کیا آپ Horizontal and Vertical Gene Transfer کے مباحث سے واقف ہیں؟ کہنے لگے: نہیں۔

پھر ہم نے پوچھا: کیا آپ RNA Tie Club کو جانتے ہیں جہاں سال میں دو مرتبہ ۲۰ سائنس داں اکٹھے ہوکر ارتقاء وغیرہ سے متعلق سائنسی مباحث پر تبادلہ خیالات کرتے اور تحقیقات کا ناقدانہ جائزہ لیتے تھے؟ جواب ملا: جی نہیں۔ ہم نے کہا: کیا آپ نے Carl Woese کی تحقیق The Tangled Tree پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مَیں اس کتاب سے واقف نہیں۔

پھر ہم نے پوچھا: کیا آپ ۲۰۰۴ء میں ۳ بلین ڈالر سے قائم کردہ Human Genom Project سے واقف ہیں جس میں سائنس دانوں نے پہلی مرتبہ 3billion letters of human genetics code پڑھے تھے جس پر ایک بہت بڑے سائنس دان کا اعتراض تھا کہ بیالوجی کو انجینئرنگ کے ذریعے پرکھا جارہا ہے۔ اور کیا آپ جانتے ہیں کہ Carlowese سائنس دانوں کے Technological Adventurism کے خلاف کیوں تھا؟ اس اصطلاح کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جواب دیا: معلوم نہیں۔

ہم نے پوچھا: کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ Woese ڈارون کے بارے میں ہمیشہ لکھتا تھا کہ You accord Darwin so much substance than the bastard deserved اس کے باوجود وہ ڈارون کا مخالف تھا یا حامی اس کی تحقیق کیا نئے راستے دکھاتی ہے یا ڈارون کے راستے کی توسیع وترقی ہے؟ جواب ملا: لاادری۔ پھر ہم نے پوچھا: ڈارون سے لے کر RNA Tie Club تک دوسو سے زائد اہم سائنس دانوں نے، جن میں گیارہ عورتیں بھی شامل ہیں، نظریہ ارتقاء پر کام کیا ہے۔ کیا آپ ان کے ناموں سے اور ان کے کام سے واقف ہیں؟ کیا آپ نے سائنسی اصطلاحات سے متعلق کوئی لغت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت کا فون بند ہو گیا۔
یقین جانیے یہ صورتِ حال صرف ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی نہیں ہے ہر شعبے کا یہی حال ہے۔
ایک مثال اور ملاحظہ کیجیے۔

ہمارے آبائی گھر کے قریب ایک مسجد کے پیش امام صاحب نے ایک بہترین عالم دین کو جو نہایت نیک متقی پرہیز گار، ایک دینی مدرسے میں استاد اور پنجابی، فارسی، فرانسیسی، عربی اور انگریزی پر عبور رکھتے، ہیں، پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے میں رہنمائی کے لیے ہمارے پاس بھیجا۔ انہیں مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ راقم نے ان کے تحقیقی مقالے کے لیے عالم دین کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا۔ وہ مہینے میں صرف ایک دن آدھ گھنٹے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ ان کا موضوع تھا جدید معاشیات اور اسلام۔ راقم نے حضرت سے پوچھا کہ کیا آپ نے معاشیات کی ایمانیات، مابعد الطبیعیات، تاریخ، مباحث، اصطلاحات پر کوئی کتاب پڑھی ہے؟ جواب ملا: نہیں۔ ہم نے پوچھا: علم معاشیات پر آپ نے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟ جواب دیا: اُردو میں انٹر کی معاشیات کی کتاب دیکھ رہا ہوں۔ ہم نے کہا: آپ پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں اور انٹر کی معاشیات کی کتاب سے استفادہ کر رہے ہیں۔ کیا وہ سمجھ میں آتی ہے؟ جواب ملا: بہت مشکل ہے۔ کوئی استاد مل جائے جو ان مباحث کو سمجھا دے تو سہولت ہو جائے گی۔ ہم نے عرض کیا چلیے آپ کے لیے کوئی استاد ڈھونڈتے ہیں لیکن آپ مقالہ کیسے لکھیں گے جب کہ آپ بنیادی مباحث سے ہی واقف نہیں؟ جواب ملا: حضرت میں ایک باب مکمل کر کے جمع کرا چکا ہوں ہمارے سپر وائزر اسے دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا باب نصف ہو چکا ہے۔

ہم نے کہا: اچھا یہ بتائیے کہ آپ معاشیات کی اہم اصطلاحات سے واقف ہیں جیسے:

Homo Economicus, Maximizing Individual, Perfect information, Rational being, Scarcity, Unlimited needs, Great Satisfication with minmum efforts, Human behaviour in

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Economics, Market, Capital, Wealth, Bazar, Free autonomous self intrested individual, Hedonism, Pleasure Seeking Animal, Individualism, Every one is driven by self Intrest, Economic Behaviour, Aims and objects of Market, Civil society, Contractarian Society, Methodological Individualism etc.

حضرت والا نے فرمایا کہ میں ان اصطلاحات سے واقف نہیں۔ وقت بھی کم ہے۔ ان شاءاللہ پی ایچ ڈی کی تکمیل کے بعد یہ مباحث پڑھ لوں گا۔ ہم نے کہا: جدیدیت اور مغرب کے تمام افکار، عقیدوں، نظریات کو چلانے والا اصل انجن جدید معاشیات ہے لہٰذا آپ کو اس کی مابعد الطبیعیات، ایمانیات، عقائد کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر آپ کی تحقیق مغرب کے نظام سرمایہ داری اور نظام معیشت کو مضبوط کرے گی۔ آپ جزو کی بنیاد پر مغرب کی معیشت کا جائزہ لیں گے اور جزوی مماثلتوں کی بنیاد پر اصول استقراء کے تحت کلیات اخذ کریں گے۔ منطق کا اصول ہے استقرا یقین کا فائدہ نہیں دیتا۔ خذ ما صفا ودع ما کدر کا اصول یہاں نہیں چلے گا کیوں کہ آپ کے لیے ضروری ہے کہ خُذ سے پہلے جدید معیشت کو تو جانیں۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ انگریزی جانتے ہیں لہٰذا کتابیں پڑھیں۔ ہم آپ کو کتابیں مہیا کریں گے فی الحال آپ تین کتابیں دیکھ لیں:

1- A. Smith, *Theory of Moral Centiments*
2- Carl Polyani, *The Great Transformation*
3- G. Rist, *The Delusions of Economics*

جی رِسٹ کی کتاب فرانسیسی میں ہے۔ آپ اصل زبان میں کتاب پڑھیے تاکہ اس میں جو فرانسیسی حوالے آئے ہیں ان کا بھی مطالعہ کر سکیں۔ انہوں نے جواب دیا: میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ جلد از جلد مقالہ جمع کرانا ہے۔ آپ کتابیں نکالیں، میں دیکھوں گا۔ اس کے بعد حضرت والا سے رابطہ منقطع ہو گیا۔ کئی سالوں بعد تشریف لائے تو راقم نے پوچھا: آپ کے مقالے کا کیا بنا؟ جواب دیا مَیں مقالہ جمع نہیں کرا سکا، نگران نے معذرت کر لی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

BASR کو کچھ اعتراضات تھے۔ اچھا ہوا اس عذاب سے چھٹکارا ملا۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کے پی ایچ ڈی کے علمی مقالات اسلامی علمیت کو مضبوط کریں گے یا مغرب کے مسلط کردہ نظریات و نظام کی تصدیق، تائید، توثیق کریں گے؟ ہم نہایت افسوس اور دکھ سے کہتے ہیں کہ علوم اسلامیہ کے اکثر پی ایچ ڈی اسکالرز کی علمی تحقیقات کی سطح یہی ہے جو سطور بالا سے ظاہر ہے۔

امام شامی فرماتے ہیں کہ: "من جهل باهل زمانه فهو جاهل" یعنی جو شخص اپنے اہل زمانہ سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہے۔ اسلامی اکنامکس میں بہت تیزی سے پی ایچ ڈی ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اسلامی بینک میں لاکھوں روپے کی نوکری مراعات کے ساتھ مل جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہ معاشی ماہرین جدید اکنامکس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ مختلف اسلامی بینکوں کے ۱۳ ماہرین سے راقم کو مختلف مواقع پر گفتگو کا موقع ملا مگر اندازہ ہوا کہ یہ حضرت بی اے ایم اے کی سطح سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ مغرب کے علم کی اسلام کاری سے پہلے مغرب کے علوم پر گرفت ہونی چاہیے ورنہ حضرت عمرؓ کا فرمان یاد رہنا چاہیے کہ "وہ شخص دین کی کڑیاں بکھیر دے گا جو جاہلیت کی حقیقت سے واقف نہ ہو" ہم جدید اکنامکس کا مطالعہ، انتقاد کرتے ہوئے جو مغرب کی جاہلیت کا تحفہ بلکہ اس کی تہذیب کا انجن ہے، اگر اس کے بنیادی مقدمات، ایمانیات، عقائد، مابعد الطبیعیات، اصطلاحات سے ہی واقف نہیں تو ہم صرف دین کی کڑیاں بکھیرنے کا کام کریں گے۔ اللہ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

جامعاتی تحقیق کی عمومی زبوں حالی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر طفیل ہاشمی

جائز و ناجائز ہر طریقے سے ریسرچ پیپرز لکھنے اور چھپوانے کا بخار

پاکستان میں یونیورسٹی ریسرچ کی حقیقت کیا ہے؟

ایچ ای سی کو اپنی پالیسی بدلنی چاہیے

ایک خاتون جو قائد اعظم یونیورسٹی سے تازہ تازہ پی ایچ ڈی تھیں، ایک دوسری یونیورسٹی میں جاب کے لیے انٹرویو دینے آئیں تو ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے (۸۵) پچاسی ریسرچ پیپرز امپیکٹ فیکٹر جرنلز میں چھپ چکے ہیں۔ اس کے بعد یہ کہانی ہر جگہ نظر آتی رہی۔ ایچ ای سی کی پروموشن پالیسی کے تحت ٹیچنگ کی بجائے ریسرچ کو اہمیت ملنے لگی۔ ہر مضمون کے اساتذہ نے کئی کئی گروپ بنا لیے اور مشترکہ پبلیکیشنز کا سیلاب امڈ آیا۔ جو دراصل کیا تھا؟ آپ کسی ڈھابے پر کھانا کھانے جائیں تو کیا پکا ہے؟ پوچھنے پر ویٹر آپ کو آٹھ دس ہانڈیاں گنوا دے گا جو اصل میں دو تین ہی ہوتی ہیں لیکن ان کو مختلف انداز سے مکس کرنے سے کئی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ریسرچ پیپرز کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ یونیورسٹیاں ریسرچ مجلّات نکالنے میں زیادہ دلچسپی لینے لگ گئیں، جس سے سب کا بھلا ہوتا تھا۔ جب ساری توانائی پیپرز چھپوانے پر لگے گی تو پڑھانے کے لیے پڑھنے کا وقت ہی کہاں بچتا ہے۔ مزید یہ ہوا کہ اساتذہ نے طلبہ کے کاموں پر اپنے نام چھپوا کر اپنی تحقیقات کی تعداد بڑھانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ چلیں اگر آپ کی نگرانی میں کسی طالب علم نے کوئی کام کیا اور وہ طالب علم فرسٹ آتھر کے طور پر سامنے آتا ہے تو بھی گوارا ہے لیکن طالب علم کے کام کو استاذ اپنے نام سے شائع کروا دیتا ہے یا خود فرسٹ آتھر ہو جاتا ہے، جس پر کوئی کاروائی ہوتی ہے نہ احتجاج۔

اب جبکہ ہائر ایجوکیشن کمشن نے ریسرچ گرانٹ بند کر دی ہے تو کچھ یونیورسٹیز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقالات چھپوانے والوں سے قیمت وصول کرتی ہیں، جس سے مدیران مجلّات کے وارے نیارے ہو گئے ہیں کہ وہ یونیورسٹی فیس کے علاوہ ذاتی نذرانہ بھی وصول کرتے ہیں۔[بعض پروفیسرز نے اپنے شعبہ کے جرنل کو ایچ ای سی سے منظور کرانے کی بجائے اپنے ذاتی جرنلز ایچ ای سی سے منظور کرا کر ریسرچ پیپر چھپوانے والوں سے بھاری فیسیں وصول کرنا شروع کر دی ہیں کیونکہ ایچ ای سی نے پی ایچ ڈی تھیسیز جمع کروانے سے پہلے ایک ریسرچ پیپر کی اشاعت کی شرط رکھ دی ہے۔

چنانچہ ریسرچ پیپر چھانے کا یہ منافع بخش کاروبار بہت چل نکلا ہے اور ہوشیار لوگ اس سے خوب پیسے کمار ہے ہیں۔رہی کوالٹی تو اس کی پرواکس کو ہے؟ مدیر]۔

اس پس منظر میں ہماری رائے میں ڈاکٹر قبلہ ایاز اور بعض دوسرے اہل علم کی اس رائے میں وزن ہے کہ جب تک ایچ ای سی ڈاکٹر عطاء الرحمن والی ایجوکیشن پالیسی نہیں بدلتی ہماری یونیورسٹیوں کی تعلیمی حالت بہتر نہیں ہوسکتی۔(البرہان نومبر ۲۰۱۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل

جامعات کے تحقیقی مجلوں کا معیار
زوال کا ایک بنیادی سبب

جنوبی ایشیا میں علمی و ادبی صحافت نے اولاً اخبارات و رسائل کی صورت میں اپنا آغاز کیا تھا لیکن پھر مغرب کے زیر اثر علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے تحت مجلّات جاری ہونے لگے اور جامعات اور تحقیقی اداروں نے ان کے توسط سے علمی و ادبی صحافت کی ایک باقاعدہ روایت کا یہاں آغاز کیا، جو بڑی کامیابی کے ساتھ گزشتہ سوڈیڑھ سو سال میں ایک مستقل اور مستحسن حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ یہ روایت پاکستان میں بھی، ایک سابقہ روایت کے تسلسل میں، کم از کم لاہور کی جامعات میں اپنی ایک حیثیت اور وقار کی حامل تھی کہ قیام پاکستان کے بعد اس روایت نے ایک مستقل صورت اختیار کی اور متعدد نئی پرانی جامعات نے علمی ترقی کے حالیہ ادوار میں اسے اپنایا اور اپنی اپنی ترجیحات کے تحت مختلف کلیات اور شعبہ جات میں مجلّات کا اجرا کیا، جو اپنے وسائل، استعداد اور حوصلوں کی حد تک جاری ہے۔ اس صورت حال میں، جو اگرچہ اپنی حد تک قابل ستائش تو تھی لیکن آج کی ترقی یافتہ دنیا اور بے پناہ ترقیِ علوم کے اس دور میں یہاں کی اس روایت کو متعینہ عالمی معیار کے ذیل میں مقابلتہً قابلِ اطمینان کہنا شاید بے جا ہی ہے، چناں چہ جب ملک میں اعلیٰ تعلیم و مطالعات کی ترقی کے لیے اس صدی کے آغاز میں سرکاری سطح پر "ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان" کے تحت اس زمرے میں بہتری لانے کی منظم کوشش اور منصوبہ بندی کی گئی تو جامعات میں بالخصوص تعلیمی معیار کی بلندی اور مطالعات و تحقیق کو عالمی سطح پر پہنچانے کے لیے خاص اہتمام کیے گئے، جو ایک حد تک مؤثر بھی ثابت ہوئے۔ اس ضمن میں جامعات اور ان کے کلیات و شعبوں اور ان سے منسلک اساتذہ و طلبہ کے لیے مطالعات و تحقیقات کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متعینہ عالمی اصول وضوابط کو اختیار کرنے اور ان کی پیروی وتعمیل کو ضروری قرار دیا گیا اور ان ہی پر تقرر وترقیوں کا دارومدار رکھا گیا۔ لہٰذا مجلّات کے لیے، اور ان میں شائع ہونے والے مقالات کے لیے بھی،، معیار کے عالمی سطح کے مسلمہ اصولوں کی پیروی لازم قرار دی گئی، جو ایک مستحسن اقدام تھا۔

اس ضمن میں یہ بھی لازم قرار دیا گیا کہ جو مقالات یا مطالعات مجلوں میں شامل کیے جائیں، اشاعت سے پہلے ان کے معیار کی توثیق اور تعین کے لیے متعلقہ ماہرین سے، جو خود ایک ثقہ اہلیت وتوقیر کے حامل ہوں، مثبت ماہرانہ رائے (Peer Review) ضرور حاصل کی جائے۔ لیکن اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی جامعات اور ان کے مجلّات کے ذمے داروں کا اس ضمن میں کیا رویہ رہا ہے؟ یہ امر جائزہ طلب ہے کہ 'ہائر ایجوکیشن کمیشن' سے منظور شدہ مجلوں کے مدیران نے اس شرط کو کتنی سنجیدگی سے اختیار کیا ہے؟ شاید اس کمیشن یا اس ادارے میں اس طرح کے کسی اہتمام کی کوئی روایت موجود نہیں ہے کہ وہ اپنی عائد کردہ شرائط کی تعمیل کا باقاعدہ جائزہ لیتا رہے۔ یہ ادارہ اس ضمن میں آج تک جامعاتی تحقیق کے معیار اور ماہرانہ آرا کی صورت حال کے بارے میں اعداد وشمار جمع کرنے اور انھیں عام کرنے کے بارے میں بھی شاید خاموش ہے؟ یہ جاننے کی بھی شاید کوئی کوشش نہیں ہوتی کہ ماہرانہ آرا کے بارے میں ماہرین کا رویہ کیسا رہا ہے؟ کیا وہ منصفانہ رائے دیتے ہیں؟ کیا اس عمل میں کسی بہتری کی ضرورت ہے؟ اور اگر ضرورت ہے تو وہ کس طرح لائی جاسکتی ہے؟ بظاہر اس ضمن میں ادارے کی جانب سے کوئی اعلانیہ کوشش نہیں کی گئی! پھر یہ کوشش بھی نظر نہیں آتی کہ مطالعات وتحقیقات کے معیار کی ایک اہم شق یعنی رسمیات مقالہ نگاری کے لحاظ سے مجلوں میں شائع ہونے والے مقالات کے معیار کو دیکھا اور جانچا جائے۔ کیوں کہ اکثر مجلّے جدید تر عالمی رسمیات کے اختیار کرنے کے معاملے میں، بل کہ اپنے ایک ہی شمارے کے مقالات میں رسمیات کے اختیار کرنے کے معاملے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکسانیت سے بے نیاز نظر آتے ہیں جن کی وجہ سے شمارہ یا مجلہ بے ترتیبی، عدم یکسانیت اور بد سلیقگی سے پُر نظر آتا ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ لگتا ہے کہ مجلوں کے اکثر مدیر رسمیات کی اہمیت اور ان کی یکسانیت اور بل کہ ان کے جدید تر اور سائنٹی فک اصولوں ہی سے واقف نہیں اور انھیں اختیار کرنے کی اہمیت کے قائل بھی شاید نہیں! جب رویہ ایسا ہو تو ماہرانہ رائے کا حصول اور اس کے لیے مناسب ماہرین کی جستجو اور انتخاب کا کھکھیڑ کوئی کیوں پالے؟ چناں چہ جدید تر عالمی معیار کے متعینہ رسمیات کے تعین، ان کے اختیار کرنے کی اہمیت و ضرورت اور ماہرانہ آرا کے حصول کے بنیادی تقاضے کوئی کیوں کر پورے کرنا چاہے اور کیوں کرے؟ یہ ایسی وجوہات ہیں کہ جن کے سبب، ہمارا خیال ہے، کہ ہماری جامعات میں تحقیق کے معیار اور رفتار میں قابل ذکر ترقی، ہائر ایجوکیشن کمیشن کی قدرے سنجیدہ کوششوں اور کچھ مناسب اقدامات کے باوجود، آگے نہیں بڑھ رہی ہے بل کہ اسی ذمے دار ادارے کی متعدد معاملات میں بظاہر اپنی ہی عائد کردہ شرائط یا ہدایتوں کی تعمیل کو جانچنے کی طرف سے بے نیازی یا غفلت کے سبب، ترقیِ معکوس کی جانب رواں دواں ہے، جو ایک بڑا علمی و قومی المیہ ہے۔

تحقیق کے معیار کی بہتری و بلندی اور خود تحقیقی مجلوں کے معیار کی وقعت میں جہاں ایک جانب مجلّے کا اپنا معیار اور اس کے مدیروں و مجلس مشاورت کا دخل ہے وہیں اس میں شائع ہونے والے مطالعات و تحقیقات کے سبب بھی ہے جو واقعتاً بڑی حد تک مقالات کے معیار کے تعین کے لیے متعلقہ ماہرانہ رائے پر بھی منحصر ہے۔ یقیناً آج، ایک عمومی رائے کے مطابق، ہر سمت اور ہر شعبے میں قحط الرّ جال کا دور ہے جو افسوس کہ روز افزوں بھی ہے۔ ایسے میں ہر شعبۂ علم میں سنجیدہ و لائق ماہرین کا میسر آنا بھی خاصا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ پھر ان ماہرین کا مخلص و انصاف پسند ہونا بھی ایک امر لازم ہے کہ وہ مقالات پر دیانت دارانہ اور حقیقتاً ماہرانہ رائے دیں، انھیں پسند کریں یا ان میں کمزوریوں کی نشان دہی کر کے ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصلاح وترمیم پر مقالہ نگار کو راغب کریں یا مقالے کو رد کردیں۔ ہماری آج کل کی اخلاقی کمزوریاں بھی اس ضمن میں ایک مسئلہ بنتی جارہی ہیں، چناں چہ اب غیر معیاری مقالات بھی، باہمی دوستانہ تعلقات، مروت و رعایت کے حصول کے نتیجے میں" مثبت ماہرانہ رائے" حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتے اور کوئی سطحی وسرسری نوعیت واسلوب اور فرسودہ موضوع کا مقالہ بھی رد نہیں ہوتا بل کہ مجلّے میں شامل ہوجاتا ہے۔ اور شاید ایسے ہی مقالات کے بل پر اور مدیران اور ذمے دار مجلسوں کے متعلقہ اراکین سے روابط باہمی و دوستی کے باعث مبینہ طور پر مجلہ نہ صرف منظوری حاصل کرلیتا ہے بلکہ شاید معیار کے زیڈ (Z) درجے سے وائی (Y) اور ایکس (X) درجے میں بھی ترقی پالیتا ہے۔ واللہ اعلم!

یہ آج کل کے جامعاتی مجلّات اور ان کے مطلوبہ معیار کی عمومی صورتِ حال ہے، جس پر کوئی ذمے دار نہ نظر ڈال رہا ہے اور نہ کسی کو اس زوال وگراوٹ کا احساس ہے، اسی لیے کوئی قدغن بھی نہیں لگ رہی ہے۔ حد درجے سطحی اور غیر معیاری مجلّے بھی 'ہائر ایجوکیشن کمیشن' سے اگر منظور بھی ہوجاتے ہیں تو ابتدائی سطح (زیڈ) سے بلند اور بلند تر سطح (ایکس اور وائی) پر بھی پہنچ جاتے ہیں، جو ایک انتہائی قبیح اور قابل تنقیح امر ہے۔ جہاں متعدد معاملات اس ضمن میں غور واصلاح طلب ہیں، وہیں اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مقالات کے معیار کے تعین میں ماہرانہ رائے کے حصول اور خود اس رائے کے جانچنے اور اسے تسلیم یا رد کرنے کا کوئی نظام شاید ہائر ایجوکیشن کمیشن میں موجو نہیں ہے۔ یہ موضوع یا مسئلہ اپنی اہمیت کے باوجود بھی ایسا نہیں ہے کہ جس پر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے شاید غور کیا ہو اور یا پھر مجلوں کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت نے بھی اس باب میں کوئی توجہ دی ہو۔ اس لیے ہر طرف ایک بے نیازی کی سی کیفیت ہے، جس کی وجہ سے مجلوں کے معیار میں، اور خاص طور پر اردو مجلوں میں کوئی قابلِ اطمینان بہتری نظر نہیں آتی۔ چناں چہ ہائر ایجوکیشن کمیشن نے جامعات میں تحقیق کے فروغ اور اس کے معیار کی بہتری و بلندی کی خاطر جو اصلاحات پیش کی تھیں اور جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواب دیکھے تھے اُن میں تا حال کوئی قابلِ اطمینان پیش رفت نہ ہو سکی۔ اس کا ایک بڑا سبب ، ہماری نظر میں، یہ ہے کہ ہمارے مجلوں کے معیار میں طرح طرح کے سقم موجود ہیں اور ان کا ایک بڑا سبب تحقیقات و مقالات پر مناسب و اہل ماہرانہ رائے کے لیے سنجیدہ و دیانت دارانہ کوششوں کا اہتمام نہ کرنا ہے، جب کہ ہمارا مشاہدہ و تجربہ ہے کہ ماہرانہ رائے کا اہتمام بظاہر خانہ پُری کی خاطر کیا تو جاتا ہے لیکن مقالات کے موضوع کی مناسبت سے مخصوص ماہرانہ رائے کے حصول کے لیے جستجو نہیں کی جاتی اور محض ایک ماہر کا پی ایچ ڈی ہونا کافی سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کی جو بھی اور جیسی بھی رائے ہو اسے تسلیم کر لیا جاتا ہے، جو بالعموم مثبت ہی ہوتی ہے کہ اکثر اس رائے کا اثبات میں حصول مقالہ نگار کی اپنی خواہش اور ضرورت کے تحت اور مدیر اور اس کے درمیان کے دوستانہ روابط کا نتیجہ بھی ہوتا ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے جس کا سبب کچھ اور بھی ممکن ہے۔ اس عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مقالات بالعموم سطحی اور غیر معیاری ہوتے ہیں اور مجلّے کے معیار کو مجروح کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس طرح شاید ہی آج کوئی ایسا مجلہ ہو جسے جانب دارانہ اور کمزور ماہرانہ آرا نے نقصان نہ پہنچایا ہو۔ اس صورت حال کا ایک نتیجہ محض خانہ پُری یا دھاوے کے لیے کہیں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی منفی رائے کے بعد ایک اور ماہر کی رائے بھی بقدر ضرورت حاصل کر لی جاتی ہے لیکن اس طرح بھی صورت حال میں کوئی مثبت تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ غیر معیاری مقالات پھر بھی بوجوہ چھپ جاتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے ترقی یافتہ ممالک میں پری پرنٹ سرور (Preprint Server) کے عنوان سے ایک بہت مناسب تجربہ کیا گیا ہے جس میں مذکورہ نوع کے سروروں پر موصول ہونے والے ہر مقالے کو ڈال دیا جاتا ہے اور جو مقالات اس عمل میں اپنا مثبت تاثر قائم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں انھیں معیاری سمجھتے ہوئے شامل کر لیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس طرح کے کسی عمل کو اختیار کرنا، اس کے لیے پیش رفت کرنا اور ضروری وسائل فراہم کرنا ہماری مجموعی غیر سنجیدگی، بے نیازی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدم دل چسپی کی صورت حال میں کس حد تک ممکن ہے، اس کا فیصلہ ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عمل دہائیوں تک ہمیں ایسے ذرائع اور وسائل کے حصول اور ساتھ ہی شعور وارادوں کے عملی جامہ پہننے تک محروم ہی رکھے۔

ترقی یافتہ ممالک میں ماہرانہ رائے کی اہمیت اور اس کے حصول کی خاطر جو اہتمام کیے جاتے ہیں اور ان کے طفیل جو درجِ ذیل صورت حال وہاں عام ہے، اُس سے یہاں ہم بے خبر ہیں، لیکن جن کو ہم یہاں اس طرح اخذ کر سکتے ہیں:

- سرسری و سطحی اور فرسودہ وغیر اہم موضوعات پر مبنی مقالات سے رسائل کے صفحات کو آلودہ نہ ہونے دینا؛
- غیر معیاری مقالات میں ترمیم اور تصحیح کرانا تاکہ صرف معیاری تحقیقات سامنے آسکیں؛
- اس طرح معیاری تحقیقات کے فروغ میں مدیران مجلہ کے کام کو سہل کرنا؛
- کسی بھی رسالے کے معیار کا دار مدار بڑی حد تک ماہرانہ رائے پر ہوتا ہے؛
- چناں چہ متعلقہ ماہر ایک اعتماد سے اپنے شخصی کوائف میں اپنی ماہرانہ آرا کے اعداد وشمار درج کر سکتے ہیں؛
- ماہرانہ رائے دینے کی وجہ سے ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے جو اس لیے بھی اہم ہوتی ہے کہ متعلقہ تحقیقات کے زمروں میں ان کا شمار ہونے لگتا ہے؛
- تحقیقی حاصلات پر تنقید کرنے یا رائے دینے کی صلاحیت ان میں زیادہ سمجھی جاتی ہے؛
- پبلونز (Publons) جیسے ادارے ماہرانہ رائے میں مصروف ماہرین کو فوقیت بھی دیتے ہیں جو اُن کی شہرت میں اضافے کا سبب بنتی ہے؛
- ماہرانہ آرا کو عام استفادے کے لیے عام بھی کیا جاتا ہے؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

- منصبی ترقی میں بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے؛
- ایسے ادارے بھی موجود ہیں جن کے منصوبوں کا ایک مقصد ماہرانہ آرا دینے والے افراد کے کاموں کو سراہا جائے۔

ایسی اصلاحات کی حوالے سے ہائر ایجوکیشن کمیشن سے یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ اِن تجاویز پر غور کیا جائے کہ ماہرانہ آرا کے حصول کی خاطر ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جو نہ صرف غیر معیاری تحقیقات کو روکنے میں کامیاب ہو بل کہ نو واردانِ تحقیق کی تربیت بھی اس نظام سے ممکن ہو سکے۔ مثال کے طور پر:

- ماہرانہ رائے جیسے اہم موضوع پر اجتماعی ذہانت کو استعمال کرتے ہوئے معتبر و ممتاز لکھنے والوں سے عملی تجاویز حاصل کی جائیں؛
- ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کے کوائف پر مشتمل ایک فہرست مرتب کی جائے جو اس کام کو ایک جامع منصوبے کے طور پر اختیار کریں؛
- سالانہ ماہرانہ آرا کے ضمن میں اعداد و شمار، ان کی نوعیت مع محاسن اور کمزوریاں جاری کی جائیں؛
- ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کی خدمات کو اعلیٰ سطح پر تسلیم اور نمایاں کیا جائے؛
- ماہرانہ آرا کی مد میں مناسب اعزازیہ بھی جاری ہونا چاہیے؛
- نئے لکھنے والوں کی اصلاح و تربیت کی غرض سے سال کی چند معیاری اور غیر معیاری آرا کی اشاعت کا انتظام بھی ہونا چاہیے جو بطور مثال حوالہ بھی بنیں؛
- ماہرانہ رائے کے موضوع اور اس کے حصول کو اس درجے معتبر بنایا جائے کہ پاکستان کے سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اپنی آسامیوں کے اعلان میں ان خدمات کو بھی تسلیم کریں؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔ بہترین ماہرانہ رائے دینے والے ماہرین کو کسی طرح اعزازات بھی دیے جانے چاہئیں کہ اس سے اس عمل کی وقعت میں اضافہ ہو۔

یہ وہ تجاویز ہیں کہ جن کے سبب تحقیقات ومقالات کا معیار بلند ہوسکتا ہے اور ان کے طفیل مجلوں کو ایک وقار اور معیار بھی میسر آسکتا ہے۔ ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جب مجلّے کی ادارت آج کی ایک مجلس کے بجائے فرد واحد کے ذمے ہوتی تھی، جو اپنی جگہ کئی کئی علوم پر عبور اور کئی زبانوں میں دست رس رکھتا تھا، اس کا مطالعہ اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ کسی علم میں دنیا بھر میں کیا کیا ہو رہا ہے، کون کون کس موضوع پر کیا کر رہا ہے، اور مطالعات وتحقیقات میں کیا کیا دریافت وانکشافات ہو رہے ہیں، تب ہی وہ خود ایک صائب رائے کسی مقالے پر دے کر اس کی اشاعت کا فیصلہ کر لیتا تھا۔ یہ یقینی ہے کہ آج ماضی کے مقابلے میں علوم میں بے پناہ ترقی اور وسعت کا دور ہے اس لیے آج ایک معیاری تحقیق کے لیے متعلقہ شعبے کے مخصوص ماہرین کی ضرورت لازم محسوس ہوتی ہے جو قابلِ تسلیم ہے۔ اسی لیے آج کے تحقیقی مقالات کو پرکھنے اور ان کے معیار کو متعین کرنے کے لیے، اگر سید سلیمان ندوی اور مولوی محمد شفیع یا لیو پولڈ محمد اسد اور محمد مارماڈیوک پکھتال نہ سہی، مخصوص ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے اور جو آج کی زوال پذیر اخلاقیات کے دور میں دیانت دار بھی ہوں تو مقالے یا مجلّے کا معیار بھی وقیع اور عالمانہ بن سکے گا۔ اس بارے میں ایک مستحکم منصوبہ بندی اور لائحۂ عمل کی بابت ضرور سوچا جانا چاہیے۔ (ششماہی 'تحصیل' کراچی: شمارہ: ۵، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ملک محمد حسین

ہائر ایجوکیشن میں خودکار جہالت کا نظام

البرہان کے گزشتہ شمارے میں جناب سید خالد جامعی اور ڈاکٹر ہود بھائی کے مضامین قارئین البرہان کی نظروں سے گزرے ہوں گے۔ ہر دو صاحبان نے اعلیٰ تعلیم و تحقیق اور خاص طور پر پی ایچ ڈی سطح کی ڈگریوں کے سلسلہ میں جو رونا رویا ہے وہ ایک حقیقت ہے اور وطن عزیز میں خودکار جہالت (Perpetual Ignorance) کا ایک بدترین نظام قائم ہو چکا ہے۔ نیچرل سائنسز میں تو شاید کہیں نہ کہیں کوئی قابل ذکر تحقیقی کام ہو رہا ہوگا جب کہ سوشل سائنسز میں تو کئی سو فیصد جعلی کام ہو رہا ہے۔ تحقیقی مقالوں اور ڈگریوں کی ایک دوڑ ہے جس کی بنیاد مالی منفعت اور ترقیوں کا بخار ہے جو اُترنے کا نام نہیں لے رہا۔ پروفیسر ہیں، ڈین ہیں یا صدرِ شعبہ ہیں ایم فل، پی ایچ ڈی اور پوسٹ ڈاک تک کر چکے لیکن بقول سید خالد جامعی بنیاد انٹرکی اکنامکس کی کتاب ہے جسے سمجھنے کے لیے بھی فی الحال وقت نہیں ہے۔ خودکار جہالت کا یہ کھیل پچھلے کم از کم چالیس سال سے جاری ہے۔ اب جاہل ڈگری ہولڈرز کی تیسری نسل یونیورسٹیوں کی عظیم تعلیمی چیئرز پر براجمان ہو چکی ہے۔ میٹرک تک کو پڑھانے کی صلاحیت نہیں لیکن پی ایچ ڈی کے محترم استاد بنے ہوئے ہیں۔ طلباء کا سامنا نہیں کر پاتے۔ پوری سمسٹر میں دو چار بار کلاس کو رونمائی کر دیں تو ان کی نوازش شمار ہوتی ہے۔ ہر وقت میٹنگز میں مبتلا پائے جاتے ہیں اس لیے کلاس لینے سے مستثنیٰ۔ اسائنمنٹوں (Assignments) اور پریزنٹیشنز (Presentations) پر گزارا ہے۔ خود مطالعہ سے بالکل فارغ نتیجہ یہ کہ طلبہ کو کوئی رہنمائی دینے سے بھی بالکل فارغ۔

تدریسی اور مطالعاتی مواد جو طلبہ کو تجویز کرتے ہیں وہ انتہائی سطحی اور از کار رفتہ لیکن خود اس سے بھی واقف نہیں۔ سال ہا سال سے اسی سسٹم سے اور انہی اساتذہ سے ایم ایس، ایم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فل، پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ سپروائزرز، شعبوں کے ہیڈز اور بیرونی ممتحنین سب مل کر ایک مافیا بناتے ہیں اور اس طرح کارِ تعلیم جاری رہتا ہے۔ چونکہ اس نظام سے اب تیسری نسل ''فیض یاب'' ہو کر جہالت مآب ڈگریاں تقسیم کرنے کے ذمہ دار بن چکے ہیں لہٰذا ایسا ماحول بن چکا ہے کہ ''من تُرا ملّا بگویم تو مرا قاضی بگو'' نتیجہ اس کا بھیانک ہے۔ دنیا علم و تحقیق میں آگے جا رہی ہے اور ہم جہالت میں کمال حاصل کر رہے ہیں۔

راقم الحروف کا مشاہدہ تھا کہ لوگ بہاولپور اور ملتان کی یونیورسٹیوں سے ماسٹر لیول کے تھیسز چرانے کے لیے لاہور آتے تھے جب کہ لاہور والے اندرونی طور پر ہی خود کفالت سے سرشار تھے۔ اب جب سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کا اتوار بازار کھلا ہے تو ایک نئے کلچر نے جنم لیا ہے۔ وہ جنہوں نے جھوٹی سچی ڈاکٹریٹ کی ہوتی ہے اور ابھی تک بے روزگار ہیں تو ایسے فاضلین نے اپنا کچن چلانے کے لیے کرایہ پر تحقیقی مقالہ جات لکھ کر دینے کا دھندا شروع کیا ہے۔ ریٹ بھی کچھ زیادہ نہیں اور وقت بھی زیادہ ضائع نہیں ہوتا۔ سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ اپنے مقالوں کی تکمیل کے لیے اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ڈگری یافتہ ہو کر تنخواہ کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے الاؤنس کے بھی مستحق ٹھہرتے ہیں۔ پہلے ہم سنتے تھے کہ برطانیہ اور امریکہ میں سکول کی سطح پر پی ایچ ڈی اساتذہ پڑھاتے ہیں اس لیے وہاں پر تعلیم کا معیار بلند ہے۔ اب ہم سنا کریں گے کہ پاکستان میں سکول کالج کی سطح پر پی ایچ ڈی اساتذہ کی بہتات ہے اس لیے معیارِ تعلیم کا بھٹہ بیٹھ گیا ہے۔ اس کاروبار میں سب سے زیادہ ظلم اسلامیات، اُردو اور ایجوکیشن کے مضامین میں ہو رہا ہے۔ معاشیات، سیاسیات، مطالعہ پاکستان، ہسٹری کے شعبے بھی شاید پیچھے نہیں ہیں۔ پبلک اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں نے ایوننگ اور ویک اینڈ کے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے جو پروگرام دھڑا دھڑ شروع کیے وہ اس جاہلانہ کلچر کی پیک (Peak) تھی۔ سنا ہے کہ HEC اب اس پر کچھ قدغنیں لگا رہی ہے۔ قوم پہلے ہی جہالت کے سمندر میں غوطے کھا رہی ہے اور خود کار

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جہالت کا یہ نظام اگر قائم رہا تو خاکم بدہن یہاں سب ایم فل اور پی ایچ ڈی ہوں گے لیکن پڑھا لکھا کوئی فرد نہیں ملے گا۔ باقی میدانوں میں نالائقی تو شاید اتنی تباہ کن نہ ہو لیکن علم کے میدان میں نالائقی سے بڑھ کر یہ کرپشن ہمیں بطور قوم زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم کر دے گی۔ درخواست ہے کہ جو پڑھے لکھے چند اہل علم ابھی زندہ ہیں وہ اس مسئلہ پر توجہ دیں۔ (البرہان ستمبر ۲۰۱۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر پرویز ہود بھائی[1]

پاکستان میں اعلیٰ تعلیم و تحقیق کی بربادی

پاکستان کی پروفیسر مافیا کس طرح تعلیم کو تباہ کر رہی ہے، آیئے دیکھتے ہیں:

ان دنوں پاکستان کے پروفیسرز کے پاس کتب بینی کے لیے بالکل بھی وقت نہیں کیوں کہ وہ اپنا وقت، وہ چیزیں جنہیں وہ ''تحقیقی مقالے'' پکارتے ہیں، چھپوانے میں اور اپنے طلبا کو پی ایچ ڈی کی ڈگریاں دلوانے میں صرف کر رہے ہیں۔

1973ء میں جب مَیں اسلام آباد یونیورسٹی (جس کا نام بعد میں قائداعظم یونیورسٹی رکھ دیا گیا) میں جونیئر لیکچرر تعینات ہوا، تب وہاں کچھ شعبے متوسط معیار کی امریکی یونیورسٹیوں سے موازنے کے قابل تھے۔ اگرچہ سال بھر میں صرف چند ہی پی ایچ ڈی ڈگریاں عطا کی جاتیں اور ریسرچ پیپرز کا بھی فقدان تھا، لیکن معیار بہتری کی جانب گامزن تھا۔

معیار میں سب سے بڑی گراوٹ 2002ء میں آئی جب تحقیق اور پی ایچ ڈی ڈگریوں کو فروغ دینے کی خاطر ہائر ایجوکیشن کمیشن نے ترقی، تنخواہوں اور دیگر مراعات کو یونیورسٹی ٹیچرز کے شائع ہونے والے ریسرچ پیپرز کی تعداد سے منسلک کر دیا۔ تدریسی کام نے ایک غیر متعلقہ حیثیت اختیار کر لی۔ آپ کی تنخواہ وہی رہے گی چاہے آپ اچھا پڑھائیں یا برا، یا بھلے ہی آپ اپنے مضمون پر عبور رکھتے بھی ہیں یا نہیں!

دیکھیے کہ کس قدر فروغ حاصل ہوا: 1980-1970ء میں 15 سے 20 سال کے تجربے کے ساتھ ایک فل پروفیسر بننے کے لیے آپ کو 12 ریسرچ پیپرز درکار ہوتے تھے۔ ان دنوں اس تعداد کو خوفناک حد تک کثیر سمجھا جاتا تھا۔ میرے کئی ساتھی بغیر ترقی ملے 60 سال کی عمر تک پہنچ کر ریٹائر ہو گئے۔ وہ بہت ہی با اخلاق، با اصول لوگ تھے جو کتابیں

---

[1] سابق پروفیسر قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے تھے۔

لیکن ایک بار جب لوگوں کو پیسوں سے بھری پوٹلی کی بھنک لگی تو پرانا نظام اور اس کے تمام اخلاق ہی غائب ہو گئے۔ اب کسی کو کوئی حیرانی نہیں ہوتی جب اسی یونیورسٹی میں ایک طالب علم پی ایچ ڈی کورس کے دوران 10 سے 15 یا اس سے زائد پیپرز شائع کروا دیتا ہے۔ ایچ ای سی کی نئی شرائط نے تعلیمی جرائم کو نفع بخش بنا دیا۔

جس طرح شکاگو میں منشیات فروش گینگز ہوتے ہیں، اسی طرح پاکستانی اعلیٰ تعلیم پر زیادہ تر قبضہ کوسانوسٹرا جیسے خاندانوں کا ہے۔ ہر مافیا خاندان کا باس اگر مکمل پروفیسر نہیں بھی تو کم از کم ایک ایسوسی ایٹ پروفیسر ضرور ہے۔

ہر باس کے اپنے اپنے ذاتی علاقے مخصوص ہیں تا کہ دیگر باسز سے تنازعات پیدا نہ ہوں، اور ہر باس اس سرپرستانہ کھیل کو بڑے ہی ماہرانہ انداز سے کھیلتا ہے۔ کبھی کبھار ان کے پاس ایک ماتحت باس (چھوٹا) بھی ہوتا ہے جو فیکٹری مزدوروں، یعنی پی ایچ ڈی اور ایم فل طلبہ کی نگرانی کرتا ہے۔ یہ فیکٹریاں ایسی جعلی تحقیقیں تیار کرتی ہیں اور ان میں اصل تحقیق کی اس خوب انداز میں پردہ نشینی کر دی جاتی ہے کہ آپ اس نقل کو پکڑ ہی نہیں پاتے۔

لہٰذا حقیقی اساتذہ، جو اپنا پیشہ ورانہ معیار برقرار رکھتے ہیں اور جھوٹ یا فریب سے انکاری ہیں، اس کے تباہ کن اثرات بھگتتے آ رہے ہیں۔ خاص طور پر جب نا اہل ساتھی ترقیوں، بے کار پیپرز کی اشاعت کے لیے کثیر مالی معاوضوں کے حصول، انتظامی عہدوں پر ترقی اور قومی اعزازات اور تحائف کے لیے نامزدگی کی ریس میں آگے ہوں تو کئی نوجوانوں کے دل ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔

اس دھوکے بازی کو یونیورسٹی تعلیم سے جڑے افراد کی جانب سے ذاتی طور پر تسلیم بھی کیا جاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن اپنی 2002ء کی پالیسی پر پشیمان ہے لیکن یہ ادارہ ان طاقتور مافیاؤں کے خوف کے ہاتھوں مفلوج ہے، جن میں کئی یونیورسٹی وائس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چانسلرز، ڈینز، شعبے کے سربراہ، سینیئر اور جونیئر پروفیسرز، پی ایچ ڈی طلبہ، ایچ ای سی ممبران، سائنس کی اکیڈمیاں، علمی تنظیمیں، اور قومی اعزازات جیتنے والے شامل ہیں۔ ان میں سے چند کمیٹیوں کی صدارت کرتے ہیں اور تعیناتیوں اور برطرفیوں کے فیصلے کرتے ہیں، صرف اس لیے کہ یہ سلسلہ یوں ہی جاری وساری رہے۔

اس جرائم پیشہ گروہ کا اثر پیپرز کے فروغ کے بجائے تدریسی اہلیت کو مضبوط کرنے سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ہی یونیورسٹی میں اس کے ایک شعبے کے اندر ہر ایک کے تدریسی معیار کو پرکھنا مشکل ہے۔ مذہبی، مسلکی، نسلی اور دوستیوں کی بنیاد پر ترجیحات سے ایسی سیلیکشنز بے معنی ثابت ہوں گی اور ایک نئی گروہ بندی کو جنم دیں گی۔ اسی طرح یونیورسٹی سطح پر پڑھانے کا کون اہل ہے اس کا تعین کرنا بھی متنازع ہے۔ بلاشبہ معیار کا کوئی ایک پیمانہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ ہر ایک شعبے سے دوسرے شعبے، اور ہر ایک جگہ سے دوسری جگہ، سوالوں کے جوابات کافی مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی سب سے بہتر جواب نہ بھی ہو، تب بھی اس اہم نکتہ میں شک کی کوئی گنجائش نہیں: ایک پروفیسر وہ چیز نہیں پڑھا سکتا جو نہ اسے پتہ ہے اور نہ ہی جس میں اس کی دلچسپی ہے۔ تدریسی کام کے لیے ایسے انتہائی نااہل افراد کو اداروں سے نکالنے کا کوئی نظام بنایا جانا چاہیے۔

جہاں اینتھراپولوجی یا سائیکولوجی جیسے شعبوں میں 'علمی معیار' کے تعین کا کوئی واضح طریقہ موجود نہیں، وہاں ہارڈ سائنسز کے مضامین میں کم از کم (بنیادی) اہلیت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر استعمال کی جانے والی بہترین نصابی کتب کی ایک کثیر تعداد ہے جس میں ہر ایک باب کے آخر میں پرابلمز اور مشقیں دی ہوئی ہیں، لہٰذا ہم ان کتب کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔ ان سوالوں کے مناسب حد تک درست حل کرنے کو علمی معیار پرکھنے کا ایک طریقہ بنایا جاسکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حوالے سے اس سے بھی بہتر دیگر طریقے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً، ہائر ایجوکیشن کمیشن یونیورسٹی سطح پر تدریسی عہدوں کے لیے درخواست دینے والوں کو مناسب ڈسٹینس لرننگ کورسز (MOOCS) کے لیے مطلوب امتحان کو پاس کرنے پر زور ڈالے، جیسے وہ کورسز جنہیں کورسیرا (Coursera)، اسٹینفورڈ یونیورسٹی یا ایم آئی ٹی تیار کرتی ہے۔ بائیومیٹرک چیکنگ اور امتحان کی مناسب نگرانی کے ساتھ یہ طریقہ امیدوار کی اہلیت کو پرکھنے کا ایک سستا، غیر جانبدارانہ اور غیر متعصّبانہ طریقہ ثابت ہوسکتا ہے۔ مقامی سطح کا کوئی پیمانہ قطعی طور پر استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔

وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کی یونیورسٹیاں مضحکہ خیز ترجیحات کو تبدیل کرتے ہوئے اس سمت میں جائیں جو ان کی بنیادی ذمہ داری ہے، یعنی پڑھانا۔ زیادہ سے زیادہ ریسرچ پیپرز اور پی ایچ ڈیز کو نفع بخش بنانے سے کرپشن کو فروغ ملا۔ ایچ ای سی کو اپنی اس بے احمقانہ پالیسی کو لازمی طور پر واپس لے لینا چاہیے بھلے ہی پروفیسر مافیا اس کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے۔

ایسا نہ ہوا تو پھر وہ زمانہ دور نہیں جب پاکستانی یونیورسٹیوں میں دی جانے والی حقیقی ڈگریوں کا معیار بھی ''ایگزیکٹ'' کی ڈگریوں جتنا ہوجائے گا۔ (البرہان اگست ۲۰۱۹ء)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"